اپنی حاجت سے زیادہ مال کو خرچ کرنا تیرے لیے بہتر ہے اور مال کو روکنا تیرے لیے برا ہے اور نہیں ملامت کیا جائے گا تو بقدر ضرورت مال اپنے قبضہ میں رکھنے پر اور تو سب سے پہلے اپنے عیال پر خرچ کرنے کے ساتھ شروع کر۔ (مسلم)

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخیل اور خیرات کرنے والے کا حال ان دو شخصوں کی مانند ہے جن پر لوہے کی دو زرہیں ہوں اور ان زرہوں کی تنگی کے سبب ان کے دونوں ہاتھ سینہ اور گردن میں چمٹا دیے گئے ہوں پس جب صدقہ دینے والا صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زرہ کھل جاتی ہے اور جب بخیل صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ کے حلقے اور تنگ ہو جاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ سخی جب خیرات کرتا ہے تو اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے اور وہ خوب دیتا ہے اور جب بخیل کسی کو کچھ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ کے حلقے اور تنگ ہو جاتے ہیں یعنی اس کا سینہ اور تنگ ہو جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

○ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم سے بچو اس لیے کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی ہوگی اور بخل (کنجوسی) سے بچو اس لیے کہ بخل نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو تم سے پہلے تھے۔ بخل نے ان کو اس پر آمادہ کر دیا تھا کہ وہ خون ریزی کریں اور حرام کو حلال جانیں۔ (مسلم)

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سے صدقہ کا زیادہ ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیرات کرنا تیرا اس حال میں کہ تو تندرست ہو، مال جمع کرنے کی خواہش و حرص رکھتا ہو افلاس سے ڈرتا ہو اور دولت کی امید رکھتا ہو۔ اور تو صدقہ دینے اور خیرات کرنے میں سستی و غفلت نہ کر یہاں تک کہ جب تیری جان حلق میں پہنچ

جائے یعنی دم نکلنے کے قریب ہو تب یہ کہے کہ اتنا مال فلاں شخص کے لیے ہے اور اتنا فلاں کے لیے حالانکہ تو جانتا ہو کہ مال فلاں ہی کو ملے گا۔ (بخاری و مسلم)

○ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ مجھ کو دیکھ کر فرمایا قسم ہے پروردگار کعبہ کی وہ بڑے خسارے میں ہے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا مال کو زیادہ جمع کرنے والے، مگر وہ لوگ مستثنٰی ہیں جنہوں نے اِدھر اُدھر اور اس طرف یعنی آگے پیچھے اور دائیں بائیں خرچ کیا اور ایسے لوگ کم ہیں۔ (بخاری و مسلم)

○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سخی قریب ہے اللہ کی رحمت سے، قریب ہے جنت سے اور قریب ہے لوگوں سے یعنی اس کو سب پسند کرتے ہیں اور دور ہے دوزخ سے۔ اور بخیل دور ہے اللہ کی رحمت سے، دور ہے جنت سے، دور ہے لوگوں سے اور قریب ہے آگ سے۔ اور جاہل سخی اللہ کے نزدیک بہتر ہے بخیل عابد سے۔ (ترمذی)

○ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کا اپنی تندرستی کے ایام میں ایک درہم خرچ (خیرات) کرنا مرنے کے وقت سو درہم خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ (ابوداؤد)

○ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن میں دو باتیں جمع نہیں ہوتیں بخل اور بدخلقی۔ (ترمذی)

○ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں مکار اور بخیل داخل نہ ہوگا اور نہ وہ شخص جو خیرات دے کر احسان جتائے۔ (ترمذی)

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کی عادتوں میں سے دو بہت بری عادتیں ہیں۔ ایک تو انتہا درجہ کا بخل اور ایک انتہائی بزدلی۔ (ابوداؤد)

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سخاوت ایک درخت ہے جنت میں پس جو شخص سخی ہوگا وہ اس درخت کی ٹہنی پکڑ لے گا اور وہ ٹہنی اس کو اس وقت تک نہ چھوڑے گی جب تک اس کو جنت میں داخل نہ کر لے گی اور بخل ایک درخت ہے دوزخ میں پس جو شخص بخیل ہوگا وہ اس درخت کی ایک ٹہنی پکڑ لے گا اور وہ ٹہنی اس کو اس وقت تک نہ چھوڑے گی جب تک اس کو دوزخ میں داخل نہ کر لے گی۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

○ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جلد کر وصدقات وخیرات دینے میں (یعنی مرنے سے پہلے پہلے) اس لیے کہ صدقہ سے بلا نہیں بڑھتی (یعنی صدقہ بلا کو روکتا ہے) (رزین)

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ مال کو کم نہیں کرتا (بلکہ اس میں برکت ہوتی ہے) اور قدرتِ انتقام کے باوجود) کسی کا قصور معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اس بندے کی (جس نے دوسرے کو معاف کیا) عزت بڑھاتا ہے اور کوئی شخص ایسا نہیں جو اللہ کی رضامندی کے لیے تواضع اختیار کرے مگر یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کر دیتا ہے۔ (مسلم)

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(مسلمان عورتوں کو مخاطب کر کے) فرمایا اے مسلمان عورتو! کوئی ہمسایہ اپنے ہمسائے کو ہدیہ یا صدقہ بھیجنے میں حقیر نہ سمجھے اگر چہ وہ بکری کی کھری ہی کیوں نہ ہو۔

(بخاری، مسلم)

○ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کسی نیکی کو حقیر نہ جان اگر چہ (وہ نیکی یہی ہو کہ) تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ (مسلم)

○ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ کرنا لازم ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اگر اس کے پاس صدقہ دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو؟

فرمایا اپنے دونوں ہاتھوں سے کام لے (محنت ومشقت سے کمائے) اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھے یا ایسا نہ کر سکے (تو کیا کرے)

فرمایا کسی حاجت مند غمگین شخص کی مدد کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو۔ فرمایا نیکی کی تلقین کرے۔

عرض کیا اگر وہ ایسا نہ کرے تو؟ فرمایا خود برائی سے باز رہے پس یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔ (بخاری)

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے ہر جوڑ پر، ہر دن، جس میں سورج طلوع ہوتا ہے صدقہ لازم ہوتا ہے اگر وہ دو آدمیوں کے درمیان عدل کرے، یہ اس کے لیے صدقہ ہے۔ کسی آدمی کے سوار ہونے یا اس کا سامان بار کرنے میں مدد دینا اس کا صدقہ ہے۔ اچھی بات کہنا صدقہ

ہے۔ ہر قدم جو وہ نماز کے لیے اٹھاتا ہے۔ صدقہ ہے اگر وہ راستے سے ایذا دینے والی چیز کو دور کر دیتا ہے تو یہ بھی اس کا صدقہ ہے۔ (بخاری، مسلم)

O ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر انسان کو تین سو ساٹھ جوڑوں پر پیدا کیا گیا ہے (یعنی ہر انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہوتے ہیں) پس جو شخص اللہ اکبر کہے، اللہ کی حمد کرے، لا الہ الا اللہ کہے، سبحان اللہ کہے اور اللہ سے استغفار کرے اور لوگوں کے راستے سے پتھر یا ہڈی اور کانٹے (یعنی ایذا رساں چیزیں) ہٹائے یا کسی کو نیک بات بتائے اور بری بات سے روکے اور یہ سب باتیں تین سو ساٹھ تک ہو جائیں تو وہ شخص اس روز اس طرح چلتا ہے گویا اس نے اپنے آپ کو آگ سے دور رکھا ہے۔ (مسلم)

O حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کوئی درخت لگائے یا کھیتی بوئے اس سے کوئی انسان یا پرندہ یا کوئی مویشی کھالیتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو اس میں سے چرا لیا جاتا ہے وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔ (بخاری، مسلم)

O حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بدکار عورت کو بخش دیا گیا (اس بنا پر کہ) وہ ایک کتے کے پاس سے گزری جو کنوئیں کے قریب کھڑا پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکالے ہانپ رہا تھا قریب تھا کہ وہ پیاس کی شدت سے مر جائے، اس عورت نے اپنا موزہ اتارا، اپنی اوڑھنی کے ساتھ اسے باندھا اور پھر اس (کتے) کے لیے پانی نکالا سو اس وجہ سے اس (بدکار عورت) کو بخش دیا گیا۔ عرض کیا گیا:

کیا ہمیں چوپایوں (اور مویشیوں پر احسان کرنے) میں بھی ثواب ملتا ہے؟

فرمایا ہر تر جگر کے ساتھ نیک سلوک کرنے میں اجر ہے۔ (بخاری، مسلم)

○ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے۔ (ترمذی)

○ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی ننگے مسلمان کو کپڑا پہناتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھلوں سے کھلائے گا اور جو مسلمان کسی پیاسے شخص کو پانی پلاتا ہے اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اسے مہر لگی ہوئی شراب (یعنی شراب طہور) میں سے پلائیگا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

○ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک بکری ذبح کی اور اللہ کی راہ میں تقسیم شروع کی کچھ دیر کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس میں سے کس قدر باقی ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس کا صرف ایک شانہ باقی رہ گیا ہے فرمایا (نہیں بلکہ) کندھے کے سوا باقی سب بچ گئی ہے (یعنی ثواب کے لحاظ سے) (ترمذی)

○ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو پہننے کے لیے کپڑا دیتا ہے تو جب تک اس کا ایک ٹکڑا بھی اس پر رہتا ہے وہ شخص پہنانے والا اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے۔

(احمد، ترمذی)

○ مرثد عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ اس نے آپ کو یہ فرماتے سنا قیامت کے دن مومن کا سایہ اس کا صدقہ ہوگا۔ (احمد)

○ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پیدا کیے، انہیں زمین پر رکھا تو وہ ٹھہر گئی۔ فرشتوں نے پہاڑوں کی سختی سے تعجب کیا اور کہا اے ہمارے رب! تیری مخلوق میں پہاڑوں سے بھی کوئی سخت چیز ہے؟ فرمایا ہاں لوہا۔ انہوں نے کہا اے ہمارے رب! تیری مخلوق میں کوئی چیز لوہے سے بھی سخت ہے؟ فرمایا ہاں آگ۔ انہوں نے عرض کیا اے ہمارے پروردگار! آگ سے بھی کوئی سخت چیز تیری مخلوق میں ہے؟ فرمایا ہاں پانی۔ انہوں نے کہا اے ہمارے رب! پانی سے بھی کوئی سخت چیز تیری مخلوق میں ہے؟ فرمایا ہاں ہوا۔ فرشتوں نے کہا اے ہمارے پروردگار تیری مخلوق میں سے ہوا سے بھی کوئی سخت چیز ہے؟ فرمایا ہاں ابن آدم جبکہ وہ صدقہ کرتا ہے اپنے دائیں ہاتھ سے اس طرح کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ سے بھی چھپاتا ہے۔ (ترمذی)

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ (دونوں) سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر یہ صدقہ وہ ہے جو بے پروائی سے دیا جائے اور ان لوگوں سے صدقہ دینا شروع کر جن کا نان نفقہ تیرے ذمے ہے۔ (بخاری، مسلم، عن حکیم بن حزام)

ناصحا اوئے ناصحا! یہ تھی اور ہے میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طریقت

طریقت الاسلام

طریقت الاناب

طریقت الانام

ہر مذہب کے لیے نافذ العمل۔ کوئی بھی اس کا منکر نہیں۔ طریقت اسے اپنا کر، اس پہ کاربند ہو کر، پابند ہو کر اور رحمت بن کر کل کائنات پہ چھائی۔

ان خصائل ہی کی بدولت دین کی تمکنت تھی، آن تھی، شان تھی، آواز تھی گویا ہر شے تھی۔

یہ خصائل انسان کا وہ زیور ہیں کہ انہیں پا کر زندگی ماسوا سے مستغنی و بے نیاز ہو جاتی ہے۔

زندگی زندگی کا نمونہ پا کر مطمئن ہوئی۔ پامال تھی سرفراز ہوئی۔ مردہ تھی زندہ ہوئی۔ افسردہ تھی مسرور ہوئی۔ آوارہ تھی گامزن ہوئی۔ سو بہ سو تھی یکسو ہوئی۔ ڈانواں ڈول تھی استوار ہوئی۔ بے کیف تھی پُر کیف ہوئی۔ ناتواں تھی قوی ہوئی۔ کھسیانہ تھی معزز ہوئی۔ رو رہی تھی، نمونہ پا کر...... رقص کرنے لگی، ساز بجانے لگی راگ گانے لگی۔

میرے آقا روحی فداہ ﷺ کا نمونہ

معتبر

مستند

فلاح دارین کا امین!

یہ نمونہ ہر وقت تیرے پیش نظر رہے۔ سلک مروارید کا یہ ہار تیرے گلے میں ہمیشہ لٹکتا رہے، چمکتا رہے، دمکتا رہے، کبھی گرد آلود نہ ہو، کبھی ماند نہ پڑے۔

اسمِ اعظم کا نقش بھی کہیں تو بے جا نہیں

اِس نقش کو حرزِ جاں بنا۔ بیشک یہ تیری جان کا شاہ مہرہ ہے۔

زندگی جب کسی زندگی کے اصول وضوابط اپنا لیتی ہے، رحمت بن کر زحمت کو کھا جاتی ہے اور زندگی کا یہ دستور ازلی و ابدی ہے۔

ہر علم عمل ہی سے فیضیاب ہوتا ہے۔

○ حضرت ابوامامہ باھلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس واکمل، اکرم واجمل، اطیب واطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں دوشخصوں کا ذکر ہوا۔ ایک عابد تھا ایک عالم۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عابد پر عالم کوایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی میری فضیلت تم میں سب سے معمولی آدمی پر۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ، اس کے فرشتے، آسمانوں والے اور زمین والے...... یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں (پانی میں) اس شخص پر درود بھیجتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے۔

میں نے حضرت ابوعمار رضی اللہ عنہ کی زبانی حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ عالمِ باعمل کو، جو لوگوں کو تعلیم دیتا ہے، آسمان کی ملکوت میں کبیر (یعنی بڑا) کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ (ابوامامہ باہلیؓ، ترمذی شریف جلد دوم)

○ حضرت قیس بن کیثر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ سے ایک شخص ابودردا رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ اس وقت دمشق میں تھے حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ بھائی! تم یہاں کیسے آئے؟ (یعنی کس غرض کے لیے آئے) اس نے کہا ایک حدیث (سننے) کے لیے جس کے بارے میں مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم کسی اور ضرورت سے تو نہیں آئے؟ اس نے عرض کیا جی نہیں۔ آپ نے پوچھا تجارت کی غرض سے تو نہیں آئے؟ اس نے کہا جی نہیں۔

آپ نے فرمایا تو کیا تم صرف حدیث کی طلب میں آئے ہو؟ (اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تو لوسنو!)

میں نے حضور اقدس واکمل، اکرم واجمل، اطیب واطہر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے

سنا ہے کہ جو شخص علم کی تلاش میں کوئی راستہ طے کرے گا اللہ تبارک وتعالیٰ عز وجل ذوالجلال والاکرام اسے ایسے راستے پر لے چلے گا جو بہشت کو جاتا ہے اور فرشتے علم طلب کرنے والے کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں اور عالم کی ہستی ایسی ہستی ہے کہ آسمان اور زمین میں جتنے (جاندار) ہیں، سبھی اس کی بخشش کی دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں بھی۔ اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چاند کی باقی ستاروں پر۔

علماء پیغمبروں کے وارث ہیں اور پیغمبروں نے ترکہ میں نہ دینار چھوڑا نہ درہم، انہوں نے تو اپنے ترکہ میں صرف علم چھوڑا۔ سو جس نے یہ لیا، اس نے بڑا حصہ پایا۔ (قیس بن کثیر/ترمذی شریف جلد دوم)

O

اپنے شب و روز کا محاسبہ کر

ہماری زندگی سیدھی راہ پہ نہیں، خوشگوار بھی نہیں

آ ...... تجھ کو تیری زندگی کے وہ گوہر، جس کے بغیر کسی کی بھی کوئی زندگی کوئی زندگی نہیں اگرچہ مسند نشین ہو، بتاؤں!

کسی خصلت کو عزم بالجزم سے اپنا یہاں تک کہ تو اس خصلت کا صاحبِ حکم ہو ماشاء اللہ!

کسی برائی و بے حیائی کو قطعی ترک کر۔ پھر جیتے جی کبھی اس کے نزدیک مت پھٹک یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے احسان و کرم سے تجھ کو اس کا صاحب حکم حاکم مقبول فرمالے آمین۔

کوئی عمل اختیار کر کے پھر اسے کبھی باطل مت کر۔ ترکِ عمل ابطالِ عمل ہے!

اللہ تجھ کو "قوی العمل" عنایت کرے۔عمل انسان کا وہ زیور ہے جس کے بغیر وہ قطعی نہیں سجتا۔عمل تیری زندگی کی زرہ بکتر اور وہ ڈھال ہے جس کے بغیر تو زندگی کے میدان میں کیا جو ہر دکھا سکتا ہے۔

دین آسان ہے، بہت آسان۔اس میں سختی مت کر۔جو آدمی دین میں سختی کرتا ہے، دین اس پہ غالب آ جاتا ہے۔ ہلکا اور آسان عمل اختیار کر جسے کہ آسانی سے عمر بھر نبھا سکے۔ جان توڑ کر مجاہدہ مت کر۔ بھاگنے والے اکثر راہ ہی میں تھکتے ہیں۔قبض ہو یا بسط، اپنے معمولات ترک مت کر نفل عبادت مستحب ہے، نہ فرض ہے نہ واجب، جب کسی نفل عبادت کو ایک بار عمل میں لے آؤ پھر واجب الادا ہو جاتی ہے پھر اپنے عمل کو باطل مت کرو۔

عمل تیرا وہ ہمنشین، مونس و معاون اور دنیا و آخرت کا ہمدم ہے جو دم بھر کے لیے بھی کبھی جدا نہیں ہوتا۔

تیرا کوئی عمل، اے میرے نوجوان! کبھی باطل نہ ہو۔

اے او جینے والے نوجوان! مبصر تیرے عمل کی داد دے۔ تیرا عمل تیرا عہد...... اور تو اپنے عہد کا پاسبان ہو۔ زندگی کے میدان میں تیرے عمل کا عَلَم کبھی سرنگوں نہ ہو، جیتے جی کبھی گرنے نہ پائے۔اور عمل زندگی کا تذکرہ، باقیات الصالحات اور ابدالآباد زندہ اور قائم رہتا ہے اور عمل کے بغیر زندگی بے برگ و بر، بے کیف اور مردہ ہے

کسی عمل کو اپنا...... اور ہمیشہ کے لیے اپنا...... دعا مانگ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تجھ کو مقبول الاسلام اعمال نصیب کرے۔ وما توفیقی الا باللہ

جو اپنے علم پہ عمل نہیں کرتا باطنی علم سے محروم رہتا ہے اور کسی کا باطنی علم سے

محروم رہنا کوئی معمولی بات ہے؟ گویا زندگی کی بازی ہار دی، بھرے بازار سے خالی واپس لوٹا۔

عمل تیری زندگی کا اثاثہ ہے۔ کوئی چیز تیری راہ کبھی روک نہ سکے۔ جو چیز بھی تیرے عمل کی راہ میں حائل ہو، چھوڑ دو اگر چہ وہ ہو اور وہ ہو اور وہ۔

عمل...... دل میں سوز

نگاہ میں عفت اور

کردار میں بے باکی پیدا کرتا ہے۔

اے او نوجوان مسلم! تیرے گھوڑے کی گردن سے آگے کوئی گردن نہ ہو۔ کسی اکھاڑے میں کوئی تجھے بچھاڑ نہ سکے۔ اور نہ ہی کوئی تجھ سے آگے نکل سکے۔ تیرا کردار بلند اور مقبول الاسلام ہو!

علم پہ عمل کر

عمل سے مراقبہ اور

مراقبہ سے فیض ہے

اور میرے آقا روحی فداہ ﷺ ہی کے جود و کرم سے ہر فیض، فیض بار۔ یاحی یاقیوم

ہٹی بھاویں منہ تک بھری ہو، دساور کی محتاج ہوتی ہے۔ جب تک سودا باہر سے نہیں آتا، کیسے چل سکتی ہے؟ بکتے بکتے سودا اوڑک مک جاتا ہے۔ ہٹی کا سودا باہر ہی سے آیا کرتا ہے۔

طریقت کے سودوں کا دساور مدینہ ہے اور ہر سلسلہ ءطریقت...... قادری ہو یا چشتی، نقشبندی ہو یا سہروردی...... حضور اقدس واکمل واکرم واجمل واطیب واطہر

ﷺ ہی کے فیض سے فیضیاب ہے اور حضور اقدس و اکمل ﷺ کا فیض فیضِ سرمدی ہے، سدا جاری رہے یا حی یا قیوم آمین۔

جس کنویں کا پانی تہہ سے نہیں ابلتا، ختم ہو جاتا ہے۔ اگر کلوں کے ذریعے نکالا جائے، گھنٹہ بھر بھی نہیں چل سکتا۔

ہٹی کا سودا باہر سے آتا ہے اور کنوئیں کا پانی کنوئیں کی تہہ سے ابلتا ہے۔

ہٹی ظاہر اور کنواں باطن ہے۔

دریا جھیل کے دہانے سے نکل کر ڈیلٹا بناتا ہوا جھیل ہی میں جا گرتا ہے۔

قائد ایک ہوتا ہے اور اسی کے گرد زندگی گھوما کرتی ہے

میرے آقا روحی فداہ ﷺ ہماری زندگی کے قائد ہیں، قائد العرفان

طریقت کی ہر منزل کے قائد میرے آقا روحی فداہ ﷺ

طریقت نے اس منزل کو مانا جس میں اگلا قدم ماضی سے بہتر اور مستقبل کا امیدوار ہو۔

جس منزل میں نہ اطمینان ہے نہ سرور...... تام نہیں...... ناقص ہے

جو منزل صاحبِ منزل کو مطمئن نہ کر سکے، کیا منزل ہے؟

جو منزل بدی سے روک نہ سکی، کیسی منزل ہے؟

جو منزل غیر کی محتاج ہو، الٰہی نہیں کہلاتی اور غیریت میں عافیت نہیں ہوتی۔

منزل کوئی بھی ہو، جب تک تام نہیں ہوتی، ناتمام رہتی ہے۔

بندہ جب غیر ضروری امور میں الجھ جاتا ہے، منزل کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

پایۂ تکمیل کو پہنچ کر ہی منزل بامراد ہوئی

حق حق حق ھو ھو ھو

ہر کسی کی منزل میرے آقا روحی فداہ ﷺ رحمتہ للعالمین ہی کے حضور پیش ہوکر فیضیاب ہوتی ہے، کسی اور حیلے اور وسیلے سے نہیں۔

شریعت کے پانچ بنا ہیں...... پانچوں امکانی

طریقت کے بھی پانچ ہی بنا ہیں...... تین امکانی، دو غیر امکانی

ذکر، فکر، مراقبہ، امکانی

مشاہدہ وفیض...... غیر امکانی

حصول تعلیم کے لیے خط وکتابت پہ اکتفاء نہیں کیا جاسکتا۔ اگر خط وکتابت کافی ہوتی تو دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ایک طالب علم ایک تہائی صدی دانش گاہ میں کیوں حاضر رہتا، گھر بیٹھے خط وکتابت کے ذریعے ہر فن کی سند حاصل کرلیتا اور دین کا علم دنیا کے علم سے کہیں زیادہ مشکل ہے وماعلینا الا البلاغ۔

کسی مکتب میں پورے کا پورا داخل ہوکر ہی پورے کا پورا فیض حاصل کرسکتا ہے، خط وکتابت ہی سے نہیں

اسباق کی تکمیل ہوسکتی ہے، عملی تشریحات وابحاث کی نہیں اور

اسناد...... ہر دو پہ موقوف۔

طریقت کی اسناد صاحب طریقت ہی عنایت فرمایا کرتے ہیں اور میرے آقا روحی فداہ ﷺ ہی کی سفارش پہ۔

طریقت کی منازل امکانی

فہم وادراک میں سمانی

فیوض...... غیر امکانی

اقسامِ فیوض...... میرے آقا روحی فداہ ﷺ کے جود وکرم پہ موقوف۔

O

تاریخ کو مختلف انداز میں پیش کرنے کے لیے

کیا کیا نمونے تیار کیے۔

انبیائے کرام علیہم السلام اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم کا پہلا نمبر رہا

بیشک ابن آدم کی تاریخ بڑی ہی دلچسپ ہے۔

دین نمونے کا محتاج ہے، تیرے پاس ایک بھی نمونہ نہیں۔

علم ،عمل کا اور عمل ...... نمونے کا محتاج ہے۔ محض علم کوئی گل نہیں کھلاتا ، تشنہ رہتا ہے۔

بازی گر نے صرف نمونے پیش کیا، اور نمونے کا کوئی منکر نہیں۔

نمونہ پایا گویا ہر شے پائی

نمونہ ہی سے ہر شے سمجھ میں آئی

نمونہ جب بھی کسی نے دیا اور جس بھی چیز کا دیا، جان ہی پہ کھیل کر دیا پھر وہ رہتی دنیا تک زندہ و قائم رہا۔

تاریخ اسلام اور تاریخ انسانیت دونوں کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمل کے ایسے نمونے چھوڑے جن کی چمک قیامت تک قائم رہے گی۔ کبھی مدہم نہ ہوگی اور کبھی ختم نہ ہوگی۔ واللہ باللہ تاللہ ماشاء اللہ

عمر رضی اللہ عنہ شیطان کے لیے کوڑا اور مساوات کے علمبردار ہیں ......

انسان تو کیا، جانور بھی عمر رضی اللہ عنہ کے مامورات و منہیات کے تقدس کا احترام کرتے ماشاء اللہ!

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جبریل میرے پاس آئے اور کہا (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے)

"عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر اسلام روئے گا۔"

بے شک عمر فاروق رضی اللہ عنہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔

آپ کے دورِ خلافت میں کسی بھیڑ کو بھی یہ جرأت نہ تھی کہ کسی کی فصل میں قدم تک رکھتی۔

جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وصال فرمایا، جنگل میں ایک گڈریے نے دوسرے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ آج انتقال فرما گئے۔

اس نے پوچھا تجھے اس کی خبر کیوں کر ملی؟

جواب دیا! میری بھیڑیں آج دوسروں کی فصلوں میں چگنے لگیں۔

نمونے ہی نے دین پھیلایا، نمونہ ہی دین کی جان۔

نمونے ہی نے دین کو سرفرازی بخشی۔

نمونہ کبھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کبھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

کبھی عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور کبھی حیدر کرار رضی اللہ عنہ

نمونے کا کوئی منکر نہیں ہوتا، تماشائی اش اش کیا کرتے ہیں۔

کسی بھی نمونے کا نمونہ دینا اہم ترین کام ہوتا ہے۔

نمونہ کبھی کلیر کبھی پانی پت، کبھی سالک کبھی مجذوب،

ہر حال میں اور ہر دور میں دین کی عظمت کو برقرار رکھا

کبھی گرنے نہ دیا، ہر دور میں دین ہی کا پاسبان رہا

نمونہ...... دین کی آبیاری کا مالی......

کبھی خشک نہ ہونے دیا۔ پھر کیا ہوا؟ دین پہ بہار آئی

پھل و پھول میں رنگت وحلاوت

نمونہ پیش کر

نمونہ شدت سے اور مدت سے تیرے نمونے کا منتظر ہے۔

اے اومرنے والے! تم سا کوئی بھی تنہا نہیں۔ کام وکلام میں بے بس!

کیا خوب ہوتا کوئی ایسا کام کر کے جاتا جو جینے کی ہر حسرت مٹا کر جاتا،

زندوں کو زندگی کا نمونہ دے کر مرتا!

کسی خصلت کا نمونہ فوق الوریٰ ہوتا ہے، ہر نمونے کو مات کر دیتا ہے

جس نے بھی کسی خصلت کو اپنایا، دنیا بھر میں مہک اٹھی

کسی بھی خصلت کا باب کبھی محو نہیں ہوتا، کہکشاں کی طرح جگمگا تا رہتا ہے۔

اے اوطالب حق! تیرے آباء کی ایک بھی خصلت تجھ میں نہیں، تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی مفلوک الحال ہوگا۔

وہ گزرا ہوا دَور ایک بار پھر سے لوٹ کر بزمِ کونین کی رونق بنے!

انسانی کردار کی ہر خصلت کا ہر دور نے عملی نمونہ پیش کیا۔ جو نمونہ اسلام نے پیش کیا، نادر المثال، وراء الوریٰ اور سب کو مات کرتا ہے۔

تیرے انداز فقیرانہ اور راہبانہ لیکن دلبرانہ، حقیقتاً جہانبانی کی تمام ادائیں گدڑی میں پنہاں۔ جہانبان ہوتا مگر جہان نہ رکھتا۔ جہانبانی کی تمام صلاحیتیں جہان پہ قربان کر دیتا۔

تیرے اندازوں کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ تیرے سارے انداز پُر اسرار تھے، پُر انوار تھے اور تو اپنے انداز اپنے ساتھ ہی لے گیا۔ کوئی تو چھوڑ کر جاتا!

تیرا ایک غلام کو اونٹنی پہ سوار کر کے نکیل تھامے پیدل چلنا مساوات کی حد اور اندازِ جہانبانی کی انتہا تھی۔

یہ کیا تھا؟ میکدۂ نبوت کے جام کی مدہوشی۔ تو نے اتنی پی اور ایسی پی کہ پی کر اپنے نفس کو لتاڑ دیا اور شیطان کو پچھاڑ دیا مرحباً مکرماً مشرفاً

مسلمانی کے یہ مقامات پھر کسے نصیب ہوئے!

یہ مقامات، جن میں تو کھویا ہوا ہے، کیا ہیں اور تجھے کہاں پہنچا سکتے ہیں؟

کمالاتِ نبوت کی حقیقت یہ مقامات نہیں، اوامر نواہی پہ ثابت قدمی ہے جب تک کسی کو یہ بنیادی مقام حاصل نہیں ہوتا، کوئی اور مقام کبھی حاصل نہیں ہوسکتا اور یہ اس مضمون پہ ختم الکلام ہے۔

اللہ نے اپنے بندوں کو رنگارنگ کے درجات مرحمت فرمائے ہوتے ہیں، یقیناً ہم وہ نہیں۔

لذت و راحت و زینت و شہرت نے ہمارا خانہ ء طریقت خراب کر دیا۔

کھا مگر اتنا مت کھا

پی مگر اتنا مت پی اور یہ مت پی

پہن مگر ایسا مت پہن

سو مگر اتنا مت سو

جی مگر ایسے مت جی

تیری زندگی کے ہر شعبے میں نبوت کی اتباع کارفرما ہو۔

تیرا کردار ایک نمونہ ہو اور ساری دنیا کے لیے ہو!

ہم مسلمان تو ہیں، ہم میں مسلمانی نہیں۔

اے مسلمان! تو اپنے مقام سے بے خبر ہے، تو اللہ کی وہ مخلوق ہے کہ دنیا میں جب تُو جیتا ہے تو تیری کامیابی کے لیے کائنات کی ہر شے دعا کرتی ہے اور تجھ پہ رحمت بھیجا کرتی ہے یہاں تک کہ کیڑی بھی تیرے مقام سے بے خبر نہیں۔ اور جب تُو مرتا ہے تو کائنات کی ہر شے تجھ پہ روتی ہے...... زمین روتی ہے، آسمان روتا ہے۔ افسوس! آج تو غفلت کی گہری نیند سو رہا ہے اور کسی بھی آواز سے نہیں جاگ رہا۔

یہ زندگی کا میدان مردوں کا اکھاڑا ہے، بازیچہ اطفال نہیں۔

شابا میرے نوجوان! تیرے گھوڑے کی گردن سے آگے کوئی گردن نہ ہو اور نہ ہی جیتے جی تجھے کوئی جیت سکے۔

مسلمان سے خطاب

گلستانِ دہر میں

ہزاروں گل کھلے ، مرجھا گئے
غنچے مسکرائے ، کملا گئے

بحرِ حیات میں

ہزاروں سفینے رواں ہوئے، ڈوب گئے
موجیں ابھریں ، دب گئیں

افقِ عالم پہ

ہزاروں نقش ابھرے، مٹ گئے
چراغ بھڑکے ، بجھ گئے

تاریخِ عالم میں

ہزاروں باب کھلے ، بند ہوگئے
عنوان ابھرے ، محو ہوگئے

عالمِ آب وگل میں

ہزاروں گروہ نمودار ہوئے، گم ہوگئے
نگر بسے ، اجڑ گئے

مگر

ایک پھول کی نکہت سدا برقرار رہی
ایک چراغ کی لَو کبھی ختم نہ ہوئی
اور ایک گوہر کی تاب کبھی معدوم نہ ہوئی
بوستانِ دہر کا وہ گلِ سرسبد
افقِ عالم کا وہ تابندہ ستارا
تاریخِ عالم کا وہ روشن عنوان

اور

بحرِ حیات کا وہ انمول گوہر
ملت اسلامیہ ہے
جسے قرآن کریم نے
خیر امۃ
کے شرف سے مشرف فرمایا اور
انتم الاعلون
کا مژدہ جانفزا سنایا

اے میری جان! تو اس ملت کا فرزند ہے

جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغام کا امین ٹھہرایا اور جسے اقوال عالم کی امامت کا تاج پہنایا

جب تک تو نے اپنے منصب کا اکرام کیا اور اپنی نسبت کی ناموس کا احترام کیا

اللہ نے تجھے بڑے بڑوں پہ غلبہ عطا کیا

تجھے اپنی نصرت و تائید سے ہمکنار کیا

جب تک تو اللہ کا رہا، اللہ کے لیے جیا، اللہ کے لیے مرا

تیرا ہر کہیں احترام رہا، اکرام رہا

جب سے تو جہان کا بنا

تیرا کوئی نہ بنا اور کچھ بھی نہ بنا

تاریخِ عالم کی وہ داستان

جس کا عنوان ''مسلمان'' ہے

حیرت انگیز بھی ہے، عبرت خیز بھی

کبھی وہ عالم کہ اس کا نام سنتے ہی بحر و بر لرزتے اور کبھی ایسی بے بسی کہ الامان الامان

تیرے جوش کا یوں سرد پڑ جانا

تیری بلندی کا پستی میں بدل جانا

تیری قوت کا ضعف میں ڈھل جانا

تیرے کمال کا رُو بہ زوال ہو جانا کوئی معمولی حادثہ نہیں،

تاریخ عالم کا بہت بڑا انقلاب ہے

تیرا یہ زوال انفرادی سطح پہ بھی ہوا قومی سطح پہ بھی
علم میں بھی ہوا عمل میں بھی،
وہ بھی کیا دن تھے کہ تو لعلوں سے مہنگا بِکتا!
جب کبھی نعرہ زن ہوتا بحر و بر کانپ اٹھتے
فلک تیور بدلتا
کرّ و بیاں انگشت بدنداں!
اگر کوئی تیری غیرت کو للکارتا
دم بھر کی مہلت نہ دیتا
کسی قوت کو خاطر میں نہ لاتا
نہ ہی کسی امداد کی مطلق پروا کرتا
پہاڑوں سے ٹکرا جاتا چٹانوں کو ہلا دیتا
کسی کثرت سے خوف نہ کھاتا
کسی میدان میں اَڑ جاتا، بازی لے جاتا
تیرے تیوروں کی تاب لانا کسی کے لیے بھی ممکن نہ تھا
تیری سطوت و ہیبت سے بحر و بر لرزتے
تیری گونج سے شیروں کے پتے پانی ہو جاتے
اگر کسی میدان میں موت سے سامنا ہو جاتا
آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتا
تیری جبین کی سلوٹ
کسی نئے انقلاب کا عنوان بن جاتی

جس جاہ و حشمت کی خاطر دنیا مارے مارے پھرتی ہے
تیری لونڈی بن کر تیرے حضور
دست بستہ باریابی کی منتظر رہتی
تیرے نام کی گونج سے دنیا کا کونہ کونہ گونجا
پہاڑ گونجے، صحرا گونجے
مست گونجے، رند گونجے
مدہوش گونجے، بے ہوش گونجے
ہر کوئی گونجا، مگر
آج یہ گونج قصہء پارینہ بننے لگی
تیری تاریخ کے تابناک قصے افسانے بننے لگے
تیری سطوت و ہیبت کی داستان قصہء ماضی بننے لگی
وقت کی گردش نے تیرے کردار کو دھندلا دیا
آج تیرے کسی میدان میں کوئی عَلَم نہیں لہرا رہا
نہ دین کے میدان میں نہ دنیا کے
نہ علم کے، نہ عمل کے
نہ عبادات کے، نہ معاملات کے
اگر تیرے یہ مشاغل اور محافل
جن میں گم ہو کر تُو اپنی آب کھو بیٹھا ہے
تجھے کچھ فرصت دیں تو اپنا محاسبہ کر
زندگی تیز رفتاری سے گزر رہی ہے

دیارِ ہستی کی شام ہونے کو ہے
سانس کا رشتہ ٹوٹنے کو ہے
شیرازہ بکھرنے کو ہے، دیا بجھنے کو ہے
وقت کی قدر کر، مہلت کو غنیمت جان
زندگی یوں گزار کہ تجھے یہاں سے جانے کا افسوس نہ ہو
اے ملت کے پاسبان!
گزرے ہوئے دور کی داستانوں سے دل نہ بہلا
ملت کی داستان کا آغاز کر
جو کسی گزری ہوئی داستان سے کم نہ ہو
ہر داستان کی ابتداء جدوجہد سے ہوتی ہے
جدوجہد جب جوبن پہ آتی ہے داستان بن جاتی ہے
جدوجہد کے میدان میں اتر
تاریخ عالم تیری داستان سننے کی منتظر ہے
وقت تیری ضرورت کو پھر تسلیم کر رہا ہے
اگر تو نے تاریخِ عالم کے صفحات پہ
نئے عنوان تحریر کرنے ہیں تو
وقت کی آواز سن
اتحادواخوت کا علمبردار بن
جو دُھونی بجھ گئی ہے، اسے پھر سے رما
جو آگ سرد پڑ چکی ہے، اسے پھر سے دہکا

جو شعلہ بجھ چکا ہے، اسے پھر سے بھڑکا
شبستانِ عشرت سے باہر آ
یہ دَور بات کا نہیں، صفات کا منتظر ہے
زندگی کے کارزار میں کوئی عملی نمونہ پیش کر
تیرے پاس نمونوں کے انبار لگے پڑے ہیں
صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت
عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت
عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت
علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت
حسین علیہ السلام کی شہادت
اویس رضی اللہ عنہ کی خاموش محبت
جنید رحمۃ اللہ علیہ کا مراقبہ توحیدِ افعالی
بوعلی رحمۃ اللہ علیہ قلندر کا جذب اور
مخدوم صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جلال
تیرا قابلِ فخر سرمایہ ہے
روشنی کے اِن میناروں سے اپنی راہ منور کر
یہ نشانِ منزل بھی ہے، جادہ بھی
اپنے اسلاف کے نام کی لاج رکھ
تیرا چلنا پھرنا عام انسانوں کا سا ہو
لیکن سوچ...... نافع الخلائق

ملت کی اقبال مندی کے لیے متحد ہو

ذات کو ملت پہ قربان کر

زندگی جہاد ہے

جہاد میں لڑنا مجاہد کا کام، فتح ونصرت اللہ کے ہاتھ

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو

اللہ موجود ہے، رحمت بھی موجود ہے

دنیا بھر کی باطل قوتیں مل کر بھی حق کو مٹا نہیں سکتیں

اِس چراغ کو بجھا نہیں سکتیں

اس سفینے کو ڈبو نہیں سکتیں

یہ ہچکولے تیری بیداری کے لیے ہیں

ماں نے جب بھی بچے کو پیٹا دلجوئی ضرور کی

اور ہمارا رب تو ماں سے سوگنا زیادہ مہربان ہے

اے ہمارے رب! پٹائی تو ہماری ہو چکی

اب دلجوئی باقی ہے

تو اپنے حبیب اقدس ﷺ کی ہمیشہ ہمیشہ قائم رہنے والی

نبوت ورسالت کے صدقے ہمیں ہماری کھوئی ہوئی

عزت وعظمت شان وشوکت سطوت وہیبت

اور غیرت وتمکنت پھر سے عنایت فرما آمین

یَاحَیُّ یَاقَیُّومُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ یَآاَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

یَاحَیُّ یَاقَیُّومُ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

عالم کو عمل

مومن کو کردار

مجاہد کو شجاعت

فقر کو زہد و تقویٰ عنایت فرما

یَاحَیُّ یَاقَیُّومُ اِسْمَعْ وَاسْتَجِبْ اَللّٰہُ اَکْبَرُ الْاَکْبَرُ آمین

نوازش تیری قدیم عادت ہے، اسے پھر سے دہرا

تیری تاریخ ایک مدت سے اس منظر کی منتظر ہے

یا حی یا قیوم آمین

جب آئی پہ آئے، سبل السلام کی راہیں بتا دیں گے

بگڑی ہوئی بات بنا دیں گے

قالوابلیٰ کے اقرار کو الست بنا دیں گے

جو کبھی نہیں مانے، منا دیں گے

گرتی ہوئی تمکنت کو کبھی گرنے نہ دیں گے

اسلام کی دو مایہء ناز سبل السلام:

- ☆ ذکر الٰہی
- ☆ خدمت خلق

ہر شے انتہا پہ پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے

ذکر اور

خدمت

لامنتہیٰ ہیں۔ ہر حال میں، شب و روز، زندہ اور قائم رہتے ہیں

فلاح کا انحصار شاہی و گدائی پہ نہیں، خالق کی عبادت اور مخلوق کی خدمت پہ موقوف۔

☆ اللہ کا ذکر

☆ اللہ کے دین اسلام کی دعوت و تبلیغ

☆ اللہ کی مخلوق کی بے لوث خدمت

یہ اللہ کے کام ہیں، ماسوا سے کلیتًا لا یحتاج۔ وقف و مخصوص۔ عرفِ عام بھی ہیں، گمنام بھی۔

ذکر الٰہی اور دعوۃ و تبلیغ کے بیشمار اجزاء ہیں،

پیری مریدی ایک جزو ہے

پیری مریدی محدود،

ذکر الٰہی، دعوت و تبلیغ الاسلام اور خدمت خلق ...... لامحدود ماشاء اللہ

مقام و مکان کی قیود و حدود سے بالا،

جہاں چاہے جدھر چاہے نکل جا۔

کسی ایک درخت کے سایہ تلے یہ سب کچھ ہو سکتا ہے

جو برکات سایہ تلے ہیں، محلات میں نہیں

پیری مریدی محدود۔ بالکل ہی محدود۔ چندافراد پہ مشتمل
اور ذکرالٰہی کی مجلس لامحدود۔
ارض وسما پہ محیط
جہاں چاہے، جدھر چاہے نکل جائے
ہمہ وقت جاری وساری۔
مکان بدلتے رہتے ہیں،
یہ کام......ذکرالٰہی، دعوۃ وتبلیغ الاسلام اور خدمت خلق......کبھی نہیں بدلتے
قیامت تک قائم ودائم رہتے ہیں ماشاءاللہ!
بندگی کے تین اجزاء ہیں:

☆ ذکرالٰہی
☆ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی اطاعت واتباع
☆ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخلوق کی خدمت اور اس کے ساتھ حسن سلوک

مخلوق کی خدمت میں خالق کی خوشنودی تلاش کر۔
خدمت میں تیراپہلانمبرہو۔
خدمت خلق کا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ اسے ظلمت سے نکال کر روشنی وہدایت کی طرف لایا جائے۔اور اصطلاح دین میں اسے تبلیغ کہتے ہیں۔
برائی سے باز رہنا اور
برائی سے باز رہنے کی تلقین کرنا اصل تبلیغ
کوئی ایسا کام ضرور کرکے جا جو تیرے چلے جانے کے بعد تیری نمائندگی کرے اور تیرے رب کی مخلوق فیضیاب ہو اور یہی باقیات الصالحات کا حقیقی مفہوم ہے۔

مخلوق کا خیر خواہ بندوں میں سے چنا ہوا ہوتا ہے۔

تیرے آنے سے دین کو کیا فائدہ پہنچا،

اور خَلق نے کیا فیض پایا؟

جو کام وکلام اللہ ذوالجلال والاکرام اور میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی خوشنودی کے لیے کیا جاتا ہے اور صرف خَلق کی بھلائی مقصود ہوتی ہے...... عین حکمت الٰہی کا مظہر، توحید الی اللہ کا انسب معمول اور ثواب وعذاب سے بالا۔

اصطلاح میں اسے مظہر العجائب والغرائب کہتے ہیں۔

عرفان اگر عقدہ کشا نہیں گویا گورکھ دھندہ ہے۔

تیرے عرفان سے مخلوق کو کیا فائدہ پہنچا؟

عرفان اگر نافع الخلائق نہیں تو کیا ہے؟

تیرا مقام خاک اور تیرا کام خدمت ہو۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی مقام نہیں اور اس سے افضل اور کوئی کام نہیں۔

مقام کوئی ہو نہ ہو، ترک الی اللہ اور خلق کی خدمت میں تیرا پہلا نمبر ہو۔

تیرے گھوڑے سے آگے کوئی گھوڑا نہ ہو۔

خدمت خلق ایک وسیع المعانی فیض ہے جو کبھی بند نہیں ہوتا، سدا جاری رہتا ہے۔

مرجع خلائق کے مقام پہ مخلوق کی خدمت شب وروز جاری رہتی ہے، دم بھر کے لیے بھی بند نہیں ہوتی۔ اور ظاہر وباطن کا ہر دم مخلوق ہی کی بھلائی کے لیے وقف ہوتا ہے۔

جو دنیا میں مرجع خلاق نہیں، قبر میں بھی نہیں

جو زندگی میں کسی کو کوئی فیض نہ دے سکا قبر میں کیا دے گا؟ البتہ اس کی مغفرت کی دعا مانگ۔

سبل السلام کی انتہا...... جملہ منہیات سے اجتناب

دیکھ لینا! دھونی رما دیں گے

مچ ہی میں دھوم مچا دیں گے

اور مچ کو سچ بنا دیں گے اور یہی رندی کا دستور

اور مٹنے کا طریق بھی بتا دیں گے

کسی میر و سلطان سے کوئی واسطہ نہ رکھنا

مفلوک الحال مساکین کی گتھلی بھرتے رہنا

یہی طریقت التام کی اسناد اور

یہی فتنات سے باز رہنے کا دستور!

طریقت نے اسے مرحبا کہا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک فقرالیٰ اللہ کی یہ خصلت ہمیشہ قائم دائم رہی اور کسی بھی زمانے میں کبھی نہ بدلی، نہ بدلے گی اور یہ خصلت ہے...... ماسوا سے کلیتاً مستغنی و بے نیاز رہنا اور کسی میر و سلطان سے کوئی واسطہ نہ رکھنا۔ کھا کر کھلا کر، کل کے لیے جمع نہ رکھنا اور مہاجر الی اللہ ہو کر متوکل علی اللہ زندگی بسر کرنا۔

قومیں بدلیں اور بدلتی رہیں، فقر کی یہ خصلت ہمیشہ اسی حال میں لازوال رہی، لازوال ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

حضرات گرامی! میرے شیخ الشیوخ اور مشائخ عظام نے مجھ کو ہدایت کی ہوئی ہے کہ کسی بھی میر و سلطان سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا اور نہ ہی ان سے

کسی بھی قسم کا کوئی نذرانہ قبول کرنا ہے

یہ عام گزرگاہ ہے...... ہر راہگیر یکساں

ماسوا سے لاپروا رہنا اور تیرے روبرو کسی کو بھی کسی خاطر میں نہ لانا

زھد وتقویٰ کی زینت اور آبرو ہے ماشاءاللہ

میر وسلطان سے دوری...... اصل حضوری

اسے بار بار دیکھ اور خوب غور سے دیکھ

تیری دنیا دین ہی کے رنگ میں رنگی ہو اور ساریٔ کی ساری رنگی ہو

یہ رہبانیت نہیں، عین اسلام ہے۔ روح بھی کہیں، تو بے جا نہیں۔

اس دور کی فقیرانہ زندگی، رہبانیت نہیں، عین اسلام ماشاءاللہ!

کسی کی بھی ہو، حیرت انگیز ہوتی ہے اور پسند

پسندترین بھی کہیں تو بے جا نہیں

اور اکابرین کی زندگی میں شمار نہیں کی جاتی البتہ حیران کن ضرور ہوتی ہے۔

ان ہی سے پوچھ کہ کیا ہوتی ہے

سارنگی کی تمام تاریں بیک وقت اپنے ہی اندر بجادیں

نہ من رہا نہ دھن...... ایک ایک کر کے اڑادیں، سر بازار لٹادیں!

اپنے آپ کو منانا تھا، منالیا

اپنے آپ کو رلانا تھا، رلالیا

اپنے آپ کو سمجھانا تھا، سمجھالیا

اپنی دھونی آپ رمانی تھی،، رمالی

اپنے ہی اندر یہ صف بچھانی تھی، بچھالی

جوں جوں کوئی اپنی منزل کے قریب ہوتا جاتا ہے، دنیا سے دور ہوتا جاتا ہے
اور یہ دوری حضوری کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔
ترکِ دنیا بچوں کا کھیل نہیں، مردوں اکھاڑا ہے
اس میدان میں بڑے بڑے جوانمرد گھٹنے ٹیک گئے۔

O

میرے انتظار میں نہ رہا کرو
میں کسی کام میں مصروف ہوں
میرا انتظار مت کیا کرو
میرے اپنے شیخ کی تقلید مجھ پہ واجب ہی نہیں، فرض عین ہے
میں اُن کی تقلید کا پابند ہوں، ہر کسی کا نہیں
طریقت میں بعض رسومات قدیمی ہیں، ہمیشہ سے جاری ہیں
نہ میں کرتا ہوں، نہ انکار کرتا ہوں
میں کسی امر کا پابند کاہوں
مجھے اپنا پابند مت کیا کرو
میرے پیر قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں تجھے ایک مسلمان بنانا چاہتا ہوں......
وہ مسلمان جو قدرت کی حکمت پہ کبھی اعتراض نہ کرے۔ تسلیم و رضا کا پابند ہو۔ جس کی اپنی کوئی مرضی نہ ہو۔ اللہ ہی کی مرضی اس کی مرضی ہو۔

اوئے میری اپنی کوئی بھی مرضی نہیں۔ یہ جان اُن ہی کی مرضی کے مطابق نقل و حرکت پہ رقصاں۔

جب یہ سنا کہ

''میری حکمت کے تحت، میں جس بھی حال میں جہاں رکھوں رہنا ہوگا''۔

چپ ہوگیا۔ پھر کسی بھی حال میں کبھی شکوہ نہیں کیا۔ الحمد لله علی کل حال اور یہ مقامِ تسلیم ورضا سلوک کی منزل کا اولین مقام ہے۔

یہ بندہ ایک پردیسی ہے، راگیر ہے، مسافر ہے، اس کا کوئی وطن نہیں اور مہاجرالی اللہ ہے ماشاءاللہ

ہر حال میں ہر کسی کی بھلائی چاہتا ہے۔ دنیاوی امور میں پریشان مت کیا کرو۔ اور یہ اس بندہ کی سب سے بڑی خدمت ہے جو کسی نے کی۔

ہجرت میں حکمت ہوتی ہے۔ کوئی بھی حرکت حکمت سے خالی نہیں۔ دیارِ ہستی کے مہاجر اپنی کوئی مرضی نہیں رکھتے، اللہ ہی کی مرضی اُن کی مرضی ہوتی ہے۔

اللہ نے ہجرت کرنے والوں کی شان میں یہ فرمایا کہ

''بیشک جو لوگوں ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے'' (البقرہ:۲۱۸)

''سو جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور قتل کیے گئے، میں ضرور ان سے ان کے گناہ دور کردوں گا اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے (درختوں کے) نیچے نہریں جاری ہیں یہ بدلہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ کے پاس اچھا بدلہ ہے۔ (آلعمران:۱۹۵)

اللہ کا یہ فرمان ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے اللہ کے لیے مٹی کا ایک بے قدر گھر، بے وفا دوست اور ناپائیدار مال چھوڑا

سلوک کی منزل میں سالک دیارِ ہستی کا مہاجر ہوتا ہے اور مہاجر الی اللہ ہوتا ہے ماشاء اللہ، اور ہجرت کے رتبے کو کوئی رتبہ نہیں پا سکتا۔

جس نے اللہ کے لیے ہجرت کی اور اللہ کی طرف ہجرت کی، دیارِ ہستی کو خیر باد کہا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کہا، جن کا دنیا میں جینا اور مرنا اللہ ہی کے لیے رہا، اللہ کے سوا کوئی اور غرض و غایت مطلق نہ تھی، دنیا میں مسافروں کی طرح رہے اور دل کی دنیا میں اللہ کے سوا کسی اور چیز کو کبھی داخل ہونے نہ دیا اور کسی بھی رنگ میں کبھی داخل ہونے نہ دیا مہاجرالی اللہ ہیں اور اللہ ہی اپنی راہ میں ہجرت کرنے والے مہاجرین کے مقام کا واقف ہوتا ہے

واضح ہو کہ ایک معمولی دنیاوی ہجرت مہاجر کو تمام گناہوں سے پاک کر دیتی ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اور جن لوگوں نے ظلم سہنے کے بعد اللہ کے لیے وطن چھوڑا ہم انہیں دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہے۔

میں نے کوئی بھی کام اپنی طرف سے نہیں کیا، قدرت ہی کے تحت محوِ عمل رہا۔

تہی دست مسافر کا جنگل میں توکلت علی اللہ رہنا اور تیرا بن مانگے عنایت فرمانا، تیری قدرت ہی کا اعزاز ہوتا ہے۔

اللہ اپنے بندوں کو، جنگل ہو یا بیابان، ایسی جگہ سے رزق عنایت فرمایا کرتے ہیں جہاں سے کسی بھی طرح آنے کی امید نہیں ہوتی۔

مسافرت......عجیب و غریب نمونے کی مظہر

مسافر کچھ بھی نہیں رکھتا مگر پہنا ہوا لباس اور ضروریات کی ایک بقچی......اور یہی مسافر کی زندگی ہوتی ہے۔

مسافرت ترک کی اصل ہے۔

مسافر تارک ہے ...... تارک وطن، تارک ارض اور تارک مکان۔

مسافر کوئی مال اپنے پاس نہیں رکھ سکتا مگر پہنا ہوا لباس اور ضروریات کی ایک بقچی جسے کہ وہ آسانی اپنے ہمراہ اٹھا سکے گویا مسافر کی ساری دنیا ایک بقچی میں ہوتی ہے۔

مسافر متوکل علی اللہ ہوتا ہے۔ صبح کی تو شام کا اور شام کی تو صبح کا نہ ذخیرہ کرتا ہے نہ فکر اور نہ ہی زندگی کی امید۔

مسافر راہگیر ہے۔

ذرا سی دیر کے لیے آیا، تھوڑی دیر ستایا اور چلا گیا۔ اسے کسی کے معاملہ سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ معاملات میں الجھا کرتا ہے۔

طریقت......مسافرت کی اصل

مقامات......مسافرت کے تابع

اللہ مطلوب، زندگی منزل اور نفس مسافر ہے۔ مسافر جب تک سفر ختم نہیں کرتا، بے آرام رہتا ہے گویا زندگی منزل ہے اور نفس مسافر۔ اور کوئی مسافر بوڑھا ہو یا جوان کبھی راہ میں ڈیرہ نہیں جماتا۔ جب تک سفر ختم نہیں ہوتا، برابر چلتا رہتا ہے۔

جہاں سے تو آیا ہے، وہیں جانے کا سفر اختیار کر۔ آتے وقت تیرے پاس کچھ نہ تھا، جاتے وقت بھی کچھ نہ ہو۔

تو نے اتنا بوجھ لادا ہوا ہے کہ مسافر اسے اٹھا نہیں سکتا۔ کمر توڑ رکھی ہے۔ چند ضروری اشیاء پہ اکتفا کر، ہلکا پھلکا بن اور ہر حال میں اپنے رب ہی کی طرف راغب رہ۔

تیری رغبت کسی اور طرف راغب ہونے نہیں دیتی!

اللہ ہادی ہے

میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم مہدی

ہادی رہنمائی فرماتے ہیں اور

مہدی......پیشوائی

نہ ہدایت کی انتہا، نہ پیشوائی کی

ہمہ وقت جاری۔

جہاں بھی رہا، ہادی ساتھ رہا

ہادی نے ہدایت کی حد مکا دی!

ہادی زندگی کا رہنما ''اگر مگر'' انکار

رہنمائی کا انکار مت کر۔

ہادی کی ہدایات ہی پہ کاربند رہنا، کسی بھی قسم کا انحراف نہ کرنا، کامیابی کی اصل ہے۔

بندہ ابھی اسلام کے اس پہلے ہی سبق پہ جو کہ مجھے پہلے دن دیا تھا جدوجہد کر رہا ہے۔ جس طرح کرنے کا حکم دیا گیا تھا ابھی تک پوری طرح سے نہیں کر سکا۔ جب کہ یہ حال ہے کیا ہمارا حال، کیا ہماری طریقت اور کیا رہنمائی!

مجھے سبق دیا گیا کہ تم دنیا میں مسافر کی طرح رہو اور مسافر کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا مگر پہنا ہوا لباس اور ضروریات کی ایک چھوٹی سی بقچی جسے کہ وہ آسانی سے اپنے ہمراہ اٹھا سکے۔ اس سے زیادہ کوئی مسافر کوئی سامان اپنے ہمراہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور اپنے تئیں ان مُردوں میں شمار کرو جو قبروں میں ہیں اور مردہ کی کوئی تمنا

نہیں ہوتی مگر یہ اور صرف یہ کہ اللہ اسے دوبارہ زندگی بخشے اور وہ دنیا میں جا کر اس کی بندگی کرے۔

قرآن کریم اور سنت مطہرہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو کچھ بھی ہے، اس کی ہر شے اہل سلوک کے طریق میں مضمر و مظہر ہوتی ہے۔

پیشوائے طُرقِ طریقت کے طریق کا سلوک معیار! اللہ اللہ ماشاءاللہ

اصحابِ صُفہ کے ظل کا ایک ظل ہوتا ماشاءاللہ!

جب وہ اللہ کے پُراسرار بندے ہر شے اور ہر شے کو جو ان کی منزل کی محویت میں مخل ہوتی ...... حرام قرار دے کر دستبردار ہو جاتے، یہی عاشقان باصفا اور کشتگان باوفا کا دستور ہوتا۔

تیرے وہ پُراسرار بندے جو تیری دنیا میں مسافروں کی طرح رہتے مُردوں کی طرح جیتے اور مَردوں کی طرح مرتے، جن کی نظروں میں تیری دنیا کی کوئی بھی شے اور کوئی بھی منصب مطلق نہ جچتا، آج کہیں نظر نہیں آتے نہ معلوم کدھر چھپ گئے؟ ان کے بغیر بزم کونین میں کوئی رونق نہیں۔

وہ گزرا ہوا دور، وہ چھنی ہوئی عظمتیں ...... وہ کھوئی ہوئی رفعتیں، وہ لُٹی ہوئی سطوتیں پھر سے لا۔ یا حی یا قیوم لا الہ الا انت یاارحم الراحمین آمین آمین

وہ بھی کیا دن تھے کہ جنگل کے بھیڑیئے ہمارے دنبوں کا اکرام کرتے۔ جس جنگل میں ہمارے دنبے چرتے، بھیڑیئے اس جنگل کو چھوڑ کر دور دراز علاقوں میں جا بستے۔

اور وہ بھی کیا دن تھے کہ شیر ببر ہماری کلیوں کے آگے وفادار خادموں کی طرح پہرہ دیتے اگرچہ ہمیں ان کے پہرے کی مطلق ضرورت نہ ہوتی۔

اے جان من! ایک وہ بھی دن تھے کہ جنگل کے ریچھ ہمارے وضو کے لیے چشموں سے کوزے بھر کر لاتے۔

تجھے کیا بتاؤں ہم نے کیسے کیسے دن دیکھے! جب ہم جنگل کی ہرنیوں کو آواز دیتے اس جنگل کو ہمارے شیخ صاحب نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا ہے ان کی دعوت کے لیے دودھ دے جائیں، سنتے ہی دوڑتی ہوئی آتیں اور ہم ان کا بکریوں کی طرح دودھ دوہتے اور اگر ہاتھیوں کو حکم دیتے حضرت صاحب کو سیر کرانے کیلئے حاضر ہو جاؤ، جنگل کے تمام ہاتھی حاضر ہو جاتے واللہ باللہ تاللہ!

وہ بھی کیا دن تھے کہ دریا ہمارا کہا مانا کرتے تھے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اطلاع دی کہ نیل کا پانی بند ہو گیا ہے قبطی کہتے ہیں کہ جب تک کسی خوبصورت جوان لڑکی کو دلہن کی طرح سجا دھجا کر دریا کی بھینٹ نہ چڑھایا جائے دریا نہیں بہے گا اور یہ اس دریا کی قدیم عادت ہے، میں نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا ہے اور ان پر واضح کر دیا ہے کہ یہ باتیں اب نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی ہم اپنے خلیفہ کے حکم کے بغیر کبھی ایسی بات کرنے دیں گے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی تو جلال میں آ گئے اسی وقت ماشاء اللہ سبحان اللہ الحمد للہ وہیں بیٹھے دریا سے مخاطب ہوئے:

”اے نیل! سن مجھے پتہ چلا ہے کہ تو ایک دوشیزہ کی بھینٹ لے کر چڑھا کرتا ہے گویا تیرا بہنا تیری اپنی ہی مرضی پہ موقوف ہے۔ اے نیل! سن اگر تیرا بہنا اور نہ بہنا تیری مرضی پہ منحصر ہے تو ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں اور بالکل نہیں۔ ہمیں تو ایسے دریا کی ضرروت ہے جس کا بہنا اور بند ہونا اللہ ہی کی طرف سے اور اللہ ہی کے حکم

سے ہو اور اگر تو میرے اللہ کے حکم سے بہتا ہے، میں اللہ کے رسول ﷺ کا خلیفہ عمر تجھ کو حکم دیتا ہوں کہ ابھی بہہ اور یہ تنبیہ بھی کرتا ہوں کہ تیری مجال ہی کیا کہ تو نہ بہے''

یہ لکھ کر مصر کے گورنر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کو بھیج دیا

اے نیل! گر تو تابع رب ذو الجلال ہے

پھر کیوں نہ بہے تو تیری کیا مجال ہے!

یہ کہنے ہی کی دیر تھی اور اس خط کے دریا میں گرنے کی دیر تھی کہ دریائے نیل میں سیلاب امڈ آیا۔

سبحان اللہ! الحمدللہ! وہ بھی کیا دن تھے کہ شہر کے کتے بھی ہمارے حکم سے سرتابی نہ کر سکتے تھے۔ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کو جب مدائن کی بدعنوانیوں کی خبر ملی آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ فوراً جا کر مدائن کا نظم وضبط اپنے ہاتھ میں لیں۔ حکم ملتے ہی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اپنا بوریا بستر اٹھایا اور مدائن کو چل دیئے۔ ادھر مدائن کے لوگوں کو یہ پتہ چلا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نیا گورنر مدائن کے لیے مقرر فرمایا ہے تو ان کے استقبال کیلئے شہر سے باہر آ گئے۔ جب انہوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو سمجھے کوئی کسی منزل کا تھکا ماندہ راہی ہے، ہمارا گورنر فارسی رضی اللہ عنہ نہایت شان وشوکت سے کہیں پیچھے آتا ہو گا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر انہیں جب اپنا تعارف کرایا کہ میں ہی وہ شخص ہوں جسے کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت کے لیے مامور فرمایا ہے تو وہ حیران وششدر رہ گئے۔ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ یہ گورنر؟ اور پھر مدائن کا؟ مدائن کے حالات بہت ابتر ہیں یہ بیچارہ سیدھا سادا بھولا بھالا کسی خانقاہ کا ملنگ یا کسی مسجد کا ملا ہے، یہ تو کسی بھی طرح حالات پہ قابو نہیں پا سکتا۔

آپ کو سرکاری رہائش گاہ میں قیام کی دعوت دی گئی لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے مسترد کردی اور فرمایا میری ضرورت کی ہر شے میرے پاس ہے اور میں اپنا قیام اس مسجد ہی میں کروں گا۔ اس پہ وہ اور خوش ہوئے کہ چلو یہ بھی اچھا ہوا، عشا سے فجر تک مراقبہ میں رہیں گے اور شہر اللہ کے حوالے۔

آپ رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ خاموشی سے سنتے رہے پھر دوسری رات شہر میں چوری کی بے شمار وارداتیں ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو مطلع کیا گیا کہ شہر میں رات بھر لوٹ مچی رہی ہے اور لوگوں پر خوف و ہراس طاری ہوگیا ہے، اس کا مداوا فرمائیں۔

عصر کی نماز کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے پہلا اعلان فرمایا کہ آج رات کسی صندوق اور دروازے کو کوئی تالا نہ لگے اور تمام گھروں کے دروازے کھلے رہیں۔ اس پہ انہوں نے خوب تالیاں بجائیں نیز آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آدھی رات کے بعد کوئی آدمی اپنے گھر سے باہر قدم نہ رکھے کہ اگر وہ مارا گیا تو گورنر اس کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ اس پہ وہ اور زیادہ ہنسے۔

مدائن کے تمام دانشور انگشت بدنداں اور متحیر تھے کہ نہ معلوم اس میں کیا حکمت ہے پھر وہ رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر تشریف لائے اور ایک کتے کو فرمایا ادھر آ اور میری بات سن! یہ سنتے ہی وہ کتا دوڑتا ہوا آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے قدموں پہ سر رکھ دیا۔ آپ نے کتے کو فرمایا: ''جا اور شہر کے تمام کتوں کو میرا یہ حکم سنادے کہ رات بھر کسی بھی آدمی کو شہر میں آنے جانے نہیں دینا اور نہ ہی ادھر ادھر پھرنے دینا ہے۔ اگر کوئی ایسا کرے اسے صبح تک اپنی تحویل میں رکھو۔''

یہ حکم سنتے وہ کتا تمام شہر میں گھوم گیا اور ایک ایک کو اپنے آقا کا حکم پہنچادیا۔

سبحان اللہ! الحمدللہ!

صبح آپ رضی اللہ عنہ نے سارے شہر کا دورہ فرمایا اور دیکھا کہ جگہ جگہ شہر کے کتے

چوروں کو قابو میں لیے بیٹھے تھے جب تک آپؒ نے ان کو آزاد کرنے کا حکم نہیں فرمایا وہ اسی طرح کتوں کی تحویل میں رہے

پھر آپؒ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا کہ اے مدائن کے لوگو! جب میں تمہارے پاس پہنچا تو تم مجھ پر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ میں کسی بھی طرح تمہاری حفاظت کے فرض سے عہدہ برآ نہ ہوسکوں گا، تم نے دیکھ لیا جس کام کو تم میرے لیے مشکل سمجھتے تھے وہ اس شہر کے کتوں کی تحویل میں ہے۔

پھر اس کے بعد مدائن میں مکمل امن ہوگیا اور کبھی چوری کی واردات نہیں ہوئی۔

یہ سب کیا تھا اور کیوں تھا؟

اس لیے اور صرف اس لیے کہ ہماری اپنی کوئی زندگی نہ تھی اور نہ ہی کوئی مرضی ہوتی تھی۔ ہم جو کچھ بھی کرتے تھے اللہ ہی کے لیے اور مخلوق کی صلاح وفلاح کے لیے کرتے تھے، اجرت وعوضانہ کے لیے نہیں۔ اللہ کی اطاعت کا جلال شیاطین کو جلا دیتا ہے۔ ہماری مرضی جب اللہ کی مرضی میں مدغم ہو جاتی، اللہ کی ہو جاتی۔ اس حال میں ہم جو کچھ بھی کہتے اسی طرح ہو جاتا، ذرا بھی دیر نہ لگتی۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے جس نے میرے دوست سے عداوت کی تو میں اس کے ساتھ جنگ کا اعلان کروں گا اور مجھے اپنے بندے کا مجھ سے قرب حاصل کرنا کسی اور ذریعہ سے اتنا محبوب نہیں جتنا اس سے جو میں نے اس پر فرض کیا ہے اور میرا بندہ ہمیشگی نوافل سے میرے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے

اور اس کی وہ آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا وہ ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا وہ پیر جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے (کسی چیز کا) سوال کرتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں اور اگر (کسی چیز سے) پناہ مانگتا ہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں ور مجھ کو کسی چیز سے جس کا میں کرنے والا ہوں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ نفسِ مومن (کے معاملہ) میں ہوتا ہے کہ وہ موت کو برا سمجھتا ہے اور میں اس کی برائی کو برا سمجھتا ہوں

(بخاری شریف جلد سوم صفحہ ۳۲۵ شمار ۱۴۱۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کھڑے خطبہ جمعہ دے رہے تھے کہ دفعتاً خاموش ہو گئے۔ پھر ایک بلند آواز میں فرمایا: یا ساریة الجبل

چنانچہ اس آواز کو سنتے ہی لشکر اسلام نے اپنی پشتوں کو پہاڑ کی جانب سے بڑھنے والے خطرے سے محفوظ کر لیا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی آنکھوں سے دیکھا اور ساریہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے کانوں سے سنا، ان آنکھوں اور کانوں سے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اوپر بیان فرمایا ہے

عمر رضی اللہ عنہ کی آواز اللہ کی آواز بن کر گونجی کہ سینکڑوں میل دور لڑنے والے سپاہیوں نے اسے سنا اور اس پر عمل کیا۔

اللہ کرے ہمیں بھی ایسی ہی آنکھیں اور ایسے ہی کان نصیب ہوں آمین

ذکر و طاعت سے حال اور حال سے جلال پیدا ہوتا ہے۔

جلال جب جوبن پہ آتا ہے جمال بن جاتا ہے۔

ذکر و طاعت تیری منزل کے دو نشان ہیں،

یہ نشان گرنے نہ پائیں۔

آپ کی آنکھیں، کان، زبان، ہاتھ اور پاؤں ہر وقت ہر حال میں اللہ اور

اللہ کے حبیب اقدس ﷺ کے حکم کے تابع فرمان ہوں۔ نہ نافرمان ہوں نہ سرکش۔
پھر یہ آنکھیں، کان، ناک، زبان، ہاتھ اور پاؤں اللہ کے ہیں۔

اور اللہ کی بصارت وسماعت، گرفت واستقامت انسانی فہم وادراک سے کہیں بالاتر ہوتی ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دربار میں ایک مرتبہ ایک وفد پیش ہوا انہوں نے کہا کہ جن صاحب کو آپ نے ہم پر گورنر مقرر فرمایا ہے، ان کے خلاف اور تو کوئی شکایت نہیں البتہ یہ تین شکایتیں ہیں

اولاً وہ رات کے وقت کسی سے نہیں ملتے!

ثانیاً صبح اپنے گھر سے دیر سے باہر نکلتے ہیں!

ثالثاً مہینے میں ایک دن تو بالکل ہی نہیں نکلتے اور نہ ملتے!

آپ رضی اللہ عنہ نے وفد کی شکایات سن کر انہیں دربار میں طلب فرمایا اور جو شکایتیں وفد نے کی تھیں انہیں بتائیں۔ انہوں نے جواب دیا:

میں سارا دن امور سلطنت میں مصروف ومنہمک رہتا ہوں۔ عبادت کے لیے مجھے کوئی وقت نہیں ملتا پس میں رات کو اپنے اللہ کی یاد میں محو ہو جاتا ہوں!

نیز عرض کی! میرے گھر میں کوئی نوکر یا خدمت گار نہیں صبح میں اپنے گھریلو کام اپنے ہی ہاتھوں سے انجام دیتا ہوں اس لیے مجھے ذرا دیر ہو جاتی ہے۔

مہینے میں ایک دن اس لیے باہر نہیں نکلتا کہ میرے پاس صرف ایک جوڑا کپڑے ہیں، میں ان کو اس دن دھوتا ہوں اور جب وہ سوکھ جاتے ہیں پہن کر باہر نکلتا ہوں۔ میرے پاس کوئی دوسرا کپڑا ہی نہیں کہ جسے پہن کر باہر نکل سکوں۔

اس پہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے فرمانے لگے کہ میں نے ان

کے انتخاب میں کوئی غلطی نہیں کی۔

سلف صالحین کے یہ تذکرے اللہ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے اپنے بندوں کی زبانوں پہ زندہ رکھے ہوئے ہیں اور یہی باقیات الصالحات ہیں۔

اے ہمنشین! اپنے اس کھوئے ہوئے مقام اور لٹی ہوئی عظمت کو پھر سے حاصل کر ورنہ کیا کسی کا قال اور کیا کسی کا حال، کیا کسی کی منزل اور کیا کسی کا مقام!

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

الانسان سری وانا سرہ

انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں

بیشک وہ بندے پُراسرار ہوتے الانسان سری وانا سرہ کے رازداں بن کر نام ونمود اور ہست وبود کی بستی کو لٹا کر اور ہستی کو مٹا کر صدق دل سے ...... دنیا کو ہیچ وبیکار سمجھ کر الست کے نشے میں مست ہوکر جب عاشقانِ طریقت کی منزل پہ گامزن ہوتے، ایک اکھاڑا جم جاتا۔

طریقت کا جب احرام باندھ لیتے، کون ومکاں کی ہر شے سے مستغنی ودستبردار ہوجاتے ...... جیتے ...... مگر اللہ کے لیے ...... اللہ اللہ

ترک اُن کی ایک امتیازی شان ہوتا اور وہ کسی بھی قیمت پہ کبھی اس شان کو گرنے نہ دیتے!

اللہ کا نام لے کر جس بھی بحر میں کود پڑتے، کسی ناخدا کو کسی خاطر میں نہ لاتے۔ جہاں جانے کا عزم کرتے پار ہوجاتے۔

توکلت علی اللہ بیڑے ٹھیل دیتے اور صحیح وسلامت ساحل سے ہمکنار ہوجاتے۔

سنت مطہرہ کے عمل کے نور میں مخمور ہو کر جب کچھ کرنے پہ آمادہ ہوتا...... دم بھر کے لیے بھی دیر نہ ہوتی۔ کن فیکون کی کنجی بن جاتا۔

خاکی، نوری، ناری معاون ہوتے۔ رکاوٹ ہوتی تلقین کرتے۔ تلقین کو اللہ کی طرف سے عنایت سمجھتے۔ الٰہی حکمت پہ شکوہ نہ کرتے تقدیر سمجھ کر مطمئن رہتے۔ ہر حال میں حوصلہ برقرار رکھتے کبھی ڈانواں ڈول نہ ہوتے۔ اور ایسے حال میں رہنا جیسے کہ مُردوں کی تمنا تھی، رہتے۔ اس حال میں قابلِ رشک جینا اور قابلِ رشک مرنا ہوتا ہے......

یہ بھی اور ہے طریقت کی راہ

جب بھی کوئی اس پہ چلا، کائنات نے اس کا احترام کیا۔

بالآخر اپنی نسبت کی ناموس کا اکرام کر...... اور اپنے منصب کا احترام! کامیاب! ماشاءاللہ۔

بیشک اللہ کے فقیروں نے دنیا کو حرام قرار دیا ہوا ہے۔ طریقت کی رِیت کی پریت پرانی ہے، کبھی نہیں بدلی اور کبھی نہیں بدلتی!

جس دنیا کے پیچھے دنیا مارے مارے پھرتی ہے، جب ان کے حضور پیش ہوتی تو تھوکتے بھی نہ۔ انداز بدل کر حاضر ہوتی منہ پھیر لیتے، پھر آتی گلے میں رسی باندھ کر کتورے کی طرح گھسیٹتے پھرتے۔ پھر بھی باز نہ آتی، منہ پہ سیاہی مل کر کھسیانہ کر دیتے ...... اور ان میں سے ایک بھی چیز تجھ میں نہیں گویا کچھ بھی نہیں اور یہ موروثی گراوٹ کی انتہا ہے۔

اپنے ہمسفر کو سارا دن بازاروں میں گھماتے۔ شام کو کوڑے کرکٹ کے بدبودار ڈھیر پہ لے جا کر فرماتے: یہ وہ بازار کی چیزیں ہیں جنہیں تو نے دن بھر دیکھا۔

ہم نے اپنی نسبت کی ناموس اور منصب کے اکرام کی دھجیاں اڑادیں۔

ایک نے کہا کہ اسے یہاں سے کیا ملا؟

دوسرے نے سن کر جواب دیا...... کہ یہاں ہر کسی کو ایک ہی چیز دی جاتی ہے ...... دنیا سے نفرت اور دین سے رغبت ...... وہی چیز اسے بھی پیش کی۔ اگر وہ قبول نہ کرے تو پیش کرنے والا کیا کرے؟

تیرا ہر قول و فعل دنیا کی مذمت اور رغبت الی اللہ کا مژدۂ جانفزا ہو۔

ہمنشیں!

برا نہ مان! کرامات کے خول سے نکل، خود ساختہ القابات و خطابات کے خمار سے باہر آ۔ زیادہ نہیں نہ سہی، اپنے آباء کے نظام سلوک اور معیار سلوک کو منصۂ شہود پہ لا۔ اُن پہ خرد نازاں اِن پہ انگشت بدنداں بلکہ سر بگریباں، ماتم کناں، سراپا فغاں ...... ان میں اُن کی ایک بھی ادا نہیں۔ کھانا نہ پینا ...... پہننا نہ رہنا، اٹھنا نہ بیٹھنا ...... وہ کھاتے مگر ضرورت کے لیے۔ پہنتے مگر سادہ۔ چلتے مگر عاجزی سے۔ بیٹھتے مگر وقار کے ساتھ۔ کوئی غیر معمولی حرکات نہ کرتے۔ ان کی حرکات عام انسانوں کی سی مگر سوچ ...... نافع الخلائق۔ ان کے کام اللہ کے کام ہوتے اور تیرے سب اپنے۔

خانقاہی نظام کی روئیداد کا عالم بڑے بڑوں کو متحیر کر دیتا۔ اندر داخل ہوتے ہی بالمشافہ کلام کرتے۔ کوئی پردہ نہ رکھتے۔ کسی کو کلام کی نہ جرأت ہوتی نہ گنجائش۔ سوال کے ساتھ معقول جواب پاکر سائل کو موقعہ ہی پر مطمئن کر دیتے۔ ایک اجتماع میں میرِ محفل نے ایک صاحب سے فرمایا ''تم بیٹھ جاؤ تمہاری سادگی ہمیں پسند ہے'' ماشاءاللہ!

دنیا ہوتی مگر اندر نہیں، باہر ...... دست بستہ، باریابی کی منتظر۔ کبھی اندر داخل نہ ہونے دیتے! ہوتی تو مالکہ بن کر نہیں لونڈی بن کر۔ جہاں کھڑا کر دیا جاتا، وہیں کھڑے رہتے۔ اپنے مقام سے کبھی نہ ہٹتے۔ اگر کسی بات پہ اڑ جاتے اڑ جاتے۔ کبھی نہ ٹلتے کرکے رہتے اگرچہ پرزے پرزے ہو جاتے۔ ایک کے ہو کر ماسوا سے بے نیاز رہتے۔ کسی میر و سلطان سے کوئی واسطہ مطلق نہ رکھتے۔ امارت کو کسی خاطر میں نہ لاتے۔ توکلت علی اللہ ایک ہی حال میں زندگی گزار کر چل دیتے۔

غیریت طریقت کا اہم ترین اور انسانیت کا مشکل ترین مقام ہے۔ جب تک اسے وجود سے دور نہ کر لیتے، جدوجہد جاری رکھتے حتیٰ کہ بال سپید ہوں۔ جب تک سانس کی ڈور ہلتی رہتی، تگ و دو جاری رہتی۔ جب تک غیریت کے پردوں کو چاک نہ کر دیتے کبھی نہ بیٹھتے۔ جسم الوجود سے غیریت کے وجود کی دھجیاں اڑا دیتے۔

اگر تو نے اپنے وجود کو غیریت سے پاک نہ کیا گویا کچھ بھی نہ کیا۔ جس حال میں آیا اسی میں گیا۔ اور غیریت کا خاتمہ بازیچہء اطفال نہیں۔

کسی کا یہ سمجھنا ...... کہ ہر فعل کا حقیقی فاعل اللہ ہے اور بدوں ارادت الٰہی کوئی ذرہ ایک جگہ سے اڑ کر دوسری جگہ نہیں جا سکتا ...... اگرچہ حق ہے، مگر مشکل ترین مقام ہے اور بعض اوقات عجیب ترین۔

جسم الوجود غیریت سے پاک ہوا تو اعتراضات ختم، شکایات ختم اور ماشاءاللہ فتنات بھی ختم۔

یہ دُھونی بجھ گئی ہے، اسے پھر سے رما۔ یہ آگ سرد پڑ چکی ہے، اسے پھر سے

دہکا۔ یہ شعلہ کب سے بجھ چکا اسے پھر سے بھڑکا۔اے نیند کے ماتے! ہوش میں آ، آنکھیں کھول، بیداری کو نیند پہ ترجیح دے۔ رات کو جاگنا سلوک الیٰ اللہ کی امتیازی خصلت تھی جو بستر باندھ کر رخصت ہوئی، اسے واپس لا۔اس کے بغیر یہ پیراہن بالکل نہیں سجتا۔ تیرے باغ کی بہار پہ خزاں چھا چکی۔ نہ کہیں شگوفے نظر آتے ہیں نہ پتے، نہ غنچوں میں چٹک ہے نہ پھولوں میں مہک نہ رنگوں میں دمک ہے نہ شاخوں میں لہک ...... نہ طوطیٔ شیریں بیان کا نغمہ سنائی دیتا ہے نہ بلبل ہزار داستان کا نالہ۔ ایک ہو کا عالم طاری ہے۔ تو ہی بتا، کیا اسے چمن کہنا مناسب ہے؟ ہرگز نہیں! یہ چمن نہیں ایک خشک مرغزار ہے۔

یہ مت کہہ کہ بلبل گل سے غافل ہو چکی...... وہ تو خوشبو کی تلاش میں بوستان میں آئی مگر مہک نہ پا کر آہ وفغاں کرتی ہوئی لوٹ گئی۔ اسی طرح طوطی...... آموں کی خواہش میں آئی مگر شاخیں سنسان دیکھ کر باہر نکل گئی۔ گھنا سایہ ہی نہ رہا تو کوئل کی کوک کہاں سنائی دے اور کیوں سنائی دے؟ سرو ہی نہ ہوں تو قمریوں کی حق سرہ کی دھومیں کہاں مچیں؟

تیرے گلستان میں سب کچھ ہے مگر محض نام کا...... کام کا نہیں...... اور نام بلا کام ناتمام...... کام سے نام...... کام نہیں، نام نہیں......

کام سے نام کی بقا ...... نام بلا کام کب تک اور کس کام کا؟

تیرا یہ اداس گلستان تیرے بند میکدے کی داستان سناتا ہے۔ تیرا میکدہ اے ہمنشیں! اس آواز کو ایک مدت سے ترس رہا ہے۔

پیرِ مغاں کو دو خبر، کھول دے میکدے کے در
مست گھروں سے چل دیے ابرِ بہار دیکھ کر

تیری صبوحی میں تلچھٹ تک باقی نہیں...... پیمانہ جو میخانہ کا سرمایہ ناز تھا ایک مدت سے اپنے حال زار پہ رو رہا ہے! رند ''العطش العطش'' پکار رہے ہیں مگر تو سمجھ رہا ہے کہ جام چل رہا ہے پی جا رہی ہے، اور پلائی جا رہی ہے۔

ارے کسی نے کب پی! پی ہوتی تو یہ حال ہوتا؟ دھوم مچ جاتی! ساقی مستانہ وار جھوم جھوم کر ساغر انڈیلتا۔ جام پہ جام لنڈھائے جاتے۔ رندوں پہ وجد طاری ہوتا۔ رنگ بندھ جاتا۔ مرفوع القلم حال کا ورود ہوتا! اگر پی ہوتی......ساقی سے یگانہ اور ہر دو عالم سے بے خبر اور بے گانہ ہوتے۔ محض رقص و سرود ہی نہیں، برکات کا نزول ہوتا۔ یہاں تک کہ بھیڑ بکری چرانے والے اور گھسیارے جب لا الـہ الا اللہ کہتے ہوئے چلتے، تحت الثریٰ تا ثریا ہر شے کو شیشے کی طرح پاتے۔

اور اے ہمنشیں! یہ شاعری وافسانہ نگاری نہیں، حقیقت ہے، اسے ''واہ واہ'' میں نہ اڑا۔ غور سے سن۔ یہ وقت کی پکار ہے۔ یہ کان تیرے میکدے میں رندانہ نعروں کے منتظر ہیں اور آنکھیں...... تیرے گلستان میں رنگ بہار کی متلاشی...... اور اسی طرح یہ وادی جس سے مدت ہوئی تو نکل چکا، ادھر کا رستہ ہی بھول چکا، شدت سے تیری واپسی کی منتظر ہے۔ اٹھ اللہ کا برکت والا نام لے کر القابات وخطابات کے سحر کو توڑ۔ ''کرامات'' کا بوجھ سر سے اتار۔ ''مقامات'' کے خمار سے نکل۔ ''مخدومیت'' کی خواب گاہ سے باہر آ۔ الـفـقـر فـخـری کا عمامہ زیب سر کر۔ وتبتل الیه تبتیلا کا خرقہ پہن اور ایسے پہن کہ پھر جیتے جی کبھی نہ اترے۔

یہ بھی کوئی حال ہے؟

اس حال میں کیا ہماری شیخیت اور کیا ہمارے مدارج؟

ایک اللہ کے بندے نے عین عالم شباب میں اپنی ماں سے پوچھا کہ
اگر وہ مر جائے تو وہ کیا کرے گی
ماں بھی ماشاء اللہ بڑی خدارسیدہ تھیں بولیں!
''میں نے کیا کرنا ہے رودھو کر چپ ہو جاؤں گی''
آپ نے کہا
''تو پھر اماں جی! سمجھ لو کہ تمہارا بیٹا آج سے مر گیا۔ ایک انجانی کشش میرے دل کو یہاں سے چلے جانے پہ مجبور کر رہی ہے۔''
ماں نے کہا
''میں تمہارا راستہ نہیں روکوں گی۔ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے''
البتہ مسکراتے ہوئے کہا ...... ''آؤ گے کب؟''
عرض کی ...... ''اگر مجھے واپسی کا حکم ہی نہ ملا تو؟''
یہ سن کر ماں نے بیٹے کو برضا ورغبت دعائیں دے کر رخصت کیا۔
آپ سیدھے دہلی میں حضرت زری زربفت سلطان نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت درس دے رہے تھے۔ نو وارد تھوڑی دیر رکا، سوچ سوچ کر بولا:
گر ایں شیخیت است، ما ہم شیخیم
(اگر فقیری یہی ہے تو پھر ہم بھی فقیر ہیں)
ادھر سلطان نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی جوہر شناس اور خارا شگاف نگاہ اس نو وارد کی طرف اٹھی۔ دیکھتے ہی فرمایا:
''سیمرغ ہے مگر اس کا موتی میرے پاس نہیں''
اس کے بعد وہ اپنے مسیحا کے پاس جا پہنچے

O

شمس (رومی سے) ''یہ کیا کرتے ہو؟''

رومیؒ: ''یہ کام تم نہیں جانتے''

(شمسؒ نے ایک نگاہ ڈالی، سب کچھ جل گیا)

رومیؒ ''یہ کیا؟''

شمسؒ ''یہ کام تم نہیں جانتے''

یہ تھا تیرا تذکرہ جسے گڈریئے تک جانتے اور تیرا کچھ بھی نہیں۔

ان کا تذکرہ اللہ اپنے بندوں کی زبانوں پہ جاری فرماتا اور پھر ہمیشہ جاری رہتا۔

اور ہمارے تذکرے...... بے جان ، ناقص ، خود ساختہ، بودے، اوراق نشیں، کھٹے بیر کی طرح، نہ کھانے کے قابل نہ منڈی میں لے جانے کے،

سات آٹھ سو سال کی چند داستانیں ''پدرم سلطان بود'' بنی ہوئی ہیں اور ہماری زندگی کی جدوجہد اسی ایک محور کے گرد گھوم رہی ہے۔

اپنے منصب کا احترام کر اور اپنی نسبت کے ناموس کا اکرام!

غیریت وجود میں ایسے ہے جیسے کہ شفاف پانی کے کنویں میں کوئی مردار۔

جب تک مردار کنویں سے باہر نکال نہیں دیا جاتا،

کنواں پاک نہیں ہوتا۔

اگر مردار زیادہ دیر کنویں میں رہے پانی سڑ جاتا ہے،

کسی بھی استعمال کے لائق نہیں رہتا۔

میری جان! کیسی کیسی عمدہ باتیں تیری خدمت میں پیش کیں۔

اپنے کنویں سے مردار کو نکال۔

پہن......صرف تن ڈھانپنے کے لیے

کھا......صرف بقائے زیست کے لیے

سو......تازہ دم ہونے کے لیے اور

جاگ......صرف اللہ کے لیے۔ ماشاءاللہ!

شام کو سوتے وقت ایک دمڑی بھی تیرے پاس باقی نہ ہو۔

لے مگر محتاج کے لیے

دے مگر محتاج کو

یہ تھا اللہ کے فقیروں کی خلافت کا خلافت نامہ ماشاء اللہ !

ایک خلافت نامہ ایک پوری داستان کا ترجمان ہوتا۔

جب تک تو اس حال میں رہتا، ساری خدائی تیرے ساتھ ہوتی۔ تو اُن کا ہو کر سب کا ہوتا۔ صفات الٰہیہ میں جذب ہو کر ذات ہی کا فرق باقی رہتا۔ ملائکہ جنّ وانس ہر شے حمایت و تائید کرتی۔ اگر چہ وہ مستغنی عن الخطاب ہوتے، کسی کی بھی حمایت و تائید کو کسی خاطر میں نہ لاتے۔ جو کچھ بھی ان کے ساتھ ہوتا، اللہ ہی کی طرف سے عین حکمت سمجھ کر کبھی کچھ نہ کہتے۔ مردہ کی طرح دیکھتے، پیچ و تاب کھاتے اور اُف تک نہ کرتے۔

جس بھی رنگ میں رنگریز رنگ دیتا، کبھی نہ بدلتے

دنیا بدل جاتی وہ اپنی کوئی بھی شے کبھی نہ بدلتے۔ نہ رنگ، نہ ڈھنگ، نہ بود و باش اگر چہ سو سال دنیا میں رہتے۔ جن چیزوں سے ایک بار دست بردار ہو جاتے

پھر کبھی اختیار نہ کرتے۔

دل بدلتے، نت بدلتے، جب تک نہ بدلتا شب و روز پیچھے پڑے رہتے۔

ہم نے ظاہر بدلا، انہوں نے باطن

ہر شے کو سر بازار پھینک......

دست بردار ہو

یہ طریقت کی عزت بھی ہے اور اہم پکار۔

اگر تم ایسا کرنے کے متحمل نہیں تو دستار پہن اور میدان سے باہر آ۔

سنت موکدہ سے انحراف......طریقت کی پامالی

تم میرے آقا روحی فداہ ﷺ کو روحی فداہ کہتے تو ہو، مانتے نہیں۔ اگر مان لیتے تو طریقت کی تمام ادائیں سمٹ کر تجھ میں سما جاتیں۔

تیرے ہر قول و فعل میں سنت جلوہ گر ہو

تیرا ہر قول و فعل سنت کا مظہر ہو ماشاءاللہ!

☆ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔''

جس بات کی قرآن و سنت تصدیق نہیں کرتی یا جو بات قرآن و سنت کی تائید نہیں کرتی سراب و فریب ہے۔

تیری نقل و حرکت ناپسند، نامعقول اور نامقبول

ہائے ہائے......باز آ

ہم اہل سلوک طریقت کے بھٹکے ہوئے مسافر ہیں اور

طریقت کے منشور میں یہ کام زیب نہیں دیتے۔

اللہ کے بندوں نے تو ان چیزوں کو کبھی پسند نہیں کیا، دیکھا تک نہیں اور نہ ہی کبھی ان کے کام آئیں، یہی ان کی آدمیت وانسانیت وبشریت کی آن تھی اور ہم اور تم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، یہ نسبت کیسی؟

نہ کوئی اَمر کا پابند ہے نہ نہی کا، اسی باعث ڈانواں ڈول

امر جب ہڈی، گوشت اور خون میں متحد و متصل و مربوط ہو کر اپنے کرتب کا مظاہرہ کرنے لگتا ہے، قرآن کریم اور سنت مطہرہ کا مظہر ہوتا ہے۔

انسان عین الوجود والسبب فی کل موجود

جسم الوجود ہڈی

پسلی

رگ وریشہ سے مڑھا ہوا ہے، کوئی بھی جگہ خالی نہیں

اللہ کرے جسم الوجود بھی ذکر الٰہی میں محو و منہمک رہے، کوئی بھی دم خالی نہ گزرے۔

طالبان طریقت کے لیے

☆ کوئی وہ ذکر بتاؤ جو تیرے جسم الوجود میں جاری ہو اور جس کا تو نے کبھی ناغہ نہ کیا ہو۔

☆ کوئی وہ برائی بتاؤ جو تم کبھی نہیں کرتے

☆ کوئی وہ نیکی بتاؤ جو تم ہمیشہ کرتے ہو

یہ تینوں چیزیں انسانی زندگی کی منزل ہیں ماشاء اللہ

سالہا سال گزر گئے......ابھی تک

ا...... کوئی بھی کسی عمل کا پابند نہیں

۲...... کسی نے بھی کوئی برائی قطعی ترک نہیں کی

۳...... نہ ہی کوئی کسی نیکی پہ کاربند

افسوس نہیں تو کیا ہے؟

تو اپنا وہ مرید بتا جس نے تیری غیبت نہ کی ہو، تیری چغلی نہ کھائی ہو، تجھ پہ بہتان نہ باندھا ہو اور حسد نہ کیا ہو۔

پھر کس فیض کی سفارش کرتے ہو؟ حق تو یہ ہے کہ پھر کبھی کسی کی بابت کچھ نہ کہنا البتہ یہ دعا کیا کر اللہ تجھ سے اور ہر کسی سے درگزر فرمائے۔

آپ تبلیغ کے لیے آئے ہو، کتاب العمل بالسنة کے مطابق خود عمل کیا کرو اور لوگوں کو تلقین کیا کرو۔

''مکشوفات منازل احسان'' کے مطابق پڑھا کرو اور لوگوں کو سنایا کرو

''عارفانہ کلام'' سے باز رہا کرو۔ میری یا کسی اور کی بزرگی مت گھوٹا کرو

سیدھے سادے احکام بتایا کرو۔

بزرگی مت گھوٹا کرو، اصل چیز ذکر ہے

ذکر ہی میں ہر شے ہے، اس پہ اکتفا کیا کرو

ذکر ہی سے زندگی زندہ اور ذکر ہی کی بدولت قائم ہے

جہاں زندگی کا ذکر نہیں پہنچتا، ختم ہو جاتی ہے۔

ذکر الٰہی کا مقام دل میں ہوتا ہے اور دل ہی میں مقیم ہو کر ذکر کی مجلس قائم ہوتی ہے اور ایسی ہوتی ہے کہ پھر کبھی برخاست نہیں ہوتی، رہتی دنیا تک قائم و دائم رہتی ہے۔

کھا، پی، پہن ...... ذکر جوں کا توں جاری رہے۔ ہر کام اور ہر کلام ذکر ہی کے لیے ہو

ذکرالٰہی دعوۃ وتبلیغ الاسلام کا مدعا

ذکر ہی کی برکت سے مخلوق کی خدمت اور

ذکر ہی عین عبادت ہے۔

الٰہی پیغام کائنات کی بھلائی کا امین ہوتا ہے

الٰہی پیغام ذکرالٰہی

دین کی دعوت وتبلیغ اور

مخلوق کی بےلوث خدمت

کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ نہ رک سکتا ہے نہ کوئی روک سکتا ہے،

جاری ہوکر رہتا ہے۔ جملہ پیغامات اس کے تابع۔

اگر کوئی دل کعبہ میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرے، آن کی آن میں بھرے اور تل دھرنے کو جگہ باقی نہ رہے۔

خدمت وسیع المعنی منزل ہے، نہ اس کی کوئی حد ہے اور نہ اس تک رسائی کہ جہاں کوئی پہنچے۔ شب وروز ساری وطاری رہتی ہے۔ کائنات کی ہر شے پہ یکساں لاگو۔ شاہ کو بھی، گدا کو بھی۔

عروج وزوال مخلوق ہی کی خدمت کی بدولت مرتب ہوتے ہیں

اور اہل خدمت کبھی کسی خدمت سے گریز نہیں کرتے۔

الٰہی نظام کو اللہ تک محدود رکھ۔

الٰہی نظام میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے،

اللہ کے دین اسلام کی بین الاقوامی دعوت وتبلیغ ہوتی ہے

اور عام مخلوق کی بےلوث خدمت۔ اور کچھ بھی نہیں ہوتا

الٰہی نظام کے تحت زندگی......زندگی کی تمنا

اور کوئی زندگی نہیں۔

الٰہی نظام میں غفلت نہیں ہوتی

غفلت......ارذل العمر

اللہ تیری طرف دیکھ رہا ہے اور تو ماسوا کی طرف!

غفلت نہیں تو کیا ہے؟

قدیم مقولہ! ''ہتھ کار وَل، دل یار وَل''

جائزہ لے! دل یار وَل ہے؟'

نیز! ''جو دل غافل سو دل کافر''

خود جائزہ لے! دل غافل تو نہیں

غافل اگرچہ زندہ ہو، مردہ ہے

زندہ مردہ دونوں برابر

وقت برباد کرنے والو! وقت ہی تو زندگی کی قیمتی متاع ہے

جو واہیات و خرافات کا شکار ہے۔

زندہ وہ ہے جو زندگی کا ایک بھی دم ضائع نہ کرے۔

ذاکر......زندہ اور

غافل......مردہ متصور ہوتا ہے

زندہ ایک اور مردہ اگرچہ سارا جگ ہو، زندہ کی برابری نہیں کرسکتا

غافل شیطان کا ہم نشیں ہوتا ہے اور غفلت میں زندگی کا کوئی پیغام اور کوئی کیف نہیں ہوتا، مردہ کے مترادف ہوتی ہے۔

غفلت دور، دل حضور

ذکراور صرف ذکر حضوری کا انسب معمول

ذکر سراپا نور اور ذکر دوام سے ہر غفلت کافور

اہل سلوک کے لیے ایک امید افزاء عمل:

۱ ...... ہمیشہ باوضو رہنے کی کوش کریں

۲ ...... تجدید وضو پر دو رکعت نفل تحیۃ الوضو پڑھیں سوائے مکروہ اوقات کے۔ (بعد نماز فجر وعصر تا طلوع وغروبِ آفتاب اور عین نیم روز یعنی دو پہر نماز کے لیے مکروہ اوقات ہیں)

۳ ...... خاموش رہیں۔ بلاضرورت اور زائداز ضرورت کلام سے اجتناب کریں

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''جو خاموش رہا سلامت رہا۔'' نیز فرمایا ''مرد کا خاموش رہنا اور خاموشی پہ ثابت قدم رہنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔''

عبادت سے مراد یہ ہے کہ دن کو روزہ رکھے اور رات بھر قیام کرے

۴ ...... مراقبہ معیت...... یعنی ہر وقت ہر حال میں ...... دن ہو یا رات، کھڑا ہو یا چلتا پھرتا، بیٹھا ہو یا لیٹا ...... جس حال میں جو بھی کام کرتا ہو، یہ مدنظر رکھے:

اَللّٰہُ حَافِظِیْ اَللّٰہُ نَاصِرِیْ اَللّٰہُ حَاضِرِیْ اَللّٰہُ نَاظِرِیْ اَللّٰہُ مَعِیْ فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا

حضوری یہ ہے کہ دم بھر کے لیے بھی غافل نہ ہو...... یہ خیال ہمیشہ رہے کہ میرے اللہ میری ہر بات جو بھی میں کہتا ہوں سنتے اور میرے ہر کام کو جو بھی میں کرتا ہوں دیکھتے ہیں نیز جو بھی میں سوچتا ہوں جانتے ہیں۔ میرے اللہ میرے پاس ہیں، میری کوئی بھی شے میرے رب سے پوشیدہ نہیں۔

اس حال میں کسی کی نظر کسی اور طرف پھر سکتی ہے؟ یا اللہ کے خیال کے سوا کوئی دوسرا خیال دل میں آ سکتا ہے؟...... یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ اللہ کو حاضر و ناظر تسلیم کرنے والا اللہ کے سوا کسی اور طرف متوجہ ہو۔

۵ ...... اپنے معمولات باقاعدگی سے ادا کریں۔حتی الامکان کوئی بھی عمل قضا نہ کریں، ہر عمل کو ہر حال میں جاری رکھیں۔عین ممکن ہے ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ دل کی حالت کو یکسر بدل دے۔دل گنجینۂ انوار بن جائے۔توفیق عنایت ہو ماشاء الله !

صاحب سلوک کیلئے چار اہم مصروفیات

۱۔ جذامی حضرات کے لیے ان کی پسندیدہ دعوت

۲۔ قیدی بھائیوں کے ہمراہ ذکر الٰہی کی مجالس کا اہتمام و دعوات

۳۔ مفلوک الحال بیوگان کو جن کا کوئی بھی کمانے والا نہیں ، اللہ رب العالمین ہی کے حوالے ہیں، آٹا تقسیم کرنے کی سعادت حاصل کرنا

۴۔ الادعية لمغفرة امة رسول الله ﷺ۔شب و روز مصروف۔

یہ مصروفیات دم بھر کیلئے بھی فارغ و غافل ہونے نہیں دیتیں ماشاء الله!

سلوک کی منزل میں چند مرید ہوتے ہیں

ایک دو تین۔ باقی...... جماعت

جماعت کے بغیر سجتی بھی نہیں اور

جماعت...... بہر حال فیض بار

بتا تو سہی طریقت الاسلام میں میرا کون مرید ہے؟

کسی ایک کا تو بتا!

البتہ میں اُن کا مرید ہوں اور ابدی غلام ماشاءاللہ!

طریقت متین کے بیّن اصول تین ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئے قیامت تک رہیں گے۔ جب بھی کسی نے ان کو اپنایا، مرجھایا ہوا غنچہ کھل آیا۔

راہ سلوک کی منزل میں قدم قدم پہ گناہ ہوتا ہے، قدم قدم پہ نیکی۔ بعض نیکیاں ایسی ہوتی ہیں جو سارے گناہوں کو محو کر دیتی ہیں۔ اللہ کرے تجھے کسی ایسی نیکی کی توفیق ملے جو عمر بھر کے گناہوں کو دھوڈالے۔

ہر طریقت کا مدعا و مفہوم دنیا سے بے رغبت ہو کر
دین کو بلند کرنا اور دل کو روشن کرنا ہوتا ہے
اگر یہ نہیں گویا کچھ بھی نہیں
جس کسی نے بھی اس کو مانا، طریقت اس کو مان گئی
کسی اور طرح کبھی نہیں مان سکتی
جب بھی کوئی مطمئن ہوا، ایک بات پا کر ہوا
وہی اس کی منزل، وہی رہنما
میرے پاس اللہ تو نہیں، حصول اللہ کا پورا پیغام ہے ماشاء اللہ!
جب تک تو میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرتا، اللہ کو کبھی پا نہیں سکتا۔
اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت
میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا انسب معمول
ایک ہی محبت کے دو نام ہیں
اللہ سے محبت ...... میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور
میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت ہے
محبت ...... ایک نام ...... دو

جسے اللہ سے محبت نہیں، اللہ کے حبیب ﷺ سے بھی نہیں

اللہ کی محبت کی بدولت اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت عنایت ہوتی ہے۔

اللہ......رب العالمین

میرے آقا روحی فداہ ﷺ......رحمۃً لِلعالمین

جہاں رب ہے، وہاں رحمت ہے......

تیرادربار، یارحمة للعالمین ﷺ! بلاتمیز مخلوق عام کے لیے کھلا رہتا ہے، کبھی بند نہیں ہوتا۔ تیرادر کائنات کے لیے رحمت کی کنجی۔

میرے آقا روحی فداہ ﷺ! تیرے در سے کبھی کوئی خالی نہ لوٹا ...... منکر بھی نہیں

میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی سفارش وشفاعت پہ ہی ہرکام سرانجام پایا۔

اللهم صل وسلم وبارك على النبى الامى ط

روتے تھے، ہنسنے لگے!

میرے آقا روحی فداہ ﷺ! تیرے ہی بنانے سے کوئی گل بنتی ہے، اپنے آپ نہیں۔

یارحمۃ للعالمین ﷺ! جب بھی کسی مکروب نے تیری رحمت کو پکارا، ہر درد کی دوابن گئی اور شفابن گئی۔ قضا کے لیے اک دعابن گئی اور مژدۂ جانفزا بن گئی۔

تیرے نام پہ ہرنے والے کبھی نہ ہرے، ایک تاریخ بن گئے!

فقر کے جملہ مدارج میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی محبت ہی پہ موقوف ہوتے ہیں اور محبت ...... الٰہی عنایت کے تابع۔

اورآپ ﷺ کی ہی محبت کی بدولت یہ کائنات معرضِ وجود میں آئی۔

میرے آقا روحی فداہ ﷺ! تیری ایک مسکراہٹ ہی نے بزم کونین کو رونق بخشی ہوئی ہے۔

تیری محبت کا باب ہر باب سے اولیٰ
تیرے حبیب ﷺ کی محبت کا تذکرہ
سراسر رحمت، کیف وسرور، زندہ جاوید
انسانیت سے کسی نہ کسی انداز میں کوئی نہ کوئی نیکی ہوتی رہتی ہے،
میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی محبت اصل نیکی ہے۔

کل کائنات کی محبت چار حصوں میں منقسم ہے یا محبت کے چار اجزاء ہیں جب تک یہ چاروں کسی دل میں جمع نہیں ہوتے، محبت پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتی۔

☆ اللہ تبارک وتعالیٰ سے
☆ حضور اقدس ﷺ سے
☆ دین اسلام سے
☆ مخلوق سے

وماعلینا الاالبلاغ

میرے آقا روحی فداہ ﷺ!
آپ کی مصطفائی میں کائنات کی دلجوئی
مرتضائی میں مشکل کشائی اور
مجتبائی میں دلبری ہے۔
محبت کا ہر راز انہی میں پوشیدہ ہے۔

دل......عرشِ عظیم

دلجوئی......صفتِ عظیم

دلربائی......خُلقِ عظیم

اور یہ دو ہی تو خُلُقُهٗ كَانَ الْقُرْاٰن کی شرح مبین ہیں۔

سنت بنے، مہنت بنے اور میرے آقا روحی فداہ کے نور کی چمک پا کر سورج کے مصداق بنے!

سرور سرمدی میرے آقا روحی فداہ ﷺ ہی کی محبت کے نشے کا بھرا ہوا جام ہوتا ہے۔ سرور سرمدی کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا۔ ہفت اقلیم کی شاہی بھی نہیں۔ بکتا ہو تو ہر شے بیچ کر لے لیں۔ تاج و تخت تو ہوتے ہی کیا ہیں، جان تک دے کر لے لیں۔

میرے آقا روحی فداہ ﷺ!

آپ کے در کی گدائی دو جہاں کی شاہی

میرے آقا روحی فداہ ﷺ!

آپ کے در پہ گدائے بے نوا بن کر دھونی رمائے رکھنا

ماسوا کو کسی خاطر میں نہ لانا محبت کی وفا کی حد اور

یہی ہم خاک نشینوں کا حج اکبر۔

حضور اقدس ﷺ کی محبت ہی انسانی زندگی کا حاصل ہے

محبت کے بغیر بھی کوئی عمل، عمل ہے؟ خشک، بے ذوق اور بے سرور

اور آپ کی محبت سے؟ مسرور و مخمور ماشاء اللہ

حضور اقدس ﷺ کی سچی، سُچی اور اُچی محبت کی تپش سے مردہ دل زندہ ہو جاتا ہے، کسی اور عمل سے نہیں......اور دل کی دنیا کا یہ ازلی و ابدی دستور ہے ماشاء اللہ!

تیری محبت کی تپش، اللہ اللہ، ہر تپش پہ حاوی

اور دل تپش ہی کی بدولت روشن

جس بندے کو وہ اپنی محبت کے لیے مقبول فرما لیتے ہیں، ساری دنیا سے بالا بخت ہوتا ہے۔ جس دل میں وہ اپنی محبت بھر دیتے ہیں پھر کسی کی بھی محبت اس دل میں سما نہیں سکتی۔ آپ ﷺ کی محبت کا خمار دونوں عالم سے بے نیاز و بے گانہ کر دیتا ہے اور یہ بندگی کا بلند ترین مقام ہے۔

محبت، محبّ کے انگ انگ میں رچی ہوتی ہے

محبوب ہی محبت میں کارفرما

محبت کی دنیا میں محبوب کا راج ہوتا ہے

محبوب ملے نہ ملے محبت میں کوئی فرق نہیں آتا جوں کی توں قائم۔

تیری دنیا گوناگوں اور میری دنیا تو ہی تو ہے۔

محبت تلقین کی محتاج نہیں ہوتی، تلقین محبت کی محتاج ہوتی ہے۔

تیری محبت کی قسم! میری محبت تیرے لیے ہے ماشاءاللہ واللہ باللہ تاللہ

تیری محبت کے فراق میں گھلنا اور تیری محبت کے مزاج میں رہنا، نہ کچھ سننا نہ کچھ کہنا، اے خسرو خوباں جانم فداہ صلی اللہ علیہ وسلم! دنیائے محبت کی مایہ ناز زندگی ہے۔ ماشاء اللہ

محبت نے محبت کو بارہا آزمایا

سرفہرست……اویس قرنی رضی اللہ عنہ

ملنے آیا تھا، ملاقات نہ ہوسکی، مایوس لوٹا اور قیامت تک تذکرہ محبت کو جلا بخش گیا۔ مبارکاً مکرماً مشرفاً

محبت کی وکالت میں جو بھی کسی سفر پہ گامزن ہوا،
محبت نے اسے کبھی رد نہ کیا۔
تیری محبت میں جو بھی ڈوبا، تر گیا
عشق طریقت کا امام اور کل کائنات کی جان ہے
ہر عقل ناقص ہے، حضور اقدس ﷺ کے عشق میں ڈوب کر سلیم بنتی ہے
اللہ عشق عنایت فرماتے ہیں اور حضور اقدس ﷺ سوز و گداز اور
سوز و گداز ہی اصل زندگی ہے۔
علم صفات تک اور
عشق ذات تک پہنچاتا ہے۔
عشق، عمل کی وادی ہے
عشق نہ ہوتا کوئی عمل نہ ہوتا
کوئی کیف نہ ہوتا ایک جمود طاری رہتا اور
جدوجہد کا کوئی باب معرض وجود میں نہ آتا۔
جس کارواں کا امام عشق نہیں ہوتا، کسی منزل پہ نہیں پہنچتا
جب تک کوئی اپنی دھن میں، دینی ہو یا دنیوی،
ایسے محو نہیں ہوتا جیسے قیس لیلیٰ میں تھا، پورا کامیاب نہیں ہوتا۔
میرے آقا روحی فداہ ﷺ!
تیرے قدموں کی دھول ...... اِس دل کے پھول
سدا کھلے رہیں، مہکتے رہیں،
نہ ماند پڑیں نہ مرجھائیں

تیری یاد ہی تو دل کی متاع ہے

تیری یاد ہی کی بدولت تیری یاد آئی

تیری یاد جب دل میں آئی، ہر شے مسکرائی

تیری یاد ہی نے زندگی کو بیدار کیا، جلا بخشی،

مطمئن ہو کر مسرور ہوئی اور مخمور۔

تیری یاد ہی سے دل زندہ و تابندہ

غفلت...... ہم و حزن کا شکار

یاد بھولتے بھولتے بھول جاتی ہے

تعلق ٹوٹتے ٹوٹتے ٹوٹ جاتا ہے

نقش مٹتے مٹتے مٹ جاتا ہے

تیری یاد تیرا تعلق تیرا نقش ازلی و ابدی ہے کبھی بھول نہیں سکتا،
کبھی ٹوٹ نہیں سکتا اور کبھی مٹ نہیں سکتا۔

تیری یاد جس نے بھی کی، فیض بار ہوا، کبھی محروم نہ رہا

ناکارہ تھا، قدسی افکار کا کارندہ بنا

تیری یادہ کی بدولت نادار تاجدار بنے، آبدار بنے

شہ نشیں ستارے بنے، سیارے بنے

تیری یاد ہی نے ہر یاد کو زندگی بخشی، کبھی محو ہونے نہ دیا

اول و آخر، ظاہر و باطن تیری یاد ہی کی داستان ہے

تیرا خیال ہر خیال کو بھلا دیتا ہے، اسی طرح تیری یاد ہر یاد کو۔

تیری یاد...... میری عبادت

ہر شے مٹنے والی ہے مٹ جائے گی

اے خسروخوبان! تیری یاد کبھی نہیں مٹنی ۔ مٹ سکتی ہی نہیں۔ ابدالآباد زندہ جاوید۔ یہی میرے جنون کا جنون۔ یہی جنون میرا اثاثہ۔ جنون کو فنا نہیں۔ دائم البقا ماشاءاللہ!

سکون، جنون کا ایک جزو ہے۔ اولین بھی کہیں تو بے جا نہیں۔ جسے بھی سکون ملا، جنون ہی کی بدولت ملا۔ اورعمدہ ترین جنون علم وحکمت اور عشق ورقت کا جنون ہے۔

میرے آقا میرے مولا میرے دلبر، میرے جانی

روحی فداہ ﷺ کے خیال میں محو رہنا ہی میرا امیدافزا درود ہے۔

محویت میں اسے درود اکبر کے مترادف شمار کیا جاتا ہے۔

وہی دم ہے جو تیرے ساتھ گزرا

جنت تو کسی نے دیکھی نہیں، وری الوریٰ ہوتی ہوگی، کسی بھی شے کی کمی نہ ہوگی لیکن کسی کا کسی کے خیال میں محو رہنا کسی بھی طرح جنت سے کم نہیں۔

کسی محبت کا قبول ہونا بڑے ہی کرم کی موج ہوتی ہے۔

جس کی محبت قبول ہوجائے دنیا بھر کا خوش نصیب ہوتا ہےاور پھر اُن ﷺ کی!

تیری محبت کی تاثیر، اے اومحبان جہاں،

کائنات کو تسخیر کرلیتی ہے۔

تیری خاموش محبت کی ادا، اے خسروخوباں! دوجہان کے ہر دل کو موہ لیتی ہے۔

جب بھی اللہ نے کسی بندے کو اپنے حبیب ﷺ کی محبت کا مژدہ جانفزا سنایا، محبت دین دنیا اور آخرت کی ہر شے ایک بقچی میں لپیٹ کر بے تحاشہ دوڑتی ہوئی آئی۔ نہ ادھر دیکھا نہ ادھر، اپنے محبوب کے قدموں پہ نچھاور ہوگئی

در جاناں پہ لٹ جانا
ماسوا کو کسی خاطر میں نہ لانا
محبت کا ازلی دستور ہے اور ابدی

جب بھی اللہ نے کسی بندے کو اپنے ذکر کے لیے قبول فرمایا، بندگی نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ بے حد اور لگاتار شکر۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکاً فِیْہِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَ یَرْضٰی

اللہ کے ذکر سے اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت سے اللہ کا ذکر جاری ہوتا ہے۔ دونوں لازم وملزوم۔

اللہ کا ذکر اور اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت کسی اور کام کا رہنے نہیں دیتی۔ اینٹ سے اینٹ بجا کر جہاں چاہتی ہے، لے جاتی ہے۔ ہر رنگ کو مٹا کر بے رنگ کر دیتی ہے۔

اللہ جب کسی کو اپنے کاموں کے لیے مخصوص فرماتے ہیں
کسی اور کام کا کبھی رہنے نہیں دیتے۔
محبت کی رقابت کے دو مقام ہوتے ہیں
حسد اور شرک
محبت ان دونوں پہ حاوی

تیری محبت کی قسم، اے او میرے محبوب!

تیری محبت ہر محبت کو ختم کر دیتی ہے۔

محبت دنیا و عقبیٰ کی ہر طلب و تمنا کو رقابت کی تپش میں جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔

یہ کوئی نئی بات نہیں ...... جب بھی کسی پہ کسی کی محبت غالب آئی، اسی طرح کرنے پر مجبور ہوئی اور تیری محبت، اے کون مکاں کے مالک! اینٹ سے اینٹ بجا دیتی ہے۔ تیری محبت میں جلال ہی جلال اور ان ﷺ کی میں جمال ہی جمال۔ اور جمال جلال پہ حاوی ہے۔ اگر جمال نہ ہوتا ساری دنیا رُل جاتی۔

اے میرے آقا ﷺ! آپ کے جمال ہی نے اجڑی ہوئی کائنات کو بسایا اور خالی پیمانوں کو لبریز کیا۔

میرے آقا روحی فداہ ﷺ دنیائے محبت کی جان ہیں

محبت نے فرمایا: اللہ اَحد ہے۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ کسی بھی شریک کو اپنے پاس رہنے نہیں دیتا۔ اَحد کو احد مان کر ہی احد کی بندگی کہلاتی ہے۔

اگر اِس تن میں اور من میں رہنا چاہے تو ایک بن کر رہ۔

دل کعبہ غیریت سے پاک ہوتا ہے

اللہ رہتا ہے اور اس کے حبیب ﷺ

یہ کل کائنات کے مالک ہیں اور یہ حبیب ﷺ

خود ہی فرمایئے مالک و محبوب میں کیا کچھ نہیں ہوتا!

ادھر آ! یہاں بیٹھ! غور سے سن! عرش تیرے تخیل سے وراء الوراء!

نَحنُ اَقرَبُ پہ نظر جما...... اور خیال کو گھیر گھیر کر اس طرف لا۔

یہ ہے جد و جہد کی امکانی انتہا! ماشاء اللہ

سب کاموں سے مشکل کام خیال کو گھیر کر نَحنُ اَقرَبُ پہ لانا ہے۔

نَحنُ اَقرَبُ عام ہے...... ایک قول ہے

نَحنُ اَقرَبُ کا ظہور...... وریٰ الوریٰ

جب تک غیریت کے تمام پردے چاک نہیں ہوتے

یہ عقدہ کبھی حل ہو سکتا ہی نہیں

جوں جوں پردے چاک ہوتے جاتے ہیں

اقربیت کا اظہار ظہور پذیر ہونے لگتا ہے۔

فاعلم ثم فاعلم

نَحنُ اَقرَبُ کے پردے میں

حضور اقدس ﷺ کا نور پُر انوار مستور ہے۔

نَحنُ اَقرَبُ کے خیال میں ہمہ تن و من کلیتاً خاموش رہنا اور خاموشی پہ ثابت قدم رہنا ایک مایہ ناز حال اور سلوک کی تمام منازل اس قول ہی پہ ثابت قدم رہنے کی پابند ہیں۔

دل اللہ کا گھر ہے، خیال نے دل کو مشغول کیا ہوا ہے

جب کوئی بھی خیال دل میں نہیں رہتا، اللہ رہتا ہے۔

جہاں کوئی بھی نہیں رہتا، اللہ کے حبیب ﷺ رہتے ہیں

اَحد کو اَحد مان، اُحید ﷺ کو پہچان

ے لوگوں کو دوزخ سے دور رکھنے والے

(اسماء النبی الکریمؐ جلد اول صفحہ ۵۴)

بادشاہو! یہ تیرے شریک نہیں، محبوب ہیں

تیرا جو ناز تیرے محبوب میں ہے، کمال ہے

محبوب شریک نہیں ہوتے، محبت کی آبرو ہوتے ہیں۔

تیرے محبوب ﷺ کو محبوب رکھنے والا کسی میدان میں کبھی نہ ہرا

نیکی و بدی کے مابین روزِ ازل سے کشمکش جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔ کبھی نیکی کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے کبھی بدی کا

میرے آقا روحی فداہ ﷺ ہر نیکی کا منبع اور ہر برائی کی روک ہیں۔

بڑے میاں! نیکی و بدی کا پرچار تو ہر دور میں جاری رہتا ہے

آدم کی تخلیق کا راز محبت ہے۔ محبت کی تلاش کر

سب سے پہلے اللہ رب العالمین نے محبت کو پیدا کیا۔

O حدیث قدسی ہے:

کُنتُ کَنزًا مَخفِیًا فَاَرَدتُّ اَن اُظھَرَ فَخَلَقتُ الخَلقَ۔

یعنی میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ جب میں نے ظاہر ہونے کا ارادہ کیا تو خلقت کو پیدا کیا

مخلوق سے فردِ کامل مراد ہے اور وہ حضور اقدس ﷺ کی ذات پاک ہے کیونکہ، سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کا نور پیدا کیا گیا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

یارسول اللہ ﷺ! سب سے پہلے مولائے کریم نے کسے پیدا فرمایا؟

یاجابر ان الله تعالیٰ خلق قبل کل الاشیاء نور نبیك من نوره ولم یکن فی ذلك الوقت لوح ولا قلم و لا جنة ولا نار ولا ملك ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جن ولا انس

(حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۳۸)

اے جابر رضی اللہ عنہ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر شے سے پہلے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کیا اپنے نور سے اور اس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم، نہ جنت، نہ دوزخ، نہ آسمان، نہ فرشتہ، نہ زمین، نہ سورج، نہ چاند، نہ جن نہ انسان

O ویروی انه لما خلق الله تعالیٰ ادم علیه السلام الهمه ان قال یارب لم کنیتی ابا محمد

قال الله یاادم ارفع راسك فرفع راسه فرایٔ نور محمد ﷺ فی سرادق العرش فقال یارب ما هذا النور؟ قال هذا نورنبی من ذریتك اسمه فی السماء احمد وفی الارض محمد لولاه ماخلقتك ولا خلقت سماء ولا ارضاء (مواہب لدنیہ ص۸ جلد اول)

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب لدنیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کے دل میں ڈالا کہ اے رب! تو نے میری کنیت ابو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیوں رکھی ہے؟

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام! اپنا سر اٹھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے پردوں میں ایک نور دیکھا۔

عرض کیا اے رب! یہ نور کیسا ہے؟ فرمایا یہ نور ایک نبی کا ہے جو تیری اولاد میں سے ہوں گے۔ ان کا نام آسمان میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور زمین میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو میں نہ تمہیں پیدا کرتا، نہ آسمان کو اور نہ زمین کو۔

حضور اقدس رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا نور کائنات عالم کی ہر شے میں جلوہ گر ہے۔

بلبل نے جسے جاکے گلستان میں دیکھا
ہم نے اسے ہر خار بیابان میں دیکھا
روشن ہے وہ ہر ایک ستارے میں زلیخا
جس نور کو تو نے مہ کنعان میں دیکھا
برھم کرے جمیعتِ کونین جو پل میں
لٹکا وہ تیری زلفِ پریشان میں دیکھا

کون ومکان کی کوئی بھی شے ایسی نہیں، جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نہ ہو

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت فرمایا اے جبریل علیہ السلام! تمہاری عمر کتنی ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: حضور! مجھے کچھ خبر نہیں، ہاں اتنا جانتا ہوں

ان فی الحجاب الرابع نجماً یطلع فی کل سبعین الف سنة مرة رایته اثنین وسبعین الف مرة

چوتھے حجاب میں ایک ستارہ ستر ہزار برس کے بعد چمکتا تھا۔ میں نے اسے بہتر ہزار دفعہ چمکتے دیکھا ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا

وعزة ربی انا ذالك الكوكب

مجھے قسم ہے اپنے رب کی، وہ ستارہ میں ہی ہوں

(تفسیر روح البیان جلد اول)

ف: ستر ہزار ضرب بہتر ہزار برابر ہے پانچ ارب اور چار کروڑ سال کے۔

اور واضح ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں تشریف لائے کوئی نوے پچانوے صدیاں گزری ہیں۔

جو نور اس دنیا کے پیدا ہونے سے بھی پہلے کروڑوں برس چمکتا رہا، کیا اب نہیں چمکتا؟

○ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کیساتھ حضرت ابن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب چیزوں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کونسی چیز پیدا کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جابر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ بہشت تھی نہ دوزخ تھا، نہ فرشتہ تھا نہ آسمان تھا، نہ زمین تھی نہ سورج تھا نہ چاند تھا، نہ جن تھے اور نہ انسان۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے ایک حصے سے قلم پیدا کیا دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔ پھر چوتھے حصے کو چار جزوں میں تقسیم کیا پھر پہلے سے عرش اٹھانے والے فرشتوں کو پیدا کیا دوسرے سے کرسی کو تیسرے سے باقی ملائکہ کو۔ پھر چوتھے جز کو چار حصوں میں تقسیم کیا پس پہلے حصے سے آسمانوں کو پیدا کیا دوسرے سے زمینوں کو، تیسرے سے جنت کو اور دوزخ کو۔ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا پہلے حصے سے مومنوں کی آنکھوں کے نور کو پیدا کیا دوسرے سے ان کے دل کے نور کو جس سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے اور تیسرے حصے سے ان کا نور انس پیدا کیا اور وہ توحید ہے

لا اله الا الله محمد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

(الانوار المحمدیہ من مواہب اللدنیہ مصری صفحہ ۹ از امام قسطلانیؒ)

عالَم کی تخلیق میں اندھیرا چھایا ہوا تھا تو نورِ محمدی ﷺ ہی کے جلوہ سے اجالا ہوا۔

سورج کی ہیبت میں نورِ محمدی ﷺ ہمہ وقت جلوہ گر رہتا ہے

کوئی بھی شے اوجھل نہیں ہوتی

سورج کبھی غروب نہیں ہوتا، کسی نہ کسی عالم میں روشن رہتا ہے۔

میرے آقا روحی فداہ ﷺ

خَلق کی ابتداء خُلق کی انتہا

میرے آقا روحی فداہ ﷺ!

ہر ابتدا سے اول

ہر انتہا سے آخر

اگر وہ نہ ہوتے تیری دنیا میں کیا کیف ہوتا

نہ کوئی ساز ہوتا، نہ آواز

تیرے آنے ہی نے رنگ باندھا!

ارض وسما کے مابین کے خزائن کے مفتاح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

کائنات کی ہر شے کا وجود حضور اقدس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ظہور کی بدولت ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ نہ آسمان ہوتا نہ زمین، نہ حیوانات نہ نباتات، نہ معدنیات نہ جمادات۔

تیری آمد ہی نے آدمیت کو انسانیت وبشریت کا شرف بخشا

جس ذکر میں میرے آقا روحی فداہ ﷺ کا ذکر نہیں ہوتا، فیض کا نام تک نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ کے ذکر ہی کی بدولت بزمِ کونین پُر کیف ہوئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل واعظم کے حضور میں حاضر رہنا، نہ کچھ سننا

نہ کچھ کہنا...... مزاج یار میں رہنا...... کا اصطلاحی نام خاموشی ہے......

جوتن و من خاموش ہوا، حکمت کی برکات نے خوش آمدید کہا......

کبھی واپس نہ لوٹایا...... تیرے حضور باری میں ناامیدی کا نام تک نہیں ہوتا۔ بن مانگے دی جاتی ہے۔ جھولی بھر دی جاتی ہے۔ سائل نہیں...... کرم سائل کا منتظر رہتا ہے......کوئی آئے تو میں اس کو دوں۔ مانگنے والی صرف دو ہی چیزیں ہیں:

☆ تیرا ذکر اور

☆ میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی محبت

اس کے سوا کوئی بھی شے کوئی وقعت نہیں رکھتی، ہیچ و بیکار ہے۔

اور ان کو مانگ کر گویا ساری خدائی مانگ لی۔

محبت مانگ کر ہر شے مانگ لی

کوئی کسر باقی نہ رہی!

تیرے ذکر کے سوا کوئی اور ذکر: حسرت ہی حسرت

کیوں کیا! کیوں کیا؟ کیوں کیا؟

کیوں ہوا؟ کیوں ہوا؟ کیوں ہوا؟

اور میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی محبت کے سوا اور محبت

ندامت ہی ندامت کیوں کی؟ کیوں کی؟ کیوں کی؟

کیوں ہوئی؟ کیوں ہوئی؟ کیوں ہوئی؟

وما علینا الا البلاغ

محبت کی ابتدا محبوب سے ہوتی ہے

اللہ جب دیکھتا ہے کہ یہ بندہ مجھ سے محبت کرتا ہے تو اسے

اپنے حبیب ﷺ کی محبت عنایت فرما دیتا ہے۔

اللہ فرماتے ہیں: میرے حبیب ﷺ کی محبت ہی میری محبت ہے۔ جسے، جس قدر اور جتنی میرے حبیب سے محبت ہوگی، اسی قدر اور اتنا ہی وہ مجھے محبوب ہوگا۔

وما علینا الا البلاغ

میرے آقا روحی فداہ ﷺ کا فیضان فیض مبارکاً مکرماً مشرفاً

سَیِّدُنَا کَلِیمُ ﷺ

روح سے روح کی ہمکلامی میرے آقا روحی فداہ ﷺ ہی کے فیضانِ فیض کی عنایت ہوتی ہے۔

دنیا بھر کی نمائش ہوئی۔ ایک ایک چیز کو اعلیٰ سے اعلیٰ پا کر

بڑا دل للچایا کہ وہ لیتے اور وہ......

راس پاس نہ تھی، کیونکر کچھ لیتا؟

ادھر آ ...... غور سے سن!

لینے والی چیز تو لی ہی نہیں اور وہ میرے آقا روحی فداہ ﷺ کے در اقدس کی خاک تھی۔ جسے وہ ملی شفا ملی اور گویا ہر شے ملی۔ ماشاء اللہ!

اول و آخر وظاہر و باطن کے مختار دو جگ کے سردار

کالی کملی والے سیدنا محمد ﷺ

میرے آقا روحی فداہ ﷺ سے میرے اللہ فرماتے ہیں:

''تو میرا مختار ہے''

سَیِّدُنَا مُخْتَارُ ﷺ

مختار وہ ہے جو دین، دنیا اور آخرت میں مختار ہے۔

حضور اقدس واکمل واجمل واطیب واطہر ﷺ وکیل ہیں۔کل کائنات کے وکیل۔اور وکیل کو اپنے مقدموں کی روئیداد کا پورا علم ہوتا ہے۔

اللہ اول وآخر وظاہر وباطن

میرے آقا روحی فداہ ﷺ بھی اول وآخر وظاہر باطن ہیں

قدرت کے تمام معجزات رسول اللہ ﷺ کے نوری وجود کے حکم کے تابع ہوتے ہیں اور اوران کا نور اس دنیا میں سورج کی اتھاہ گہرائیوں میں دیکھا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ نظر اللہ تبارک وتعالیٰ کی مقبولیت حاصل کیے ہوئے ہو۔

ظاہر ان ہی کے نور کا ظہور ہے

باطن کے تمام مدارج ...... الفؔ تا یؔ ......ان ہی کے فیض سے جاری ہیں۔

جس نے جو دیکھا، جب دیکھا...... ردائے نبوت ہی میں سے جھانک کر دیکھا۔ بلا واسطہ تو کوئی سورج گرہن کو بھی دیکھنے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

جب تک تو نے اپنے رب کو اور رب کے حبیب ﷺ کو اول آخر، ظاہر وباطن آگے پیچھے، دائیں بائیں، نیچے اوپر نہیں پہچانا گویا کچھ بھی نہیں مانا۔

سَیِّدُنَا مُطِیعٌ ﷺ

میرے آقا روحی فداہ ﷺ اللہ کے مطیع ہیں اور کل کائنات اُن ﷺ کی۔

سَیِّدُنَا قَرِیبٌ ﷺ کا یہ مطلب ہے کہ عرش اعلیٰ سے لے کر تحت الثریٰ تک کی ہر شے میرے آقا روحی فداہ ﷺ کے سامنے حاضر وناظر شاہد ومشہود ہے، کوئی بھی شے اوجھل نہیں ماشاء اللہ!

حضور اقدس رحمۃ للعالمین ﷺ فخر موجودات (کا نور) ہر موجود میں

موجوداور ہرموجود کے شاہد ہیں۔

حاضرتو کبھی غیرحاضر بھی ہوسکتا ہے، حضور اقدس ﷺ شاہد ومشہود ہیں۔

میرے آقاروحی فداہ ﷺ کل کائنات کے شاہد ومشہود ہیں۔

شہادت کے تمام مراتب شاہد ومشہود میں موجود ہوتے ہیں

حضور اقدس واکمل، اکرم واجمل، اطیب واطہر ﷺ شاہد وشہید ہیں اور نظامِ قدرت وکائنات دونوں میں حضور اقدس ﷺ کا حاضر ہونا ضروری بات ہے جو چیز حاضر نہ ہو وہ شاہد وشہید کیسے ہوسکتی ہے؟ شاہد وشہید وہی کہلا سکتا ہے جو وقوعہ کے موقعہ پہ حاضر ہو۔

شہید کے معنی وہ گواہ جس کی گواہی کو کسی بھی طرح کوئی جھٹلا نہ سکے۔ نہ کسی منطق سے، نہ کسی مسئلہ سے، نہ کسی حجت سے اور نہ ہی کسی دلیل سے......اور یہ ایمان کا انتہائی بلند مقام ہے۔

حضور اقدس واکمل واکرم واجمل واطیب واطہر ﷺ کریم ہیں۔

کریم وہ ہے جس سے جو مانگا جائے دے، جب مانگا جائے، دے، جتنا مانگا جائے دے، ضرورت سے زیادہ دے، ہروقت دے، ہرکسی کو دے۔ کریم کے کرم کا دروازہ ہرکسی کے لیے اور ہروقت کھلا رہے، کبھی بند نہ ہو اور نہ ہی کبھی تنگ ہو۔

میرے اللہ کریم ہیں

اللہ کے حبیب اقدس ﷺ بھی کریم ہیں

اللہ کی کتاب قرآن عظیم بھی کریم ہے

ایک بندہ اور تین کریم الحمدللہ کیا بندے کے لیے یہ کافی نہیں؟

ایک خاتون ڈاکٹر مدینہ منورہ میں تعینات ہوئیں۔ چند دن بعد ان کی وہاں

سے تبدیلی کے احکام جاری ہوئے۔ وہ حضور اقدس ﷺ کی جالی مبارک پہ حاضر ہوئیں۔ آبدیدہ ہوکر عرض کی یارسول اللہ ﷺ! حضور نے احقرہ کو پسند نہیں فرمایا جو آتے ہی تبدیل کردی گئی۔ محترمہ خاتون نے بتایا کہ ابھی وہ جالی مبارک سے ہٹی نہ تھی کہ ایک قاصد ایک حکمنامہ لے کر حاضر ہوا کہ آپ کی بدلی روک دی گئی ہے۔ ماشاء الله

اس نے مزید کہا کہ ایک پہرے دار اسے جالی مبارک کے سامنے کھڑا ہونے سے روکا کرتا تھا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ پہریدار اگر بیمار ہوکر میرے ہسپتال میں آئے تو میں اس پہ تیمارداری کا احسان کروں۔ اسی دن وہ بیچارہ بیمار ہوکر انہیں کے زیرِ علاج آیا۔

اسے ہدایت کی گئی ایسی دعائیں وہاں مت مانگا کر۔ اُن کے در سے مانگنے کی اگر کوئی چیز ہے تو اُن ﷺ کی محبت ہے، طیب و مبارک محبت!

سَیِّدُنَا قَاسِمُ ﷺ

میرے اللہ جو بھی چیز کسی کو عنایت فرماتے ہیں،

میرے آقا روحی فداہ ﷺ اس عنایت کو تقسیم فرماتے ہیں

اللہ ہر کسی کو ہر وقت ہر چیز عنایت فرماتے رہتے ہیں اور یہ عنایت ازل سے شروع ہے اور ابد تک رہے گی۔

اللہ معطی ہے اور میرے آقا روحی فداہ ﷺ قاسم الخیرات الحسنہ

قاسم کا معطی کے ہمراہ رہنا لازم و ملزوم

اللہ تبارک و تعالیٰ عزوجل ذوالجلال والاکرام نے

میرے آقا روحی فداہ ﷺ سے فرمایا

جو تجھ سے ملا مجھ سے ملا

جو تجھ سے گیا وہ مجھ سے گیا

جس نے تجھ کو دیکھا
اس نے مجھ کو دیکھا
جس نے تیرا ذکر کیا، گویا میرا ذکر کیا
جو مجھ سے محبت کرنا چاہتا ہے، میرے حبیب ﷺ سے کرے
یاد ہی کی بدولت یاد ہوتی ہے
جو جسے چاہتا ہے یاد کرتا ہے۔ اسی طرح محبت۔
تیرے ذکر کے سوا کوئی اور ذکر قابلِ ذکر نہیں
اسی طرح فکر۔

میرے آقا روحی فداہ ﷺ ہی کے جود کرم سے تیرا ذکر وفکر جاری ہوتا ہے اور محبت ہی کی بدولت ہوتا ہے

اُن ﷺ سے محبت ہی اللہ سے محبت ہے۔

اپنی تعریف سے زیادہ دوست کی تعریف پسندتر ہوتی ہے

اپنی گستاخی کو کسی بھی خاطر میں نہیں لاتا البتہ اپنے دوست کی توہین کو کبھی معاف نہیں کرتا۔

اگر وہ ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ نہ یہ دنیا ہوتی نہ اس کے رنگ و بو۔ انہی کی بدولت تو یہ کائنات سجائی ہوئی ہے۔

پیارے کا نام اپنے نام سے پیارا ہوتا ہے
محبت کی ساری کتاب ورق ورق پڑھ
پیارے ہی کے پیار سے بھری ہوتی ہے
پیارے کا منکر...... منکر

محبت کا منکر بازی ہار جاتا ہے

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کل کائنات کے رسول ہیں

ہمارے رسول...... ہمارے آقا روحی فداہ ﷺ

اور یہ شرف کسی محبت ہی کی بنا پہ عنایت ہوتا ہے

اور یہ کلام اس مضمون پہ ختم الکلام ہے ماشاء اللہ! مبارکاً مکرماً مشرفاً

محبت مر کر بھی نہیں مرتی۔ کسی نہ کسی روپ میں زندہ اور قائم رہتی اور رنگارنگ کے رنگ بدلتی رہتی ہے۔

محبت ستر ہزار اجمالی پردوں میں مستور رہ کر محبوب و محبّ میں جلوہ نما رہی، کبھی بے نقاب نہیں ہوئی

زندیقیت کے لبادہ میں محبوبیت بن کر رہی اور کسی بھی انداز میں کبھی پہچانی نہ گئی

کہیں گھسیارہ بن کر آئی کہیں بنجارہ!
تیری نظروں میں کسی کی بھی شان کبھی نہ جچی
اللہ اللہ ماشاء اللہ، بڑے بڑوں کو متحیر کر گئی

جب بھی مارا، تیری ہی اداؤں نے مارا، یارحمۃ للعالمین ﷺ!

جو عمل تیرے نزدیک جہنم رسا ہے میرے نزدیک جنت کی کلید۔

''تیرے امر سے دوزخ میں جانا
کسی بھی طرح جنت سے کم نہیں!''

اس قسم کا شرک تو ہم روز کرتے ہیں، باز نہیں رہتے!

بتا تو سہی! ان کے بغیر بھی جنت، کیا جنت ہوگی!

تیرے حبیب ﷺ کی محبت پر تن من دھن قربان کرنا

کسی بھی شے کو بچا کر نہ رکھنا　　سب کچھ انہی پہ وار دینا

ان کے لیے ہر شے ہار دینا　　ان کی یاد میں دن رات گھلنا

لوٹ پوٹ ہوتے ہی رہنا　　در پہ نظریں جمائے رکھنا

محبت والے اسے عشق ہی کی تاثیر کہتے ہیں

اور جنت کسے کہتے ہیں؟

اُن ﷺ کے بغیر جنت کیا جنت ہوگی!

اللہ کا نام تو ہے ہی بلند، اللہ کے حبیب ﷺ کے نام کو بلند کر

جس نے بھی اللہ کے حبیب ﷺ کے نام کو بلند کیا، بلند ہوا

سب سے پیارا نام کسی کے کسی کا پیارا نام ہوتا ہے

اپنے نام سے پیارا پیارے کا نام ہوتا ہے۔

مخفی اسماء کی تلاش میں لوگوں کی عمریں گزریں

ایک رند بولا:

ہو نہ ہو یہ اللہ کے حبیب اقدس ﷺ کا نام ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

ان ﷺ ہی کی بدولت یہ دنیا معرض وجود میں آئی اور ان ﷺ ہی کے نام کی برکت سے رواں دواں

ہر علت سے تیرے نام ہی کی بدولت شفا پائی

تیرے نام کا واسطہ کبھی رد نہ ہوا

جسے بھی امان ملی، تیرے نام ہی کی برکت سے ملی

اللہ واحد ہے، وحدہ لاشریک کا کسی کو شریک مت بنا

اللہ کے محبوب سے محبت کرنا اگر کسی کے نزدیک شرک ہے،

تو بندگی کسے کہتے ہیں؟

اللہ کے محبوب ہی نے تو مخلوق کو اللہ کی راہ بتائی۔ وما علینا الا البلاغ

تیری ذات قدس اور تیرے حبیب اقدس ﷺ کے کرم کا شکریہ...... ہمیں مرنے جینے کا ڈھنگ بتا دیا اور سکھلا دیا۔ بے حد شکریہ، لاتعداد بار شکریہ۔ تا دوام قیام شکریہ۔

اللہ ہادی ہے اور مہدی رسول اللہ ﷺ۔ اور مہدی ہی نے دنیا کو بتایا کہ اللہ ہادی ہے اور قرآن کریم کتاب الہدیٰ

مہدی کی اقتداء ہادی ہی کی اقتدا ہے

کیا تجھے مطمئن کرنے کیلئے یہ کافی نہیں کہ اللہ کی خبر محمد ﷺ ہی نے دی؟

اللہ تبارک وتعالیٰ کا سب سے بڑا احسان حضور اقدس ﷺ اور حضور اقدس ﷺ کا سب سے بڑا احسان توحید کا تعارف ہے۔ یعنی اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب اقدس ﷺ کو کل کائنات کا قیامت تک کے لیے خاتم النبیین بنا کر بھیجا اور حضور اقدس ﷺ نے مخلوق کو خالق کی ذات وصفات سے متعارف فرمایا:

کائنات کے محسن اعظم میرے آقا روحی فداہ ﷺ ہی نے کائنات کو متعارف کرایا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

لَهُ الْمُلْكُ

وَلَهُ الْحَمْدُ

لَا شَرِیْکَ لَہٗ

اَنْتَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

حرف حرف پڑھ۔لکھو کھ ہا صفحات کی گردانی کر۔جس نے بھی کسی منزل کو طے کیا، ہادی ہی کی محبت سے طے کیا اور ہر تذکرہ مہدی ہی کی محبت کا تذکرہ ہے۔

میرے مہدی روحی فداہ ﷺ کی راہ میں چلنے والوں کی گرد و غبار میری آنکھوں کا سرمہ ہے ماشاءاللہ!

حاصل کلام:

میرے آقا روحی فداہ کی محبت سے ذکر دوام کا قیام اور

ذکر دوام کی حقیقت اللہ کے دین اسلام کی دعوت و تبلیغ اور

دعوت و تبلیغ کی برکت سے مخلوق کی بے لوث خدمت۔

طریقت، طریق نبوت اور

طریقِ نبوت دین کی دعوت و تبلیغ ہے

طریقِ نبوت کی اتباع ہی سنت کی صحیح اتباع ہے

سنت کی اتباع کر۔

تبلیغ سنت موکدہ، نبوت شاہکار، ملی تعمیر کی معمار، دین کی احیاء، فرض کفایہ اور امت محمدیہ ﷺ کی امتیازی شان ہے۔

جب تک تیری جماعت اور ہر کسی کی جماعت میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی محبت سے سرشار ہو کر جلوہ نمائی نہیں کرتی، بت ہے روح نہیں۔اور روح ہی سے بت زندہ اور متحرک ہوتا ہے۔

تیری تبلیغ میں بت تو ہے روح نہیں۔اور روح کے بغیر بت زندہ نہیں، مردہ گردانا جاتا ہے۔

بت کی ہر شے فانی۔ جب تک بت میں روح داخل نہیں ہوتی مردہ ہے۔
روح ہی کی بدولت یہ کائنات رواں دواں ہے۔

جس تبلیغ میں میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی محبت جلوہ گر نہیں ہوتی......

شجر ہے مگر اپھل

میرے آقا روحی فداہ ﷺ سے محبت ہی دین کی تبلیغ ہے

تیری تبلیغ میں سبھی کچھ ہے، میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی محبت نہیں۔
زبان پر تو ہے دل میں نہیں اور تبلیغ کا دارومدار محبت پہ موقوف۔

میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی محبت سے سرشار ہوکر جو بھی جماعت اللہ کے دین اسلام کی دعوت وتبلیغ کے لیے ...... اللہ کے لیے ...... صرف اللہ ہی کے لیے ...... اللہ کی راہ میں نکلتی ہے، دعوت کی تمام ادائیں سمٹ کر اس پہ چھا جاتی ہیں اور ہم سب ...... اللہ کے لیے اللہ کی راہ میں نکلے ہیں، کسی اور کام کو کسی خاطر میں نہیں لاتے۔

میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی محبت میری تبلیغ کا بنیادی نصاب ہے، اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

اللہ اللہ تو ہر کوئی کرتا ہے یہاں تک کہ مٹی کے ڈھیلے بھی کرتے ہیں، اللہ کے محبوب میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی محبت ہی دین کی اصل اور تبلیغ کی روح ہے۔

دین کیا ہے؟

۱......ایمان باللہ

۲......محبتِ محمد رسول اللہ ﷺ

۳......صالح عمل

صالح عمل کے لیے ایمان اور ایمان کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت درکار ہے۔ جب تک کسی کو حضور اقدس ﷺ سے محبت نہیں اس کا ایمان کامل نہیں۔ اور جس کا کا ایمان کامل نہیں اس کا صالح عمل درجہ قبولیت کا شرف حاصل نہیں کرتا۔ ایمان کی تکمیل حضور اقدس ﷺ کی محبت پہ موقوف ہے۔ جسے حضور اقدس ﷺ سے جتنی محبت ہوگی اس کا اتنا ہی ایمان کامل ہوگا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہاں اس کا ایمان مکمل نہیں جس کو ان (حضور اقدس ﷺ) سے محبت نہیں۔

اَلَا لَاۤاِیْمَانَ لِمَنْ لَامَحَبَّۃَ لَہٗ

- ہاں اس کو ایمان نہیں جس کو ان (آنحضرت ﷺ) سے محبت نہیں۔
- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ نہیں پورا مومن ہوتا کوئی شخص تم لوگوں میں کا مگر جب ہو جاؤں میں اس کے نزدیک اس کی جان اور بیٹے اور باپ اور سارے جہان سے پیارا۔

جس نے ان ﷺ سے اپنی جان اور بیٹے اور باپ اور سارے جہان سے زیادہ محبت کی، اس نے تکمیل ایمان پائی گویا جو ان کی محبت میں محو ہوا، وہ ایمان میں محو ہوا۔ اور محویت ایک قسم کی اپنے محبوب کو پکار ہے۔ جس نے انہیں پکارا، اس نے ایمان کو پکارا ماشاء اللہ !

جو ایمان میں (اُن ﷺ کی محبت میں) محو ہوا اور جس نے ایمان کو (یعنی ان کی محبت میں اُن ﷺ) کو پکارا وہ کامیاب ہوا کامران ہوا شاد ہوا ماشاءاللہ!

بیشک حضور اقدس جانم فداہ ﷺ کی محبت توحید کی چھت کا پہلا زینہ ہے۔ نفس میرے آقا روحی فداہ ﷺ سے فیضیاب ہو کر ہی مطمئن ہوتا ہے، کسی اور طرح کبھی نہیں ہوتا۔ وما علینا الا البلاغ

ایک نے کہا کہ وہ عرش پہ پہنچا۔ پوچھا اپنے آپ یا کسی کے پہنچانے سے۔ اس نے کہا اپنے آپ۔ کہا اہل فن کے نزدیک یہ سیر معتبر نہیں، طریقت قدیم کے منافی ہے۔ جو بھی وہاں پہنچا کسی کا پہنچایا ہوا پہنچا۔

شیخ طالب کو اُن ﷺ تک اور وہ ﷺ طالب کو اللہ تک پہنچاتے ہیں ورنہ سب بیڑے راہ ہی میں اٹکے اور بھٹکتے رہتے ہیں۔ آج تک کوئی ایک ایسی مثال پیش کریں جو شیخ اور اُن ﷺ کے وسیلہ کے بغیر اللہ تک پہنچا ہو۔

محبت کے بغیر اتباع قطعی ناممکن ومحال ہے۔ اللہ ہمیں اپنے حبیب اقدس ﷺ کی محبت عنایت فرمائے اور ہمیں ان کے در تک پہنچائے آمین۔

جو وہاں پہنچا وہی اللہ تک پہنچا اور ان ﷺ کا پہنچایا ہوا پہنچا۔ جو وہاں تک نہیں پہنچا کہیں بھی نہیں پہنچا۔ اور یہی عقیدہ مشائخ کرام کا قدیم اور واحد عقیدہ ہے۔

اسلام کی مایہ ناز شخصیت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق وَالدِّین حسن سنجری ثم اجمیری رضی اللہ عنہ کی ان سے ساتھ محبت کیا رنگ لائی۔ ان کا تنہا اجمیر شریف آنا اور پھر سارے ہندوستان کو مسلمان بنا دینا اُن ﷺ کی محبت ہی کی بدولت تو تھا۔ یاحی یاقیوم

دین اسلام میں فتوحات واصلاحات واشاعت

میرے آقا روحی فداہ ﷺ ہی کی محبت کی بدولت ہوئیں، ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔

آپ ﷺ کی محبت کا دعویٰ اس قدر اللہ کو پسند ہے کہ قیامت تک اپنے نیک بندوں کی زبان پہ وہ دعویٰ دہراتا رہتا ہے جیسے کہ آج ہم خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا دُہرا رہے ہیں۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ درجہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ، غریبوں کی خدمت اور دین کی تبلیغ کی بدولت بلند ہوا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی برکت سے غریبوں کی خدمت اور غریبوں کی خدمت کی بدولت دین کی تبلیغ کی توفیق عنایت ہوئی۔

گویا آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے کائنات کے محبوب، غریبوں کی خدمت سے مخدوم اور دین کی تبلیغ سے معین الدین بنے مبارکاً مکرماً مشرفاً

یہ تینوں عناصر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

غریبوں کی خدمت

اور دین کی تبلیغ

کبھی کبھی اور کہیں کہیں جمع ہوتے ہیں اور جہاں بھی جمع ہوجاتے ہیں برکت ہوجاتی ہے اگر چہ وہاں ہو۔

محبت ہر راہ کی رہنما

ہر راہرو کی منزل ماشاءاللہ

مبارکاً مکرماً مشرفاً

محبت نے محبت کی راہ بتائی...... یہ شاہراہ ہے

محبت ہی نے اس راہ سے روکا ...... یہ شاہراہ عام نہیں، مخصوص ہے اس راہ پہ چل کر شاہراہ گم نہ ہو

شریعت وطریقت وحقیقت ومعرفت محبت ہی کی راہیں ہیں

بدل بدل کر بدلتی رہتی ہیں ...... کوئی شریعت کا پابند

کوئی طریقت کا ملنگ

ہر دو میں حقیقت اور معرفت کا ظہور

شریعت جڑ

طریقت پودا

حقیقت پھل اور

لذت وقوت معرفت ہے

شریعت وطریقت وحقیقت ومعرفت کے کسی بھی قال میں جب حال وارد ہوجاتا ہے، ھو ہی کا عالم ہوتا ہے اور کسی بھی حال میں دل کبھی دلگیر نہیں ہوتا۔

حال وقال لازم وملزوم ہیں۔ حال نہ ہوتا تو قال بھی نہ ہوتا۔ اس حال میں نہ حال رہتا ہے نہ قال، اگرچہ حال ہی نے قال کو گرمایا ہوتا ہے۔

کسی بھی شے کو گرمانے کے لیے تپش درکار ہوتی ہے

تیرے اَپنے ہی عمل سے تیری دنیا میں حرکت وبرکت ہے۔

عمل وہ ہے جو روح کو گرما گیا اور

نفس کو رلا گیا

سایہ دار پھولدار، پھلدار درخت ...... قالین اور

محلات ...... کھنڈرات

جسم خاک، عمل نور ہے۔

خاک میں جب نور جلوہ نما ہوا، خاک کی ماہیت بدل گئی۔ کسی اور طرح خاک کی خصلت نہیں بدل سکتی۔

عمل سے خودی اور خودی سے بے خودی پیدا ہوتی ہے گویا
عمل تخم، خودی پودا اور بے خودی پھل ہے۔
یہی بے خودی ملت مصطفویہ ﷺ کی جان ہے۔

میرے مولائے کریم روف الرحیم روحی فداہ ﷺ کی ایک ہی تو یہ تمنا ہے کہ آپ ﷺ کی امت کے نوجوان کردار کی مستی میں مدہوش ہوں اور یہ مدہوشی عارضی نہ ہو، سرمدی ہو اور یہی مدہوشی ملتِ مصطفویہ ﷺ کی آبرو ہے۔

حیات کا ذوق اور موت کا خوف انسانی زندگی کے دو محور ہیں اور ہر کوئی انہی کے گرد گھوما کرتا ہے۔

ہستی جب کردار کی مستی سے مست ہوئی الست ہوئی اور ورلست ہوئی، حیات وممات کے ذوق وخوف سے مستغنی وبے نیاز ہوئی اور یہ انسانی زندگی کا بلندترین مقام ہے ماشاءاللہ!

اے ہمنشیں! اے میری جان! تجھے کون سمجھائے، کیا سمجھائے اور کیسے سمجھائے تیرے کردار کی مستی ملت کی امتیازی شان اور یہی مستی ملتِ مصطفائی ﷺ کی جان ہے۔

انسانی کردار کے بعض نمونے اللہ کو اس قدر پسند ہوتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے اپنے نیک بندوں کی زبانوں پہ ہمیشہ زندہ رکھتے ہیں۔

حضرت خواجہ خواجگان سیدنا سید حسن سنجری ثم اجمیری رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کی محبت کے لیے دامن دراز کیا، انہیں محبت عنایت ہوئی اور پوری عنایت ہوئی مبارکاً مکرماً مشرفاً

حضور اقدس ﷺ کی محبت کی برکت سے پورے کا پورا ہندوستان مشرف بہ اسلام ہوا الحمد لله!

حضوراقدس ﷺ کی محبت کے جلال کے آگے کوئی بھی شیطان ٹھہر نہ سکا

محبت ہی نے وھو معکم این ما کنتم کے حجاب کو اٹھایا

جب اللــــه معی کے راز سے پوری طرح واقف ہوئے، ماسوا سے بے نیاز ہوئے۔

حضرت سرکار عارف طریقت عالم الحقیقت محبوب المصطفیٰ ﷺ مکرم الرسول ﷺ قطب المشائخ ولی الہند والسندھ، معدن الشریعت مخزن الاسرار الحکمت، الشیخ الربانی، الاشہب الصمدانی، حضرت خواجہ غریب نواز السید معین الدین والحق حسن سنجری الچشتی الاجمیری قدس سرہ العزیز کی جملہ تعلیمات کا نچوڑ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں آپ کے اس وعظ حسنہ میں موجود ہے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال مبارک سے چالیس یوم قبل بیان فرمایا۔ اپنے مریدین اور اپنے روحانی جانشین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

- ☆ محبت ہر کسی سے کرو، نفرت کسی سے نہیں
- ☆ صرف باتیں تمہیں کہیں نہیں پہنچا سکتیں
- ☆ اللہ اور مذہب کے بارے میں صرف باتوں کی بنا پر (عمل کو ترک کر کے) تم ترقی کی شاہراہ پر کبھی آگے نہیں بڑھ سکتے
- ☆ اپنی مخفی صلاحیتوں کو بروئے کار لاؤ اور پھر اپنی غیر فانی ہستی کی عظمت کو مکمل طور پر منکشف کرو
- ☆ تمہارے اندر محبت و آشتی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو۔ تم جہاں رہو

یا جہاں جاؤ امن وسلامتی اور مسرت وشادمانی کا پرچار کرو۔ حق وصداقت کا شعلہ تاباں، محبت والفت کی حسین کلی اور امن وسلامتی کا سکون بخش مرہم بن جاؤ۔ اپنے روحانی نور سے جہالت کے اندھیروں کو بھگا دو۔ جنگ وجدال اور فتنہ وفساد کے چھائے ہوئے بادلوں کو بکھیر دو۔ نیکی، باہمی اخوت ومحبت اور یگانگت کی اشاعت کرو۔

☆ اللہ کے سوا نہ کسی سے اعانت طلب کرو نہ صدقات وخیرات اور نہ ہی کسی کی حمایت کے طالب بنو۔

☆ امراء اور روساء کے درباروں میں کبھی حاضری نہ دو لیکن دعا سے انکار نہ کرو۔

☆ اگر تمہارے پاس حاجت مند غرباو مساکین بیوگان ویتامیٰ حاضر ہوں تو ان کی مدد کرو۔

☆ ہندوستان کے لوگوں کی بلاتمیز مذہب وملت خدمت کرنا امن وسلامتی کا واحد مقصد و مدعا ہو۔ فرض شناسی کے جذبہ کے تحت اس کام کو جاری رکھو تاکہ مجھے بطور آپ کے پیر ومرشد آپ کی کسی کوتاہی کے باعث قیامت کے دن اللہ رب العزت کے حضور شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

اللہ کے محبوب ﷺ کو حبیب رکھنے والے بیشک اللہ کو محبوب ہیں اور اللہ اپنے حبیب اقدس ﷺ کے چاہنے والوں کو کسی بھی جہان میں کبھی رسوا نہ کریں گے ماشاء اللہ۔ یہاں تک کہ بعد از مرگ بھی ان ﷺ کی محبت ہی کی بدولت وہ مرجع خلائق اور روشنی کے مینار ہوتے ہیں۔

دین کے ہر معاملہ میں اللہ کے حبیب اقدس ﷺ کی محبت آپ کی رہنما ہو۔

حضور اقدس واکمل، اکرم واجمل، اطیب واطہر روحی فداہ ﷺ ہی بندے کو اللہ کے حضور میں حاضر ہونے اور شرف قبولیت پانے کے آداب واحکام سکھلا سکتے ہیں اور یہ بندوں پہ اللہ کا سب سے بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے حبیب اقدس ﷺ کو اپنی بارگاہ تک پہنچنے کی راہ کا رہنما بنایا ورنہ نہ معلوم ہم کہاں کہاں بھٹکتے پھرتے۔ گویا ہر کوئی ہر وقت اور ہر حال میں حضور اقدس ﷺ کی تعلیمات کا محتاج ہے اور کوئی ان ﷺ کی تعلیمات سے مستغنی نہیں اور نہ ہی کوئی ان ﷺ سے بے نیاز ہوکر بے نیاز (اللہ) کے حضور میں نیاز مند ہوسکتا ہے۔

ان ﷺ کی محبت کے بغیر یہ زندگی کسی بھی کام کی نہیں۔ ان ﷺ کو پا کر ہی اللہ کو پایا۔ جس نے ان ﷺ کو نہیں پایا، اللہ کو بھی نہیں پایا۔

محبت ایک فطری جذبہ ہے۔ ہر انسان میں کسی نہ کسی شکل میں ضرور پایا جاتا ہے۔ کسی کو مال ودولت سے محبت ہوتی ہے کسی کو قدرتی مناظر سے، کسی کو خوبصورت جانوروں سے، کسی کو اولاد سے، کسی کو والدین سے ...... ماں کو بچے سے سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے اور بچہ جب بھی کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو اسے ماں کی محبت وشفقت غیر شعوری طور پہ ضرور یاد آتی ہے اور وہ ''ہائے ماں'' کہہ دیتا ہے اگر چہ اس کی ماں فوت ہوچکی ہو۔

☆ سرکار دوجہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت تو وریٰ الوریٰ ہے۔

محبت کوئی عقلی چیز نہیں، اللہ کا پیدا کیا ہوا ایک لطیفہ ہے جو انسان کے دل پہ اترتا ہے۔ اور اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ محبت دلوں کو ملا دینے والی ایک کشش ہے۔

محبت کا مقام اطاعت سے بھی زیادہ ہے۔ اگر محبت حقیقی معنوں میں ہو تو اطاعت خود بخود ہو جاتی ہے مگر اطاعت بغیر محبت کے بھی ہو سکتی ہے مثلاً کسی کا کوئی نوکر ہے وہ اپنے آقا کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسے اپنے آقا سے محبت ہے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے آقا کے حکم پہ عمل تو کرتا ہو لیکن کسی دوسرے پاس جا کر اس کی بے ادبی کرتا ہو۔

اللہ نے ایک جگہ قرآن کریم میں حکم دیا:

اللہ کی اطاعت کرو۔

دوسری جگہ فرمایا:

مومن اللہ سے شدید محبت کرنے والے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اطاعت اور محبت علیحدہ علیحدہ دو مقام ہیں۔

محبت تو دلائل کی بھی محتاج نہیں، پھر جب اللہ کے محبوب محمد مصطفیٰ حضور ﷺ کی ہو...... جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اللہ کا نور) ہو گیا دو کمانوں کی طرح اور (اللہ اور حضور اقدس ﷺ کے) درمیان کوئی فاصلہ باقی نہ رہا۔

نیز حدیث قدسی میں فرمایا:

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ

کیا اب بھی کوئی کمی باقی ہے؟ ہرگز نہیں۔ ان پہ ایمان لانے والوں کو ایسا گمان بھی نہ کرنا چاہیے۔

مولائے کریم روف الرحیم ﷺ کی بدولت ہی تو یہ ساری کائنات بنی!

وہ نہ ہوتے، کچھ بھی نہ ہوتا۔ نہ یہ زمین ہوتی نہ آسمان، نہ میں ہوتا نہ آپ۔

اللہ آپ کو فہم عنایت فرمائے، اس مٹی میں انہیں ﷺ کا نور جلوہ گر ہے،

ہر جگہ حاضر و ناظر۔ کوئی بھی جگہ ان کے نور سے خالی نہیں۔

ان ﷺ کی محبت ہی تو اس زندگی کا حاصل اور ایمان کی تکمیل ہے۔

ان ﷺ کی محبت ہی ہر نیکی کی جڑ اور ہر بدی کی بیخ کنی ہے پس ہمیں حضور اقدس ﷺ کی ذات سے محبت کرنی چاہیے ذات کے ساتھ ہی سب کچھ وابستہ ہوتا ہے اسم بھی ذات کا ہوتا ہے، صفات بھی ذات کی ہوتی ہیں اور عمل بھی ذات کا ہوتا ہے۔

جب ہم اسم کو یاد کرتے ہیں تو اسم کے ذریعے ذات کو یاد کرتے ہیں جب صفات کو یاد کرتے ہیں تو صفات کے ذریعے ذات کو یاد کرتے ہیں اور جب عمل کرتے ہیں تو عمل کے ذریعے ذات کو یاد کرتے ہیں۔

ذات کی یاد ان سب سے آگے ہے یہ تینوں چیزیں ذات کی یاد کے ماتحت ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد میں کئی سال روتے رہے، وہ ان کی ذات سے محبت تھی نہ کہ اعمال سے۔ اگر یہ شرک ہوتا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نبی تھے، کبھی نہ کرتے اللہ تعالیٰ انہیں منع فرما دیتے۔

نبی کریم ﷺ سے قریب ہونے کا ذریعہ ان کی ذات اقدس سے محبت ہے۔

کوئی جتنا رسول کریم ﷺ کے قریب ہوا، اسے اتنا ہی زیادہ اللہ کا قرب حاصل ہوا۔ جو نبی کریم ﷺ سے دور ہے وہ اللہ سے دور ہے۔ چاہے کچھ بھی کرتا رہے، اسے اللہ کا کوئی پتہ نہ چلا۔

محبّ اپنے محبوب پہ کسی بھی قسم کی نکتہ چینی نہیں کرسکتا۔ محبّ کو تو محبوب کے عیوب بھی محاسن نظر آیا کرتے ہیں چہ جائیکہ جو ہے ہی بے عیب پھر اس پہ نکتہ چینی؟ توبہ توبہ ......

میرا دین میرے مولائے کریم رؤف رحیم روحی فداہ ﷺ کی غلامی اور محبت ہی کا دوسرا نام ہے

دنیا میں جب بھی اللہ کا عذاب نازل ہوا، اللہ کے رسولوں کی توہین کے سبب ہوا۔

اللہ اپنے پیاروں کی توہین کبھی برداشت نہیں کرتا۔

اللہ کے پیاروں کی تعظیم خیر و برکت کا موجب ہے۔ جب بھی بندوں نے اللہ کے بھیجے ہوئے کسی رسول کی نافرمانی، توہین، بے ادبی، ہتک، گستاخی یا کسی بھی قسم کی کوئی نازیبا حرکت کی، اللہ رب العالمین نے برداشت نہ کیا۔

اللہ غفور، حلیم، جواد، کریم، رؤف، رحیم ہے

پھر بھی اپنے کسی رسول علیہ السلام کی شان میں ذرا سی بے ادبی کو معاف کرنا پسند نہیں فرماتا۔

قوم نے جب سیدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے تو اس حرکت سے درگزر نہ فرمایا اور ایک رسول کی اونٹنی کی بے حرمتی اور اذیت کے سبب ساری قوم پہ عذاب نازل ہوا حالانکہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم اللہ کو نہ مانتی تھی لیکن اس انکار کے سبب ان پہ عذاب نازل نہ ہوا۔ عذاب رسول علیہ السلام کی توہین اور بے ادبی کے سبب ہوا۔

رسول......اللہ کے دین کا امین ہوتا ہے

رسول کی توہین اور بے ادبی۔ دین کی توہین اور دین کی توہین اللہ کی توہین ہے اور رسول کی تعظیم......دین کی تعظیم اور دین کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے

نام لے کر بار بار یہ تکرار کرنا کہ ''وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے، انہیں کسی بھی شے کی کوئی خبر نہیں۔'' ادب و تعظیم کے منافی ہے

جیسے بادشاہ کے حضور میں کھڑا ہوکر یہ کہے کہ وزیر کوئی چیز نہیں، اسے کوئی اختیار نہیں، جملہ امور بادشاہ ہی کے قبضہء قدرت میں ہیں اور فلاں فلاں کچھ نہیں کر سکتے۔

بھرے دربار میں ایسے کہنا وزیر کی توہین ہے جسے بادشاہ کبھی برداشت نہیں کرسکتا۔ بادشاہ کے حضور میں کسی بھی درباری کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ بادشاہ کے حضور ہر کوئی سرنگوں ہوتا ہے۔

اس کے باوجود نام لے لے کر کسی کی نفی کرنا مخاطب کی توہین ہوتی ہے۔

بادشاہ ہی نے تو اپنے اختیارات وزیر کو بخشے ہوتے ہیں، ان کی نفی کیونکر کی جاسکتی ہے؟

امراء وزراء اگرچہ بادشاہ نہیں ہوتے، بادشاہ کی رونق ہوتے ہیں۔

بادشاہ کی رونق انہیں سے تو ہوتی ہے۔ اگر وہ نہ ہوں تو پھر بادشاہ کی کیا شان و شوکت ہو؟

اگرچہ بادشاہ کو سارے ملک کی حکومت حاصل ہوتی ہے، پھر بھی بادشاہ اپنے اختیارات جسے چاہے بخش دے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا!

والله المعطى وانا القاسم

اور اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

(صحیح البخاری جلد اول صفحہ ۴۳۹)

میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی کتنی بڑی شان ہے!

دینے والے کے ساتھ تقسیم کرنے والا ہر وقت ضروری ہوتا ہے۔ جونہی اس نے دیا، اسی وقت اس نے تقسیم کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ہر لحہ ہر شے دیتے رہتے ہیں اور آپ ﷺ تقسیم فرماتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ شب و روز جاری رہتا ہے۔

میرے آقا روحی فداہ ﷺ حبیب اللہ ہیں اور حبیب غیر نہیں ہوتا۔

حبیب، محبوب ہوتے ہیں اور شریک مغضوب۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا

اِنَّ اللّٰـهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ٥ (الاحزاب:۵۶)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے فرشتے (ہر وقت) نبی (کریم ﷺ) پہ درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو (جو ایمان لائے ہو) تم بھی آپ (ﷺ) پہ درود بھیجو اور خوب سلام۔

حضور اقدس واکمل واجمل اطیب واطہر روحی فداہ ﷺ کی شان اقدس میں ہم گنہگاروں کی ہر مدحیہ کلام شرک سے مبرا اور محبت پہ مبنی ہے۔

خاک کے اِس ناچیز بت نے خالق و مالک کے حبیب کی کیا تعریف کرنی ہے!

اس بیچارے کے پاس کون سے الفاظ ہیں جو استعمال کرے!

شریعت کا احترام

طریقت کا اکرام

حقیقت کی تلاش اور

معرفت کی تمنا

ہر طالب کی اصل منزل ہے اور حضور اقدس ﷺ کی سفارش، شفاعت، شفقت اور وسیلے کے بغیر کوئی بھی اس منزل کو کبھی عبور نہیں کر سکتا۔

خالق کی تخلیق کے کمال کی اصل یہ ہے کہ خالق اپنی صفات اپنی مخلوق میں بھر دے جیسے

رحیم، کریم، حلیم......

کمالات نبوت کا کمال یہ ہے کہ جتنے کمالات ہمارے حضور پُرنور روحی فداہ ﷺ میں ہیں، ان سب کا ان کی امت میں پایا جانا امکانی بات اور نبوت کے معراج کی دلیل ہے۔

مقربین یعنی اللہ کے مقبول بندے قبروں میں عام مُردوں کی طرح نہیں ہوتے، زندہ ہوتے ہیں اور جو فیض وہ زندگی میں بندوں کو پہنچا سکتے تھے، موت کے بعد بھی پہنچا سکتے ہیں کیونکہ مقربین کی موت شہادت کی موت ہوتی ہے اگرچہ بستروں پر مریں۔

بندہ بندے کو تین طرح فیض پہنچاتا ہے:

...... دعا کے ذریعے

...... تعلیم کے ذریعے

...... توجہ کے ذریعے

اور یہ ان دونوں سے افضل ہے۔

اسی طرح اہل اللہ قبروں میں اپنے زائرین کے لیے

...... دعا کرتے ہیں

...... اہلِ طریقت کے دلوں میں تعلیم کا القاء کرتے ہیں

...... متوجہ ہوتے ہیں۔

روح، قبر اوز برزخ پہ
اکتسابی علم کا عالم کیا تشریح لکھ سکتا ہے؟
اُسے وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی کیا خبر ہو سکتی ہے؟
یہ مخصوص منازل ہیں اور صاحب منزل کے سوا کوئی دوسرا ان سے واقف نہیں ہو سکتا۔
بعض منازل ہر کسی کے لیے قابل تقلید نہیں،
مخصوص مقلدین کے لیے مخصوص ہوتی ہیں۔
ہر منزل کے نشیب و فراز کا عارف صرف صاحب منزل ہی ہوتا ہے، کوئی دوسرا کیونکر جان سکتا ہے؟ مطلق نہیں
بظاہر ...... حقیقتاً ......
اور ہر کوئی، اگرچہ زبان سے کچھ بھی نہ کہے، اعلیٰ درجے کا نکتہ چین ہوتا ہے۔
جو اپنے شیخ پہ مطمئن نہیں، کسی پہ بھی نہیں،
آوارہ ہے۔
تین چیزیں مت بدل
رنگ مت بدل
مخدوم مت بدل
خادم مت بدل
ایک رنگ جب کسی اور رنگ میں ڈبو دیا جاتا ہے، پھر پہلا سا رنگ نہیں رہتا!
عقلمند بنو۔ رنگ کو خراب مت کرو
اپنے اپنے مقام پہ رہو۔

حضور اقدس و اکمل جناب رسول اکرم و اجمل اطیب و اطہر روحی فداہ ﷺ کی سچی محبت تو کسی نیک بخت کو ہی نصیب ہوتی ہے، شیخ کی محبت میں طالب کی کامیابی ہے۔

کلیات

۱۔ امر پہ کمر باندھ

۲۔ نہی کا نام تک نہ لے

۳۔ یاد قائم الدائم رکھ، کبھی بھولنے مت دے۔

ناسوت و ملکوت و جبروت و لاہوت کے جملہ مقامات ان تین ہی کے تابع ہیں۔

یاد ایک عبادت ہے اور

وہ عبادت ناتمام ہے جس میں سرور نہ ہو۔

وہ سرور بے کیف ہے جس میں نور نہ ہو۔

وہ نور کیسا جس میں تابانی نہ ہو

وہ تابانی بے رنگ ہے جس میں شوق نہ ہو۔

وہ شوق بے لطف ہے جس میں ذوق نہ ہو

وہ ذوق بے ڈھنگ ہے جس میں علم نہ ہو

وہ علم بے سود ہے جس پہ عمل نہ ہو

وہ عمل بے کار ہے جس میں دوام نہ ہو

اور دوام کسی کامل کی راہنمائی سے ہی حاصل ہوا کرتا ہے۔

زندگی امر و نہی پہ مشتمل ہے

ایک امر ہے ایک نہی

ہر امر میں نہی اور ہر نہی میں امر ہے۔

یاد امر ہے ...... غفلت نہی

میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی محبت کے خیال میں محور ہنا اسر

اور ماسوا میں مشغولیت نہی

اللہ رب العالمین کے ذکر اور

رحمۃ للعالمین ﷺ کی محبت کے سوا ہر خیال وگمان کو جلا جلا کر راکھ بنانا،

غبار بنا کر کوچہء جاناں کی جانب اڑانا...... اکسیر اور یہی فقیر کے مچ کی تفسیر۔

مچ جل گیا کوڑا

رہ گیا سچ

ایک ہی تو تمنا ہے ...... تیری صورت سامنے رہے، کبھی اوجھل نہ ہو!

تیری صورت میرے نشان کی شاہراہ

اندر ہی اندر کارفرما۔ جھانک کر دیکھ!

کوئی غیر نہیں، آپ ہی آپ سب کچھ ہیں!

نشان

منزل کا شہود ہوتا ہے۔ قائم الدائم

نشان ہی کے بل بوتے پہ منزل پروان چڑھا کرتی ہے اور پوری آب وتاب سے بڑھتی رہتی ہے۔

سالہا سال بننے اور مٹنے کے بعد ہی نشان قائم ہوتا ہے اور پھر کبھی نہیں ڈگمگاتا۔

اصل الاصول فضیلت مآب

ذکر دوام ترک تام

جو سمجھ گیا، وہ پا گیا

تشنہ تھا، سیراب ہوا

جب بھی نشان قائم ہوا، ان ہی کی بدولت ہوا۔ وما علینا الا البلاغ

نشان کبھی ارض وسما کے مابین، کبھی دور کبھی نزدیک، کبھی قریب کبھی قریب تر، کبھی سامنے کبھی دل میں۔ ہر حال میں نشان قائم رہتا ہے، کبھی اوجھل نہیں ہوتا۔

یہ نشان کبھی اوجھل نہ ہو۔ نشان کبھی افسردہ نہیں ہوتا، پوری آب وتاب سے جگمگاتا رہتا ہے۔

باعث تخلیق کون ومکاں:

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ط

شاہکار تخلیق...... حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام

اللہ خالق الباری نے جب آدم صفی اللہ (صلوٰۃ اللہ علیٰ اٰدم)

میں اپنی روح پھونکی فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ

کہا: قَالُوْا بَلٰی

اسی دن سے ارواح مطہر بن کر اپنے عہد وپیمان کی پاسبان رہیں، حال کی مستی نے قال کو زندہ رکھا۔

طریقت نے صرف اس کلام کو مانا جس میں ہستی کی مستی پائی جائے، کسی اور کو نہیں

حال حال پہ عنایت ہوتا ہے

بعض کے نزدیک صاحب حال سے عنایت ہوتا ہے

اور بعض کے نزدیک اللہ سے اور ان دونوں میں ایک ہی امر جلوہ گر ہوتا ہے۔

میرے مولائے کریم روف رّحیم روحی فداہ ﷺ کی عمر شریف باسٹھ یا تریسٹھ سال تھی۔ طریقت الاسلام کی سلوک کی منزل میں صاحب سلوک کی عمر جب باسٹھ یا تریسٹھ سال سے تجاوز کر جاتی ہے، اس وقت اس کا ہر دم آخری دم متصور ہوتا ہے اور وہ اپنی کمی کو پورا کرنے کے لیے اسے غنیمت سمجھا کرتا ہے۔

ایسا ذکر، جیسے مُردوں کی تمنا ہوتی ہے، کر۔

مردے اللہ کے سوا کسی اور طرف کبھی التفات نہیں کرتے، ذکر ہی میں محو ومنہمک رہتے ہیں۔

تو اپنے رب کی طرف رجوع کر۔ یہی میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی سنت مطہرہ ہے۔

ذکر الٰہی کا حیلہ...... اللہ العلی العظیم کو راضی کرنے کا انسب وسیلہ

ذکر الٰہی سے بہتر اور کوئی کمال نہیں

ذکر الٰہی کی بدولت روح کی پرواز وراء الوراء

تیرے ذکر کی قوت ہر قوت سے عظیم واکبر

جس نے بھی تیرا ذکر کیا فارغ البال ہوا

سبحان ربی ذی الفضل العظیم

ذکر الٰہی پہ استقامت...... عین فضل عظیم

ذکرِ الٰہی اور صلوٰۃ وسلام کی یہ آواز دم بہ دم گونج رہی ہے اور دھوم مچا رہی ہے، تو کیوں نہیں سنتا؟

کان بند کر، باجہ نہیں بج رہا تو کیا ہے؟

یہ ''صوتِ سرمدی'' ہے

کان صوتِ سرمدی کی آواز سنتے ہیں

ہر شے ذکر کرتی ہے پتا پتا، ذرہ ذرہ ذکر میں مصروف۔

کیسی کیسی مخلوق کیسے کیسے مقامات پہ رہن بسیرا کرتی ہے

کوئی سمندر کی تہہ میں کوئی پہاڑ کی کھوہ میں

کوئی بحرِ منجمد شمالی میں کوئی جنوبی میں

کوئی خشکی میں کوئی تری میں

ہر مخلوق زبانِ حال سے ذکر میں محو

کوئی بھی منکر نہیں۔

پرند کہتے ہیں تُو ہی تُو تو ہی تو

تم کیوں نہیں کہتے

ارض وسما کا چپہ چپہ ذکر میں مصروف ومشغول۔

سب سے بڑا گناہ ...... اللہ کے ذکر سے روگردانی

زندگی کو پیدا کرنیوالے نے ایک نقش گلے میں لٹکائے رکھنے کا حکم دیا اور تاکید کی اسے کبھی مت اتارنا، ہر بلا و وبا سے محفوظ رہو گے اور یہ نقش صرف دو ہی سطریں ہیں :

شفا اور اطمینان صرف اللہ ہی کے ذکر میں ہے

ذکر کیا کرو

اور ہر زندگی اس کا استقبال کرتی ہے

ہر ذکر میں شفا ہے، ہر ذکر میں اطمینان

سہل ترین ذکر ...... سبحان الله

بہترین شکر ...... الحمد لله

جس طرح ہر دوا میں ہر مرض کی شفا نہیں ہوتی اور مختلف امراض کے لیے مختلف دوائیں ہیں، اسی طرح سلوک میں بھی کسی ایک ذکر پہ اکتفا نہیں کیا جاسکتا البتہ ان تینوں میں ہر مرض سے کلی شفا ہے

۱۔ تلاوت قرآن

۲۔ نماز

۳۔ ذکر

ان تینوں کی کثرت مساوی ہو۔ یہی سلف صالحین کا نسخۂ کیمیا ہے۔

چودہ سو سال کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ تہجد کی نماز کے بغیر کبھی کوئی ولایت کے مرتبے کو نہیں پہنچتا۔

خلافت کی شرط اولین ...... ذکر الٰہی

جملہ علائق ...... منقطع

یاد حق ...... قائم و دائم

تعلق ہر تعلق سے منقطع ہو کر ہی اللہ سے تعلق قائم رکھ سکتا ہے

کل کائنات سے منقطع ہو کر ہی کل کائنات کے خالق میں محو ہو سکتا ہے، کسی اور طرح مطلق نہیں۔

تاریخ نے کہا حق حق حق

فقر نے کہا ھو ھو ھو

ذکر ہی کی بدولت ذکر بلند ہوتا ہے

ذکر ہر بوجھ کو اتار دیتا ہے

ذکر ہی کی بدولت قلب مزکی اور دل روشن ہوتا ہے اور گناہ بخش دیئے جاتے ہیں

شانِ عبدیت: ترک مدعا اِلَّا بِذِکْرِ اللّٰہِ

اھل ذکر اللہ کے ذکر کے سوا کسی اور کا ذکر نہیں کرتے۔

ذکر کیا کر۔ ذکر کا شہود مظہر العجائب۔

وقت کی نزاکت کو ازبر کر

جو کرنا ہے، ابھی کر

جو بننا ہے، ابھی بن

ساز تیار ہیں، جو بجانا ہے ابھی بجا

یارحمۃ للعالمین ﷺ! رحمت نچھاور فرما!

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ آمین

ساز کے بغیر تونبہ کیسے بج سکتا ہے! ساز تیار ہے، پھر آواز کیوں نہیں آتی؟

تاریں ڈھیلی ہیں...... کسی ہوئی نہیں!

ان تاروں کو کون کسے گا؟

ہے کوئی اور، جو کس سکتا ہے۔

تیری تاریں ہیں اور تیرے ہی تونبے، تُو ہی ان کو کسے!

میرے آقا روحی فدا جانم فداہ ﷺ! آپ ﷺ کی محبت کے بعض ساز ایسے دلکش ہوتے ہیں جو وصل وفراق سے بے نیاز ہوکر زندگی بھر بجتے اور ابدالآباد قائم رہتے ہیں مرحباً مکرماً مشرفاً

آ بھی جاؤ! تیرے بنا ہستی دہر کا ہر کیف بے کیف ہے

کوئی بھی مژدہ جانفزا نہیں

تیرے آنے ہی نے کوئی رنگ باندھنا ہے۔

تیرے رندانہ انداز کے شیدائی وتماشائی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تیری راہ تک رہے ہیں ...... آ بھی جا! سب شدت سے اور مدت سے بیتاب ومنتظر ہیں

کائنات...... تیرے جمال کی مشتاق

تیرا جمال ہر جمال کا منبع

تیرے جمال کی جستجو نے کیسے کیسے رنگ بدلے! کن کن مقامات پہ پرگٹ ہوا! جو کسی نے بھی نہیں دیکھا...... دکھایا

جب رلایا خوب رلایا۔ اسی طرح جب ہنسایا خوب ہنسایا۔ اور حد یہ کہ جب نچایا، خوب نچایا۔

جمال کی جستجو میں سر کے بل رقص کرتے ہوئے چلنا محبت کی دنیا میں ایک مقبول الحب ادا اور مایہ ناز جنون ہے۔ محبت والے اسے جنون کی تعبیر کہتے ہیں۔

جنون ...... محبت کی ابتدائی منزل۔ کبھی رد نہیں ہوتی، پا کر رہتی ہے۔

لکھوکھہا صفحات کی تلخیص:

تیرا جمال، ہی ایمان کی تصدیق

میرے آقا روحی فداہ ﷺ ہر جمال کا منبع

تیرا جمال...... بےقدر مسافر کی دلجوئی کی حد

جمال کا کوئی نعم البدل نہیں۔

اے خسرو خوباں! تیرا جمال ہی صحرا نوردوں کا حج ہوتا ہے۔
ہر جمال میں تیرا جمال جلوہ گر
ایک بار دیکھ کر تیرے خیال کے تصور میں محو رہنا...... کافی
ایک آدمی نے ایک آدمی سے پوچھا کہ وہ کس حال میں ہے؟
اس نے کہا کہ مدت گزری ایک دن اس کے شیخ نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھا پھر اس نے حضور اقدس ﷺ کا روضہ اطہر اپنے سامنے دیکھا اور اب بھی وہ جب چاہے روضہ ءاقدس کو دیکھ سکتا ہے سارا دن دیکھنا چاہے، سارا دن دیکھ سکتا ہے۔ وما علینا الا لبلاغ

شیخیت کا کمال
تصورات کی پختگی میں عین جمال
جمال میں جمال جلوہ فگن
کسی اور طرف مطلق التفات نہیں رکھتا۔
تیری نظر جب کسی پہ پڑ جاتی ہے، بے نظیر بن جاتا ہے۔
نگاہِ کرم حبشی کو بلال رضی اللہ عنہ
چرواہے کو اویس رضی اللہ عنہ
نمانی کو سعدیہ رضی اللہ عنہا اور
جابر کو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ بنا دیتی ہے۔
جب بھی کسی میں کوئی خصلت پیدا ہوئی، نظر ہی کی بدولت ہوئی، کسی اور طرح کبھی نہیں۔
میرے آقا روحی فداہ ﷺ! تیری نظر .... کل کائنات کا مرکز۔

ہم خاک نشین تیری نظر ہی کے بل بوتے پر کچھ کرتے ہیں ورنہ کسی بھی شے پہ کوئی قدرت نہیں رکھتے۔

جب تک کسی خصلت کی تمام ضروریات ولوازمات تام نہیں ہوتیں، ناتمام رہتی ہے اور خصلت ہی کی بدولت آدمیت کو ہر مخلوق پہ شرف حاصل ہے۔

سادگی بھی کیا عمدہ صفت ہے، ایک مجلس میں پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا:

''تم بیٹھ جاؤ، تمہاری سادگی مجھے پسند ہے۔''

تزکیہ قلب کا انحصار مزکی کی نظر پہ موقوف ہوتا ہے، مطالعہ پہ نہیں۔

جس کی نظر میں اثر نہیں

اس کی خبر میں بھی نہیں۔

خبر کتاب سے اور نظر، نظر سے حاصل ہوتی ہے

خبر ظاہر اور نظر باطن ہے ...... ظاہر باطن کے تابع ہے۔

خبر کسبی اور نظر وہبی ہے ...... خبر نمائندہ ہے

خبر کو جب نظر ملی، نمونہ بن گئی۔

عرفان کی تکمیل کے لیے خبر و نظر دونوں کا ہونا ضروری ہے۔

جسے خود خبر نہیں کسی کو کیا خبر دے گا؟

انسان مخزنِ انوار واسرار   شوق جستجوئے دیدار

نہ خبر نہ نظر؟ اے ہم نشیں بہ بیں ایں شیخیت چیست وکجامی رساند؟

خبر ازل وابد کی ترجمان۔ نظر کے مقامات وریٰ الوریٰ، تمکین الوریٰ

ہوشیار باش!

متاعِ گم کردہ راباز گیر

آنکھوں کی شوخی و بے باکی تیرے آبا کی آن وشان اور ملی حمیت کی جان تھی جو تو نے گم کردی۔ ہائے ہائے، بتا اب تجھ میں کیا باقی ہے؟

پدرم سلطان بود ....

وہ رشک مسیحا نظریں، قدم قدم پہ بدلتی نظریں، اللہ اللہ، کبھی مست کبھی ہشیار، کبھی نمناک کبھی غضبناک، کبھی بندہ نواز کبھی قہر بار، کبھی دلسوز کبھی دلدوز، کبھی نیچی کبھی اونچی، کبھی سیدھی کبھی ترچھی، کبھی اشکبار کبھی خونخوار، کبھی دلآویز کبھی دلفگار، کبھی عرش پہ کبھی فرش پہ، کبھی محوِ ذات، کبھی کائنات، کبھی صید زبوں، کبھی خود صیاد، کبھی شمع کبھی پروانہ، کبھی بلانوش کبھی مدہوش، کبھی باوفا کبھی پُر جفا، کبھی مطمئن کبھی مضطرب، کبھی دردِ دل کبھی خود دوا، کبھی ناز کبھی نیاز، کبھی دلربا کبھی دلکشا۔

اے ہمنیش! ''نظر'' ان نظروں کی تلاش میں سرگرداں ہے کہیں نظر نہیں آتیں۔ کہیں ناپید تو نہیں ہوگئیں؟ کیا بزم کونین کو اب ان کی ضرورت نہیں؟ ان کے بغیر تو یہ تنِ خاکی، اربعہ عناصر کا پُتلا، مٹی کا ایک بے قدر ڈھیر ہے۔ ان نظروں ہی کی بدولت تو یہ اشرف تھا۔

نظر میں سریع التاثیر دعا ہوتی ہے اور شفا ہوتی ہے۔ ماشاء اللہ!

نظر کی شفا ...... اصل دوا

نظر ایک بار بلند ہو کر کبھی نہیں گرتی۔ گرانے ہی پہ گرنے پر مجبور ہوا کرتی ہے

نظر کی پاسبانی، سب سے اہم پاسبانی ہے۔

پہلی نظر آخری نظر ہوتی ہے

جو پہلی میں نہیں جچتا، آخری میں بھی نہیں۔

نظر ہی میں ہر شے ہے ...... مہر بھی قہر بھی
کرم کی نظر سے ہر نظر مکرم
کرو مہر کی نگاہ، کھولو کرم کی گلی۔
تیری ایک نظر میری ساری زندگی کے لیے کافی ہے
محبت، قبولیت پہ موقوف نہیں ہوتی، ہر حال میں ہوتی ہے۔
نظر ہی نے نظر کو پہچانا
نظر ہی سے نظر واصل
دیکھنا ...... وصل کی حد
تیری ایک نظر ...... دنیاودین وآخرت کا سرمایہ۔
نظر بکا نہیں کرتی، نظر ہی سے پیدا ہوتی ہے۔
تیری نظر ہر نظر میں پنہاں، ماشاءاللہ!
تیری نظر جلال و جمال وکمال کا مظہر
تیری نظر سے کائنات میں اجالا ہوا
تیری نظر سے اوجھل ...... اندھیرا
تیری نظر سے ریگستان میں چشمے اُبلے
تیری نظر سے نظر پیدا ہوئی
تیری نظر ...... آب حیات کا سرچشمہ
فضل ربانی کا گلستان
بن دیکھے چین نہ پائے
نہ تن کی تمنا رہی نہ من کی

رہی تو صرف یہ ...... کہ دم بھر کے لیے بھی تیری نظر سے اوجھل نہ ہو،

ہمہ وقت روبرو رہے

تیری نظر جس کسی پہ پڑ جاتی ہے، دیوانہ بنا کر مستانہ کر دیتی ہے

تیری نظر کی تاثیر پتھروں میں چشمے جاری کر دیتی ہے

اور کائنات عالم کی ساری تعلیم نظر ہی کی بدولت منصۂ شہود پہ آئی اور سنگریزے موتی بن کر ستاروں کی طرح چمکے۔ کبھی ماند نہ پڑے، ہمیشہ جگمگاتے رہے۔

جس پہ ان کی نظر پڑ جاتی ہے نظروں سے گر جاتا ہے۔ کوئی نظر اس طرف نہیں اٹھتی۔ اور یہ محبت کی رقابت کا قدیم دستور ہے۔ جو ان کا ہو جاتا ہے یا جس کو وہ اپنا لیتے ہیں پھر وہ اور کسی کا نہیں رہتا۔ محبت کی رقابت یہ گوارا نہیں کرتی کہ ان کے محب کا ان کے سوا کوئی اور محبوب ہو!

تیری نظر سے ذرہ ستارہ بن کر چمکا

جس کسی پر پڑی، تر گیا ...... جس کی طرف اٹھی، بن گیا

تیری نظر سے تیری نظر کو دیکھا

تیری نظر ہی کی بدولت نظروں نے بصارت پائی

جس نے تیری نظر میں دیکھا مدہوش ہوا، لٹ گیا اور پھر کبھی ہوش میں نہ آیا۔ کائنات کا کوئی منظر اس کی نظروں کو خیرہ نہ کر سکا۔

تیری نظر کی غیرت کسی اور طرف متوجہ ہونے ہی نہیں دیتی۔

بالآخر تیری نظر ہی سے ذکر و فکر و عمل کا باب کھلا۔

اگر کوشش پہ موقوف ہوتا، تو کوئی بھی محروم نہ رہتا۔

کوشش اللہ کو پسند ہے کوشش کر اور کیے جا!

☆ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ o (العنکبوت: ۶۹)

اور جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی، ہم ان کو ضرور اپنے راستے دکھا دیں گے اور اللہ تو نیکو کاروں کے ساتھ ہے!

☆ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ o (الشوریٰ:۱۳)

اور جو اس کی طرف رجوع کرلے، وہ اسے اپنی طرف راستہ دکھا دیتا ہے۔

☆ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى o (النجم:۳۹)

اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

اگرچہ بندوں کو کوشش کا حکم دیا گیا ہے حقیقت میں کسی شے کا ہونا نہ ہونا اے بادشاہوں کے بادشاہ! تیرے ہی قبضہ قدرت میں مقبوض و محفوظ ہوتا۔

جدوجہد انسانی فطرت میں داخل ہے ورنہ جب تک پردہ نہیں اٹھتا کوئی کیسے انہیں دیکھ سکتا ہے؟

روح نہ بوڑھی ہوتی ہے نہ مرتی، ازل و ابد تک زندہ اور قائم رہتی ہے، نفس ہی کے گرد گھوما کرتی ہے۔ جب اطمینان کرلیتی ہے، نقاب اٹھا دیتی ہے۔

نفس جب تک روح کی اتباع نہیں کرتا
روح کبھی نہیں مسکراتی، دور دور رہتی ہے۔

بڑے میاں! آپاں ایتھے اینویں ای پگڑ نھی بیٹھے آں
نہ اگلے اَ کَیں نہ پچھلے پھلاہیں!

جب تک نفس نجاست و خباثت و غلاظت و کثافت سے کلیتًا پاک نہیں ہوتا روح الطاہرہ اپنا حجاب رکھتی ہے اور جب تک اے ہمنشیں! یہ حجاب نہیں اٹھتا،

کوئی حجاب نہیں اٹھتا۔

نفس نے روح الطاہرہ کو پیغام بھیجا ...... ہم دونوں ایک بستی میں بستے ہیں تعجب پہ تعجب ہے کہ ملنے کو ترستے ہیں۔ گھونگٹ اٹھا ...... طٰہٰ، یٰس، مزمل، مدثر صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اٹھا۔

میں طاہرہ ہوں ...... ایسے آج تک کبھی نہیں ہوا کہ کسی طاہرہ نے کسی ایسے کو اپنے جمال پُر انوار سے مشرف فرمایا ہو۔ وہ کیسے کر سکتی ہے؟ میں تیرے ملنے کو بیتاب ہوں۔ ہر قسم کی نجاست وخباثت وغلاظت وکثافت سے پاک ہو۔ کلیتًا پاک۔ ورنہ جب تک تو ان سے پاک نہیں ہوتا، میں اس رسم قدیم کی خلاف ورزی کا کیونکر ارتکاب کر سکتی ہوں؟ یہ ایک بات سلوک کی پوری منزل کی امین اور صاحب سلوک کے لیے سنگ میل کا مقام رکھتی ہے ماشاء اللہ۔

''کسی کو کیسے پتہ چلے کہ وہ خباثت ورذائل سے پاک ہے؟''

''اس پہ میں اسی وقت اپنا گھونگٹ اٹھا دیتی ہوں''

''کسی اور طرح نہیں؟''

''جی بالکل نہیں اور نہ کبھی ایسے ہوا!''

''ٹھہرو میری بات سن کر جانا! میری اپنی کوئی مرضی نہیں۔ مطلق نہیں۔ میں ارشاد کی پابند ہوں۔ جب تک مجھے ارشاد نہیں ہوتا، کسی سے بھی اور کبھی اپنا حجاب نہیں اٹھاتی۔''

گویا صحرانوردی کا خاتمہ ہوا ...... قطعی خاتمہ۔ اور شرط اتنی کڑی کہ کوئی ماں کا لال ہی پورا اترے۔ نہ رعایت نہ عنایت۔

''اتقا میری شرط ہے۔ میری شرط پوری کر ...... میں اسی وقت

گھونگھٹ اٹھادوں!''

عربی ہو یا عجمی، شرقی ہو یا غربی، میدان میں اترے ...... کرتب دکھلائے اور بازی لے جائے ...... یہ اس کا ازلی سوئمبر ہے، ابد تک رہے گا کبھی تبدیل نہیں ہوا، نہ ہی آئندہ ہوگا!

اگر ایسے نہ ہوتا ...... ہرانوپ وبھوپ رنگارنگ کے شروپ دھار کر میدان میں اتر آتے ...... کھلبلی مچ جاتی ...... اتنا کافی ہے۔

بڑے میاں! روح نے سچ کہا ...... دیکھنا تو اپنے آپ کو ہے ...... جو اپنے آپ کو دیکھنے کی استعداد نہیں رکھتا، کسی اور کو کیسے دیکھ سکتا ہے؟

آمر .... امر .... مامور

(رب) (روح) (نفس)

تینوں تیرے اندر ہیں۔ بازار میں ڈھنڈورا پیٹے پھرتے ہو، اندر تلاش کر۔

اپنے اندر ...... اور یہ اس مضمون پہ ختم الکلام ہے۔

انسانی جسم الوجود میں روح اللہ رب العالمین کا ذاتی نور ہے۔ جب تک روح مطمئن نہیں ہوتی کہ وہ سیدھی راہ پر ہے، میری جان، کوئی حیلہ کارگر نہیں ہوسکتا۔ روح کو مطمئن کرنے کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پہ عامل ہونا ضروری ہے۔

روح جسم الوجود میں پردہ نشین ہے۔ اور نفس جب تک روح کی بیعت نہیں کرتا، نامحرم گردانا جاتا ہے اور روح کبھی بے نقاب نہیں ہوتی اگر چہ ستر ہزار صحائف کو ازبر کرو۔

روح کا صرف ایک ہی مطالبہ ہے کہ اس کا نفس اس کے سوا کسی اور سے کوئی

واسطہ مطلق نہ رکھے اور نہ ہی کسی بھی غیر کا کوئی حکم کسی بھی انداز میں کبھی مانے اور یہ طریقت کا ازلی، ابدی، فطری اور نہ تبدیل ہونے والا اٹل قانون ہے۔

والله بالله تالله

نفس جب روح سے اتحاد و اتصال وارتباط کر لیتا ہے،
ایک بن کر ایک ہو جاتا ہے۔ دم بھر کی دوری نہیں رہتی۔

سالک طریقت کی پیشانی کے نور سے مومن جنات گرویدہ اور دیگر جنات وشیاطین بھاگ جاتے ہیں۔

یہ نور ازلی ہوتا ہے، ہر پیشانی میں موجود ہوتا ہے لیکن مستور ہوتا ہے
نفس کی کدورت کی جھلی اس نور کو محجوب کیے ہوتی ہے
نفس جب کدورت سے پاک ہو جاتا ہے یہ نور منور ہو جاتا ہے
جگمگا اٹھتا ہے ......
ورنہ کسی اور طرح یہ حجاب نہیں اٹھ سکتا بھاویں سَو سَو حیلے کرو!

دل کے پاک پردوں میں، سوا لاکھ پردوں میں، تیرا جمال مستور و محجوب ہے۔ تیرا جمال ماسوا سے بیگانہ کر دیتا ہے

تیرا جمال دین، دنیا اور آخرت کے ہر درد کی دوا اور ہر عقدے کا حل ہے۔
تیرے جمال کا خمار خاکی، آبی، نوری اور ناری کو مسخر کر لیتا ہے
تیرا جلال شیاطین کو جلا دیتا ہے ......

اللہ معی

اللہ بادشاہ ہے۔ اللہ ہی بادشاہ ہے۔

تیرے اندر رہتا ہے

حاضر رہا کر اور ناظر۔

پردہ میں رہتا ہے اور یہی اس کی شان۔

تیرے پردے پہ قربان جاؤں
لاکھ پردوں میں پردہ نشیں ہے

ہر مَن میں تُو
ہر تَن میں تُو
ہر انگ میں تُو
ہر رنگ میں تُو

محجوب ہے تو کیا ہوا؟ موجود تو ہے۔ جہاں چاہتا ہے حجاب اُٹھا دیتا ہے۔

حجاب اٹھا کر محبت کی ابتلا میں مبتلا فرما دیتا ہے۔ اور یہ ان کی محبت کا قدیم دستور ہے، ازل سے چلا اور ابد تک رہے گا۔ محبت کی ابتلا کبھی کم نہیں ہوتی، ہو سکتی ہی نہیں، تاریخ کا ایک درخشندہ باب بن کر رہتی دنیا تک دنیا میں زندہ اور اربابِ محبت کی رہنمائی کیا کرتی ہے۔

محجوب نہ ہوتا تو بندوں کا جینا دوبھر ہو جاتا۔ آزادی کا نام ونشان مٹ جاتا۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوتا۔ کپکپی طاری رہتی۔ خوف سے گھگھی بندھی رہتی۔ کسی بازار میں کوئی رونق نہ ہوتی۔ نہ کہیں چہل ہوتی نہ پہل، نہ اُمنگ رہتی نہ ترنگ، نہ جذب نہ مستی۔ پھر کیا تھی اس شاہکار کی ہستی۔ گویا تخلیق کا مقصد ہو جاتا۔

الله معی اور الله معی کے محبوب کے خیال میں محو و منہمک رہنا، نہ کچھ سننا نہ کچھ کہنا، اور جس بھی حال میں رکھے راضی رہنا نحن اقرب کی ایک تشریح اور فعال لما یرید کی عملی تفسیر ہے۔

فعال لما یرید جواللہ چاہتا ہے کرتا ہے
جو ہوتا ہے میرے آقا روحی فداہ ﷺ کے سامنے ہوتا ہے۔
پھر کوئی بات نہیں، جو ہو ہوئے جانے دو
ہادی ہمارے ساتھ ہے، مہدی ہمارے ساتھ ہے
وکیل ساتھ ہے اور کفیل ساتھ ہے
اور کافی ہے۔
کسی اور کو تو میں نے دیکھا نہیں، تو ہی حاضر و ناظر ہے!
میت میں تو میدان میں تُو
جہاں رہا ...... تیرا ہی نام رہا
تیرے نام ہی کی برکت سے برکت رہی۔ کبھی ڈانواں ڈول نہ ہوئی
تیرا ارادہ ...... کن فیکون
ارادہ تھا ...... ہوگیا
نہ تھا ...... نہ ہوا
ہر صُورت تیری ، ہر مُورت تیری
اَمر تیرا ، ارادہ تیرا
آن تیری ، شان تیری
جان تیری اور پہچان تیری
وَهُوَ عَلىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ط
اور قدیر جو چاہے سو کرے۔
ہَر رُوپ میں تُو بہروپ میں تُو
پات پات میں تُو تنکے تنکے میں تُو

پہچانا نہیں جاتا ہر جا تیرا ہی رُوپ ہے
ہر حال میں تُو
ہر قال میں تُو
ہر دھیان میں تُو
ہر گمان میں تُو
اور تُو ہی تُو
تَو ہی عظیم الاعظم اور تَو ہی کبیر الاکبر
جلیل القدر وہ ہے جو قدر کی موافقت کرے
تم نے صرف قدر دیکھی ہے قدر کا احسان نہیں دیکھا
پھر کیا دیکھا؟
قدر کی موافقت کرنے والے شہ نشیں ستارے بنے۔
آخرت سے مخمور ہو کر معروف بن۔
نہ سالک دیکھا نہ مجذوب
سُنی سنائی سنا رہے ہیں!
وہ تھے تیرے شُکر گزار اور پُر اسرار بندے!
نہ مار پیٹ کی پرواہ کی، نہ لوٹ کھسُوٹ کی،
حمد ہی پہ اکتفا کیا، ماشاءاللہ!
ہر شے لے بھی گئے اور منا بھی!
اب ڈھونڈے سے نہیں ملتے ...... کہاں چھپ گئے؟

تُو بھی تو میرا بنایا ہوا انسان ہے، ویسی صفات اپنے اندر پیدا کر۔

روایاتِ کُہنہ تیری آبرو کی پاسبان تھی

منصۂ شہود پہ لا! وہی آب، وہی تاب، ماشاء اللہ!

جب تک کوئی مانتا نہیں، یہی حال رہے گا

جونہی مانا ...... بدل گیا!

اسی طرح بندوں کے حال بدلا کرتے ہیں۔

اپنے تئیں بدلنا مقصود ہوتا ہے، بدل دیا جاتا ہے۔

صحبت بدل ماحول بدل

اگر پھر نہ بدلے جو چاہے کہہ

قسمت حال کے تابع ہے اور شدت سے منتظر ہے

اپنا حال بدل۔ جونہی بدلا، آن کی آن میں ہر شے بدلی اور قسمت کا یہ ابدی دستور ہے۔

ماضی کی تلقین اگر نافع نہیں تو فی الفور بدل اور ہر شے بدل،

صبح ہر شے کو بدلا ہوا پاؤ گے۔ نہ مانو بدل کر دیکھو۔

پہلی تبدیلی ماحول کی ہوتی ہے اور ماحول میں وفادار و جانثار دوست ہوتے ہیں جو شاہ نشیں ستارے کہلاتے ہیں۔ ظاہر و باطن ایک ہوتے ہیں۔ ایک کنبہ کی طرح یک جان ہوتے ہیں اور ادب و محبت کی آبرو ہوتے ہیں ماشاءاللہ مبارک مکرماً مشرفاً بہترین عملہ بہترین معاون ہوتا ہے۔

میخانۂ توحید کا ہر حال فقر کا منشور اور ازل سے مشہور ہوتا ہے۔

ہر حال میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی کمال رحمت سے وارد ہوتا ہے

اور اللہ ذوالفضل العظیم ہی بخشا کرتے ہیں۔

دم بدم حال کا استقبال شکریہ کا موجب بنتا ہے۔

شکر کی قدر ہر فیض کا منبع ہے ماشاء اللہ۔

حضرت زہد الانبیاء باوا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ العزیز کو ایک ایسا امتیاز حاصل ہے جو شاید ہی کسی ولی کو نصیب ہوا ہو کہ حق تعالیٰ نے انہیں دو پیر عطا کیے جو اپنی نظیر آپ تھے:

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

اور دو مرید عطا کیے جو اپنی مثال آپ تھے:

حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ اور

حضرت نظام الدین محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

ایک عشق الٰہی میں بے خود و سرشار،

دوسرا جلوۂ محبوبیت کا آئینہ دار،

وما توفیقی الا اللہ

توفیق کے مدارج وراٗالوراٗ

ایک دہلی میں جا کر نظامی بنا

ایک کلیر میں حق پہ فدا ہو گیا

توفیق پا کر ہی شاہ نشیں ستارے بنے اور

عروج پا کر اجاگر ہوئے

طریقت کی حقیقت جب اکتسابیت میں محجوب ہونے لگی تو حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر قدس سرہ العزیز کو ایک بے مثل اچھوتے اور انوکھے نمونے

کے لیے منتخب فرمایا گیا۔ ابھی ایک گھونٹ ہی بھری تھی کہ غٹ ہو گئے

کون سی گھونٹ جی؟ ...... کہا جذب وسُکر کی۔

بس پھر کیا تھا، خاک میں نور کی تجلیاں مچلنے لگیں۔ ذات ذات میں محو ہوئی۔ بشری صفات کا خاتمہ ہوا۔ اور آپ نے اس محویت کے عالم میں بارہ سال گلھر کی شاخ کو تھامے کلیر کی پاک سرزمین کو مرکز تجلیات بنائے رکھا مرحباً مکرماً مشرفاً۔

اور میری سرکار کے جمال وجلال کی انتہا یہ ہے کہ جب جذب ومستی میں ڈوب گئے زبان ارادت وکیفیات کی ترجمان بن گئی ...... اس سے بڑھ کر جذب ومستی کا اور کیا مقام ہو سکتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔

امروز شاہِ شاہاں مہماں شداست مارا

جبریل بالملائک درباں شد است مارا

کہ بادشاہوں کے بادشاہ میرے آقا ومولا حضور اقدس واکمل ﷺ نے آج میرے جھونپڑے کو شرفِ میزبانی بخشا ہے میرے گھر تشریف لائے ہیں اور اس مہمان ذی شان کی تشریف آوری کوئی معمولی بات نہیں، عنایات کی انتہا اور کمالات کی معراج ہے۔ آج مجھے مقصودِ کُل حاصل ہے۔

بادشاہوں کے بادشاہ میرے مہمان بنے ہوئے ہیں اور اب اس سے آگے نہ کوئی منزل ہے نہ مقام، نہ خواہش نہ جستجو۔ فرماتے ہیں کہ آج میرے اس جھونپڑے کی، میرے گھر کی، یہ شان ہے کہ جبریل امین ملائکہ مقربین کی معیت میں اس چوکھٹ کی دربانی کے فرائض ادا کر رہے ہیں ماشاءاللہ! سبحان اللہ! اور یہ عطاوبخشش اور کمال وجلال کی انتہا ہے۔

کمال کا مطلب کرامت نہیں۔ کرامت سے ہر کہ ومہ کو نوازا جا سکتا ہے

...... لیکن کمال ...... ہر کسی کو مقسوم نہیں۔ کمال یہ ہے کہ مقصودِ کل ہاتھ آ جائے ...... بلند ترین عطا اور اعلیٰ ترین عنایت یہ ہے کہ حضورِ اقدس و اکمل ﷺ کسی گھر کو اپنی مہمانی سے مشرف فرمائیں اور یہی کمال کا مقصود اور یہی انتہا ہے ...... جو میری سرکار حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عطا ہوا۔

اسی طرح جب ولایتِ علویہ کے کمالات کے تعارف کا فقدان ہوا حضرت پیر الفیض شاہ شرف الدین المعروف بہ بُوعلی شاہ قلندر پانی پتی قدس سرہ العزیز کو ایک دوسری قسم کے نمونے کے لیے نامزد فرمایا ...... اور وہ درس و تدریس کو چھوڑ چھاڑ ویرانوں میں جا نکلے۔ مدتوں دریا میں کھڑے رہے یہانتک کہ مچھلیوں نے آپ کی پنڈلیوں کا گوشت نوچ لیا۔ پھر جب کڑی ریاضت کے بعد ولایت علویہ کے مقام پہ فائز ہوئے، تمکنت کی حد کر دی ...... علاؤالدین خلجی کو لکھا ......

''تیرے ایک وزیر نے میرے ایک فقیر کو مارا ہے، غروب سے پہلے اسے ملک بدر کر ورنہ طلوع سے پہلی تیری جگہ کوئی اور ہوگا۔''

اسی کمال کی جستجو میں صحرا نوردی کر۔ اور اپنے اس کھوئے ہوئے گھر کی تلاش کر جو ان کی مہمانی سے مشرف ہوا ...... کہ اس سے بڑھ کر نہ کوئی عنایت ہے نہ مقام!

صابری طریقت کا منبع تو ہی تو ہے، تیری مثال نہیں ملتی!
تجھے خوش کرنے کے لیے اللہ کی قدر منتظر رہی!
میرے مخدوم میرے دلبر، میرے اللہ کے کن کی کنجی ہیں ماشاء اللہ!
قدر کا کوئی عارف نہیں ہوتا

قدر　　مقدور

قادر　　مقتدر

موافقت　شافی الصدور و کیف و سرور

جو قادر کی قدر نہ کرے، مقتدر کیوں کر کہلا سکتا ہے؟

یہ اہل طریقت کا ازلی، ابدی، اُخروی شعار ہے۔

قدر کی موافقت ...... قادر کی رضا،

غیر موافقت ...... عبد و معبود کے مابین ضد

رضا میں راحت اور ضد میں کوفت ہے

قدر کی موافقت کرنے والا شاہ نشین ستارہ بنا

تاریخ نے اس کو مان لیا

بے شمار منازل سے گزرتا ہوا وارد ہوتا ہے

کرّ و بین کو دنگ کر دیتا ہے۔

ہر شے اس کی　ہر شے میں وہ

جو یہ نہیں جانتا گویا کچھ بھی نہیں جانتا

ابتدا .... عروج

انتہا .... وھو علی کل شیء قدیر

مسلسل ذکر کا حاصل ...... وھو علی کل شیء قدیر

کائنات کی کوئی بھی شے خودسر نہیں، وھو علی کل شیء قدیر

کے تحت نقل و حرکت پہ گامزن

ہر کسی کی پیشانی کے بال تیرے ہی دست قدرت میں مضبوطی سے

پکڑے اور جکڑے ہوئے ہیں۔ بدوں ارادتِ الٰہی کوئی بھی کچھ کرنے پہ کوئی قدرت نہیں رکھتا۔

اے او بادشاہوں کے بادشاہ! تیرے حکم کے بنا پتا تک نہیں جھولتا۔

جب کوئی کلیتاً تسلیم کر لے، کوئی شک نہ رہے۔ اور ایسا کرنا بڑا ہی مشکل کام ہے۔

یہ پا کر مطمئن ہوا۔ ایمان پہ یقین لایا۔

حقیقتاً لے آتا، ایمان اس کا استقبال کرتا۔ ''ھُو'' کے حضور میں سجدہ ریز رہتا اور نافذ العمل ہو جاتا۔ تلقین مرحبا کہتی اور رموز آشنا ہوتا۔ اور تیری آشنائی بڑے ہی کام کی چیز ہوتی اور تیری داستان داستانوں میں ایک انوکھی داستان ہوتی۔ ماشاء اللہ!

تیری مرضی کے مطابق نہیں، اُن کی مرضی کے مطابق ہر کام سرانجام پاتا ہے۔ اعتراض مت کیا کر۔

☆ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُo بیشک تمہارا پروردگار کر دیتا ہے جو کچھ وہ چاہے

(ھود: ۱۰۷)

جب تک کوئی اسے نہیں مانتا، طریقت اُسے کبھی نہیں مانتی۔ مان سکتی ہی نہیں۔

فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ کی تشریح:

میں نے کیا

میں کرتا ہوں

میں کروں گا ...... شرک

اللہ نے کیا

اللہ کرتا ہے

اللہ کرے گا ...... توحید

توحید الی اللہ

جو چاہتا ہے، کرتا ہے

جو چاہا، کیا

دَم مَارنے کی جرأت نہیں

اسے مان کر عارف بنے اور ''اسے'' عرفان کہتے ہیں!

اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّیْ لَآ اُشْرِكُ بِهٖ شَیْـًٔا

کوئی دوسرا ہے ہی نہیں جو کوئی قدرت رکھتا ہو!

مان کر دیکھ ...... وہی اول، وہی آخر

وہی ظاہر، وہی باطن

اُس نے جو چاہا، کیا۔

بتلانا مطلوب تھا، بتادیا

نہ آدم نہ حوا، نہ جنت نہ دوزخ ...... یہ سب قدرت کے کھیل ہیں

آپ ہی نے بنائے، آپ ہی نے رچائے اور آپ ہی نے بسائے ہوئے ہیں۔ نہ کوئی مومن ہے نہ کافر، نہ نیک ہے نہ بد، نہ غافل نہ ہوشیار، ارادتِ ازلی ہی کے تحت نقل وحرکت پہ گامزن۔

جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔ جیسے چاہتا ہے، کرواتا ہے۔ کسی کو بھی دم مارنے کی جرأت نہیں۔ خود ہی محوِ تماشا

قدرت کا یہ تماشا ازل سے شروع ہے، ابد تک رہے گا

دلکش اور دل افروز تماشا "وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيلاً"

ہے۔

قدرت پہ اعتراض .... یاس وحزن

موافقت .... رحمت اور ابدی راحت

ایک سوال کے جواب میں:

مؤکلات ایک دو نہیں، لاکھوں اربوں ہیں البتہ ہم کسی سے بھی کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ ہمارے لیے ہمارا اللہ کافی ہے۔ واللہ باللہ تاللہ!

مؤکلات نہیں، اللہ میری منزل ہے

یہ بندہ اللہ کے سوا کسی اور کو کسی بھی معاملہ میں کبھی شریک نہیں کرتا۔

مؤکلات کوئی بھی ہوں میرے اللہ کی مخلوق۔ اور کوئی بھی مخلوق کچھ بھی کرنے پہ کوئی قدرت نہیں رکھتی۔ ارض وسما کے تمام مؤکلات میرے اللہ ہی کے حضور سجدہ ریز ہیں۔

تیری قدر ہی میری تدبیر

تیرا فضل ہی میرا استخارہ

میں کچھ بھی کرنے پہ کوئی قدرت نہیں رکھتا

اور تُو قادر المقتدر

صرف یہ سکھانا، سمجھانا، بتلانا اور نمونہ دے کر مطمئن کرنا ضروری تھا کہ اللہ کی مخلوق اللہ کے حکم کے تابع ہے، خودسر نہیں۔ بدوں ارادتِ ازلی کچھ بھی کرنے پہ قدرت نہیں رکھتی۔ ہر مخلوق کی چوٹی کے بال قادرِ مطلق کے قبضۂ قدرت میں مضبوطی

سے پکڑے اور جکڑے ہوئے ہیں۔ بدوں ارادتِ ازلی پتا تک ہلنے اور گرنے پہ کوئی قدرت نہیں رکھتا، نہ ہی کوئی ذرّہ کسی جگہ سے اڑ کر دوسری جگہ جا سکتا ہے۔

عابد و معبود کے مابین روبرو ہو کر ہی راز و نیاز کی باتیں کہی جا سکتی تھیں تا کہ کسی بھی قسم کا شک باقی نہ رہے اس لیے معراج کا نزول ہوا۔

صرف یہ بتلانا مقصود تھا کہ کوئی بھی مخلوق خالق کے امر وارادت کے بغیر کچھ بھی کرنے پہ کوئی قدرت نہیں رکھتی۔ ہر شے اس کے حضور سجدہ ریز، سرنگوں، ذلیل وزبوں اور مٹی کی طرح مٹی ہے۔

اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ؕ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ

اور یہ انسانی عرفان کا دوسرا باب ہے۔

ہر شے کو ہر شے میں، جیسے چاہے، تبدیل کرے ...... جیسے نار کو نُور۔

وھو علی کل شیء قدیر ؕ

''شے'' میں کل کائنات کی ہر شے شامل ہے۔

وھو علی کل شیء قدیر کا یہ مطلب ہے کہ جو بھی چاہے کرے، کوئی نہ روکے

دن کو رات بنا دے اور رات کو دن

قطرے کو دریا اور دریا کو بیکانیر

قدر نہ ہوتی تو کسی کا بھی کوئی مرتبہ معرضِ وجود میں نہ آتا

جُملہ مدارج قدر ہی کے تابع ہیں۔ پھر تیری عنایت پہ کوئی کیوں نہ اِترائے؟

ایسے بھی ہوسکتا ہے؟ کیوں نہیں؟

واللہ علی کل شیء قدیر

لوح بھی تیری، قلم بھی تیرا

اور تُو ہی ہر شے پہ قادر المقتدر

کر کے دیکھ لو ...... خدائی امور میں مداخلت پریشانی اور موافقت شادمانی ہے۔اور جملہ امور خدائی امور ہیں۔

قدر کی موافقت، عین احسانِ الٰہی

کر کے تو دیکھ! ایسی نوازشات کا اجراء ہو

جن کا گمان تک نہ ہو۔

کوئی کچھ بھی نہیں کہتا اور کچھ بھی نہیں کرتا

جیسے لکھا ہوتا ہے، کرتا ہے ...... کرنے پہ مجبور ہوتا ہے ......

قدر کی موافقت بہترین عبادت ہے۔

- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز تقدیر پر موقوف ہے یہاں تک کہ نادانی اور دانائی۔ (مسلمؒ)

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (عالم ارواح میں) اپنے رب کے سامنے جھگڑا چھیڑا اور حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ حاصل کر لیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا (حضرت آدم علیہ السلام سے) تم وہی آدم علیہ السلام ہو جن کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا، اپنی روح تمہارے اندر پھونکی تھی، ملائکہ سے تم کو سجدہ کرایا تھا اور جنت میں تم کو رکھا تھا پھر تم نے اپنے گناہوں کی بدولت لوگوں کو زمین

پراُتار دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا تم وہی موسیٰ علیہ السلام ہو جن کو اللہ نے اپنی رسالت کا منصب دے کر برگزیدہ کیا تھا، اپنے کلام سے نوازا تھا اور تم کو (وہ) تختیاں دی تھیں جن میں ہر چیز کا بیان تھا پھر تم کو اللہ نے سرگوشی کی عزت بخشی تھی پس تم نے تورات کو میرے پیدا ہونے سے کتنی مدت پہلے لکھا ہوا پایا تھا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تمہارے پیدا ہونے سے چالیس سال پہلے لکھی گئی تھی۔

حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کیا تم نے تورات میں یہ الفاظ بھی دیکھے تھے "وعصیٰ اٰدم"، یعنی آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور وہ بہک گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں (یہ الفاظ تورات میں موجود تھے)

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا پھر تم مجھ کو ایسی بات پر کیوں ملامت کرتے ہو جس کے کرنے پر میں اللہ کے لکھنے پر مجبور تھا اور اللہ نے میرے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے اس کو لکھ دیا تھا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ حاصل کرلیا۔ (مسلمؒ)

○ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیروں کو لکھا ہے جب کہ اس کا عرش (تخت) پانی پر تھا۔

(مسلمؒ)

جو کچھ ہم کر رہے ہیں اور جو کچھ بھی ہمارے ساتھ ہو رہا ہے، اللہ نے دنیا کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے کا لکھا ہوا ہے۔

- حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا جو کچھ تجھ کو پیش آنے والا ہے قلم (اس کو لکھ کر) خشک ہو چکا۔ (بخاریؒ)
- حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر اس پر اپنا نور ڈالا پس جس پر اصل نُور کی روشنی پڑی اس کو راہِ ہدایت نصیب ہوئی اور جس کو وہ روشنی نہ پہنچی وہ گمراہ ہوا۔ اسی بنا پر میں یہ کہتا ہوں کہ (سب کچھ لکھنے کے بعد) قلم خدا کے علم پر خشک ہو گیا۔ (احمدؒ/ترمذیؒ)

نہ کوئی کسی کو کچھ کہتا ہے نہ کرتا لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہی کے حکم و حکمت کے تحت محوِ عمل ہے۔

قدر کی قدر یہ ہے کہ قدر پہ اعتراض مت کر
تسلیم تو کرنا ہی کرنا ہے، خندہ پیشانی سے کر۔
اگر اُن کے دَر پہ مَر جاتا، قدر تیرا استقبال کرتی!

قدر ...... قدیر کے تابع

جس نے بھی قدیر کو مانا، وہ مان گئے

وھو علی کل شیء قدیر ؕ

انسانی عروج ...... قدر کے تابع

اللہ کی قدر کر ...... کماحقہٗ قدر کر۔

اور قدر ہی کی بدولت خود آرائی کے تمام درجات منصۂ شہود پہ جلوہ افروز

ہوتے ہیں۔

ہرامر قدر کے تابع ہے۔قدر کی موافقت کرنے والے شہ نشین ستارے بنے۔

قدر ایک دل پسند مضمون ہے۔قدر نہ ہوتی تاریخ میں کوئی چاشنی نہ ہوتی۔

قدر کی موافقت کی تعظیم ...... قدر کو بے حد پسند

حضرت یوسف علیہ السلام نے قدر کی موافقت کی۔اللہ نے خوش ہوکر مصر کی بادشاہی بخشی اور نبوت۔اللہ اگر ایسے نہ کرتا قادر المقتدر کیونکر کہلاتا؟

یہ سمجھانا مقصود ہے اور دکھانا مطلوب ہے کہ کسی کے بھی قبضۂ قدرت میں کوئی شے نہیں۔ ہر شے کی چوٹی کے بال میرے ہی دست قدرت میں مضبوطی سے پکڑے اور جکڑے ہوئے ہیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

جنگل و بیابان میں دندناتا چلا چل!

خیر ساتھ ہے، استقبال ہوگا ماشاءاللہ!

نہ پیر ہیں نہ فقیر،

اللہ کی راہ میں نکلے ہوئے مسافر ہیں۔اللہ ہمیں استقلال عنایت فرمائے!

یہی میرے پیر و مرشد کی حسرت بھری دعا تھی۔آمین۔

''تم صابر صاحب جاتے رہو، انہی کا علاقہ ہے

تم جانو، وہ جانیں''

اگر رنگا نہ گیا، رنگریز نہ کہنا

عین عالم شباب میں شرماتے شرماتے، جب رنگریز کے حضور حاضر ہوئے، دیکھ کر مسکرائے۔فرمایا: ''یہ سب اصلی رنگ ہیں اور میرے رنگ ہیں۔ خوش رنگ بھی اور چمکدار بھی۔

جو رنگ تمہیں پسند ہو، لے لو۔"

یہ کہہ کر

"یہ رنگ گوڑھا ہے، گوڑھا ہی رکھنا" رخصت ہوئے۔

بارہ سال بعد پھر تشریف لائے۔ اپنے رنگ کو اسی رنگ میں دیکھ کر خوش ہوئے۔ دعا دی اور چلے گئے

بارہ سال پھر گزرے۔ دوبارہ تشریف لائے

"ذرا دکھا تو سہی کہیں پھیکا تو نہیں پڑا؟"

"نہیں نہیں، بالکل ٹھیک، وہی آب وہی تاب ماشاءاللہ!"

بارہ سال بعد پھر تشریف لائے۔ رنگ کو دیکھا، بار بار دیکھا

اُلٹ پلٹ کر دیکھا، کہیں سے بھی پھیکا نہ تھا

جب اسی حال میں اور اسی رنگ میں چوالیس سال گزرے، مطمئن ہو کر فرمانے لگے "یہ رنگ ابدی ہے کبھی پھیکا نہیں پڑنا اور نہ ہی اس رنگ پر کوئی اور رنگ چڑھنا ہے ماشاء الله! مبارکاً مکرماً مشرفاً

یہ رنگ آپ ہی کا رنگ ہے

آپ ہی کو مبارک ...... جس نے یہ رنگ بخشا، اسی کا کمال ہے

جہلم کا ایک فقیر اس کا ہم عصر تھا۔ اس کے حال کو دیکھتا، کہتا اور بار بار کہتا

"رنگریز خوب ملا"

پکا رنگ وہ ہے جو ہر رنگ کو مات کر دے۔

O

میرے والدِ محترم کا انتقال ہوا: انا لله وانا اليه راجعون
والد محترم کی دستار اور قمیض پہن کر صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوا
ایک پُر کیف منظر تھا۔ نیم شب حاضری دی اور عرض کی
دلجوئی فرمائیں۔ میرے ابو مجھے اپنا ''منہ بولا بیٹا'' بنالیں اور بس!
جو کچھ بھی ہوا اور ہوگا، اللہ ہی کی طرف سے ہوگا!

سجناں دی وجے ڈھولکی
اُتے نانواں متراںؔ دے بولے

؎ پیارے دوست

میرے اللہ! میں کچھ نہیں جانتا۔ ہیچ چیزے نمی دانم۔ تو ہی جاننے والا، بتانے والا، سمجھانے والا اور حقیقتوں سے آشنا کرنے والا ہے۔ تو میرا مالک بھی ہے وارث بھی، معین بھی ہے مؤیّد بھی!

مرضُوض وہ ہے جس پر اللہ کی رضا وقف بھی ہو اور مقتدر بھی۔
مرضُوض ہمیشہ رضا کا طالب ہوتا ہے۔
مطمئن وہ ہے جو رضا پہ راضی رہے
راضی برضا کا یہ مطلب ہے کہ جس بھی حال میں رکھے راضی رہتے ہیں، اگر مگر نہیں کرتے۔

میرا اللہ مرغُوب بھی ہے، محبوب بھی
طالب بھی ہے، مطلوب بھی
اعجب العجائب بھی ہے، خالق الخلائق بھی!

اللہ کی راہ میں نکلا تھا، اللہ ہی کو پایا
بے شک اللہ حق ہے کبھی ناحق نہیں کرتا

ایکٹنگ کون کرے گا ....؟''

''میرا لڑکا''

(۱۹۴۵ء)

تُو نے اپنے ابو کو دیکھا ہے؟

دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتے، نام سُنا ہے۔

کافی ہے۔

میرے ابو، شمسؒ کے شمس الارض تھے

ماشاء الله- یاحی یا قیوم مبارکاً مکرماً مشرفاً

ابے، بتا تو سہی تُو نے کیا دیکھا؟

آپ ہی کو دیکھا

آپ کو آپ ہی میں دیکھا

میرے دلبر، میرے ابا جب جاں بحق ہوئے، شمس الارض نے جنازہ کے لیے جسدِ اطہر کو رکھا اور امام کے انتظار میں دست بستہ کھڑا ہوا۔

ایک نقاب پوش سوار آیا اور جنازے کی نماز کی امامت فرمائی۔ شمس الارض نے دیکھا کہ شمالاً جنوباً جہاں تک بھی اُن کی نظر پہنچتی تھی جنازہ پڑھنے والے صف آراء تھے۔ جب نماز پڑھ چکے تو شمس الارض نے عرض کی کہ لوگ مجھ سے پوچھیں گے تیرے آقا کے جنازے کی نماز کس نے پڑھائی تو کیا جواب دوں گا؟

اس پر وہ مسکرائے، چہرۂ انور سے نقاب سرکائی اور فرمایا

شمس تو مجھ سے دنیا میں فنا و بقا کے بارے میں پوچھا کرتا تھا،

اُس وقت میں تجھے کیا سمجھاتا اور کیسے سمجھاتا پھر میرے ابا نے

اپنے جسدِ اطہر کی طرف اشارہ فرمایا ...... وہ فنا ہے، یہ بقا

یہ کہہ کر میرے آقا، میرے دلبر، میرے اباِ اِن ظاہری نظروں سے جنگل کی وادی میں روپوش ہو گئے۔

یہ خبر اکتسابی علم کے طالب کے لیے ایک معمہ اور صاحب نظر کے لیے تقویت الایمان ہے۔

راقم الحروف نے من وعن قلمبند کیا:

مخدوم صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو فرماتے کہ تو میرا چھوٹا بھائی ہے کبھی فرماتے تُو میرا خاص آدمی ہے۔ پھر فرماتے میں نے ظاہر و باطن کا حال تجھے بخشا ہوا ہے۔ اُن کے مناقب وراء الوراء!!

جب میں کلیر سے رخصت ہونے لگا مخدوم صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا لوگ جب یہ کہیں گے کہ اس کے پاس اب کچھ نہیں رہا، ہر شے چھن چکی ہے، اُس وقت میری جان! گھبرا نہ جانا، صابری طریقت میں تیرا نمایاں حال ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ! جب دنیا نفرت کرنے لگے گی، اللہ کے قریب تر ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ! یہ اُن کی الوداعی وصیت تھی

اے او راجن کے مہاراج، تُو نے سچ کہا!

الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه كما يحب ربنا و يرضىٰ ياحى ياقيوم

پاسبانی ...... مَردوں کی امانت

تیری پاسبانی بڑے ہی کام کی چیز ہے!

توجہ کسی اور طرف راغب نہ ہوئی

اور تیری توجہ ہی کی بدولت یہ برکات ہوئیں!
کائنات کی کوئی بھی شے کسی بھی انداز میں تجھے کبھی خیرہ نہ کرسکی،
عنایت نہیں تو کیا ہے؟ کرم نہیں تو کیا ہے؟
عنایت ...... کسی کی بھی ہو ...... گم مت کیا کرو۔
عنایت پہ شُکر ...... واجب
۱۔ شکر ۲۔ ادب ۳۔ حفاظت
شکر، عنایت کا ادب ہے شکر کر
عنایت ...... امانت ہے امانت کی حفاظت کر
خبردار کوئی عنایت کبھی گم نہ ہو
قدم قدم پہ رحمت اور قدم قدم پہ سرزنش
زندگی کی منازل ہوتی ہیں!
مہاجر الی اللہ، بے وطن، راہگیر، مسافر
ماسوا سے ہر غرض وغایت سے بے نیاز ماشاء اللہ۔

ایک برکت بھری مجلس میں ایک نے ایک سے پوچھا کہ ''مہاجر الی اللہ'' کسے کہتے ہیں؟ جواب دیا کہ اللہ کا وہ بندہ جو اللہ کے فضل وکرم سے اپنے اللہ کے لیے اپنی جسمانی ونفسانی وروحانی لذات، جذبات وخواہشات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیر باد کہا کرتا ہے ...... اور مہاجر الی اللہ کسی سامان کا پابند نہیں ہوتا تو کلت علی اللہ اللہ کی راہ میں سفر کیا کرتا ہے۔

صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت ہوکر ایک گمنام فقیر مسلسل چالیس سال ''مہاجر الی اللہ'' کی منزل پہ گامزن رہا۔ اس سفر میں، اُس نے کیا کیا نہیں دیکھا!

رنگا رنگ عجائبات نظر سے گزرے۔ انگنت واقعات پیش آئے اور انوکھے تجربات حاصل ہوئے۔ تحقیر آمیز کلمات سنے۔ تضحیک برداشت کی۔ جھڑکیاں سہیں، ٹھوکریں کھائیں، در در کی خاک چھانی، خاک بیری کی حد ہوگئی اور توہین کی بھی۔ اس کی بے داغ معصومیت کو تہمت کا نشانہ بنا کر رسوا کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس کی ناکردہ گناہی پہ اس کا تمسخر اڑانے کا کوئی موقعہ جانے نہ دیا۔ اس کی توہین ان کا دلچسپ مشغلہ تھا اور تذلیل دل پسند شعار۔

ہر تمیز سے بے پروا ہوکر در در پھرنا، پھرتے ہی رہنا، ٹھوکریں کھانا، کھاتے ہی رہنا گرنا، سنبھلنا، رکنا، بڑھنا، الٹنا، پلٹنا، تڑپنا، پھڑکنا اور قدم قدم پہ لڑکھڑانا ہماری طریقت میں ایک چنی ہوئی منزل ہوتی ہے۔ طویل ترین، مشکل ترین، محبوب ترین

دیکھنے میں راندۂ درگاہ ...... حقیقتاً مقبول بارگاہ

بظاہر تحقیر کا مجسمہ ...... بباطن توقیر کا پیکر

اگر اس منزل میں قدم قدم پہ عاطفت وملاطفت، شفقت وعنایت اور رہبری ودستگیری اس فقیر بے نوا کے شاملِ حال نہ رہتی تو وہ عاجز ودرماندہ اِس کٹھن منزل پہ اتنی مدت تک کیونکر گامزن رہتا؟

جذب وسلوک کی ہر منزل عاطفت ہی کے سایہ تلے پروان چڑھی۔

جس بندے کا دنیا میں جینا اللہ ہی کے لیے ہوتا ہے، صاحبِ منزل ہوتا ہے اور منزل کے دوران صاحب منزل کے ساتھ جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور یونہی نہیں ہوتا، حکمت الٰہی پہ مبنی ہوتا ہے۔

ہر منزل کا آخر بے حد مشکل ہوتا ہے۔ اور مشکل خواہ کیسی بھی ہو، کٹ جاتی ہے۔

اے ہمنشیں! کیا میں تجھے خبر نہ دوں کہ نیکی کیا ہے؟
ہر وہ چیز جو نافع الخلائق ہو اور ضمیر تصدیق کرے، نیکی ہے۔
بہترین نیکی تیرا اللہ کی راہ میں نکلنا ہے ...... اگر چہ کتنی ہی قلیل مدت کے لیے ہو۔

حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: ''کسی بندے کا صبح کو یا شام کو اللہ کی راہ میں جانا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔''

نیز فرمایا: ''جس بندے کے پاؤں اللہ کی راہ میں گرد آلود ہو جائیں انہیں دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔''

اللہ کی راہ میں نکلنے سے کیا مراد ہے؟ وضاحت کریں!

اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا پیغام اللہ کی مخلوق تک پہنچانے کا اصطلاحی نام اللہ کی راہ میں نکلنا ہے۔

نہ ساز و سامان کا پابند نہ اوقاتِ کار میں محدود، نہ اجر و ثواب کا طالب نہ تحسین و نفرین سے متاثر، مصلے کی پشت پر ہو یا گھوڑے کی پشت پر، ہاتھ میں قلم ہو یا تلوار۔

ہر کسی تک اس پیغام کو پہنچانے کے لیے جد و جہد کے میدان میں اترنا ...... گویا اللہ کی راہ میں نکلنا ہے۔

اللہ کی راہ میں نکلنے کا قصد ...... بہترین سبیل
جب کوئی بندہ اللہ کی راہ میں نکلنے کا قصد کیا کرتا ہے،
اللہ کی قسم! اللہ کی رحمت اس پہ چھا جاتی ہے اور
نُصرت و برکت اس کے ساتھ ساتھ رہتی ہے۔

زندگی افسردہ تھی، یہ پیغام سن کر مسکرائی

اللہ رب العالمین رب ذوالجلال والاکرام کی بارگاہِ قدسیہ میں جب کوئی بندہ اللہ کے لیے اللہ کی راہ میں عزم بالجزم کے ساتھ قدم رکھتا ہے ...... غور سے سنئے پھر کیا ہوتا ہے ...... ارض وسما میں بسنے والی ہر مخلوق ...... نوری ہو یا ناری، خاکی ہو یا آبی، درند ہوں یا خزند، چرند ہوں یا پرند ...... اس کے لیے دعا کرتی ہے اور اس کا اِکرام کرتی ہے۔

اللہ کی قسم! ہم اللہ کے لیے نکلے ہوئے ہیں، ماسوا سے مطلق واسطہ نہیں رکھتے اور یہ قول وقرار کر کے نکلے ہوئے ہیں کہ جیتے جی پھر کبھی اس دنیا میں واپس لوٹ کر نہیں آنا۔

ہم نے وہاں صرف ایک وعدہ کیا تھا تیرا شکر و احسان ہے کہ ہم اپنے اس وعدے پر حرفاً حرفاً کاربند ہیں۔

وہ وعدہ یہ تھا کہ جس دنیا کو آج ہم ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ رہے ہیں، تیری قسم، جب تک ہم تیری اس دنیا میں زندہ رہیں گے اس دنیا کی کسی بھی چیز کو اور کسی بھی رنگ میں کبھی قبول نہ کریں گے واللہ! باللہ! تاللہ! یاحی یاقیوم (۱۳۶۲ھ)

قرآن کریم میری روح ہے، سجدہ کر اور باہر آ

جو بھی شے تیری راہ میں مخل ہو تیری نہیں

سرِ بازار پھینک ...... ایک ایک کو کھلا

منادی کر

میرے آقا لٹاتے ہیں لنگر

لوٹ لو جس نے لوٹا نہیں ہے

جو چاہے اُٹھا لے
مجھ کو اِن کی اور اُس کی کوئی ضرورت نہیں
جو بھی اس راہ پہ چلا، جو بھی چلا
ہر کسی نے یہی کیا
یہ راہ ملامت کی راہ ہے، انَا سے مُبرّا
کسی بھی شے کو کسی خاطر میں مت لا
ہر شے کو میدان میں لا، اپنے قول کو بچا
باقی ہر شے کو بازی پہ لگا، لُٹ جائے پرواہ نہ کر۔
قول زندہ ہر شے زندہ۔
اللہ اس بندے کے حال کو دیکھ کر خوش ہوا ہوگا اس لیے کہ وہ کچھ بھی نہیں رکھتا
نہ انگ نہ ساک، نہ گھر نہ در، نہ یار نہ اغیار
میرا حال دیکھ کر رونے لگا!
''تم جانتے نہیں یہ تو ایک پسندیدہ حال ہے جو اللہ نے مجھ کو عنایت فرمایا''
یہ حال صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عنایت ہوا۔ جسے چاہیں گے، دیں گے
اور ایسا سالوں بعد ہوتا ہے
یہ حال فضل و رحمت کا باب ہے
حاسد اسے گرا نہیں سکتا۔ عروج پذیر رہتا ہے اور لازوال۔
اس میدان میں ہر شے گری، مزاج اُن کا تھا، کبھی گرنے نہ دیا۔
یہی مزاج کا اصل کیف ہوتا ہے۔
اندر باہر ہر کسی نے ہر مقام پہ گرانے کی ہر کوشش کی، گرا نہ سکا!

وَاضْرِبْ عَلَیَّ سُرَادِقَاتِ حِفْظِكَ ط

(اور مجھ پر اپنی حفاظت کے خیمے گاڑ دے آمین!)

جسے کوئی بھی نفس کبھی مرعوب نہ کر سکے

اہلِ فضل اُسے فیض کہتے ہیں۔

اگر میں ایسے نہ کرتا اور مجھ سے ایسے نہ ہوتا، میرے مخدوم الوراء صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طریقت داغدار ہو جاتی اور میں کائناتِ طریقت میں کوئی مقام نہ رکھتا، اُن کی پدرانہ شفقت کو لاج لگ جاتی، میں کسی بھی کام نہ رہتا اور نہ ہی کسی کو منہ دکھانے کے قابل ہوتا۔

اگر تیرے ساتھ ایسے نہ ہوتا اور ایسے نہ کرتے، نہ پیر ہوتا نہ فقیر، سب سے بڑھ کر دنیادار ہوتا اور مشہور ہو کر طریقت کا سب سے بڑا بدنام ہوتا۔

یہ تھا تیرے فُقر کا کلنک! اگر قبول کر لیتا!

زندگی کسی کی بھی ہو پانی کا بلبلہ ہے۔ اللہ تجھے کوئی ایسی زندگی بخشے جسے موت کبھی فنا نہ کر سکے، ابدالآباد تک زندہ وقائم رہے۔ اور وہ زندگی اللہ ہی کے لیے جینا اور اللہ ہی کی راہ میں مرنا ہے۔

اُٹھ! بیدار ہو۔

اپنی منزل کے سفر پہ گامزن ہو۔

یہ دنیا اور جو کچھ بھی اس میں ہے، اس کی حیثیت مچھر کے پَر کے برابر بھی نہیں ......

ناپائیدار، فانی اور چند روزہ مہمان ہے۔

میرا گھر ایک مسجد ہو اور حجرہ میں ضروریاتِ زندگی کے سوا کوئی اور شے باقی

نہ ہو۔

عقل سے سوچ کر کوئی کسی بھی پھندے کو کبھی اپنے گلے سے نہیں اتار سکتا،

کچھ مت سوچ ...... بلا سوچے اسے اتار پھینک

دنیا کا جوا اپنی گردن سے اتار ...... بے دھڑک اتار

جو دنیا سے کنارہ کش ہوا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ہمکنار ہوا۔

☆ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاًo

(المزمل:۸)

اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہو اور سب سے منقطع ہو کر اُسی کی طرف متوجہ رہو!

انسان کا چاند پہ پہنچنا ایک کمال ہے اور

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاًط کمالِ کمال ہے۔

دنیا بھلی او بھلی ...... ایک سے ایک بڑھ کر

ہوں گے، ضرور ہوں گے ...... دیکھا نہیں جو جمیع اُمور

کلیتاً اللہ رب العالمین کے حوالے کر کے

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاًط کا مصداق ہو۔

''تجھ پہ موت کے اسرار وارد ہوتے رہتے ہیں

مطمئن رہ، برکات کا نزول ہوگا ماشاء اللہ!

اور اس منزل کو معمولی مت جان!''

منزل کوئی معمولی چیز ہوتی ہے! راستے کھول دیتی ہے

پتھروں کو چیر کر اپنی راہ بنا لیتی ہے۔

اس مقام پہ مرنے والے مرانہیں کرتے ...... نہ ہی کوئی موت انہیں مار سکتی ہے ...... ابدی حیات کے امین ہوتے ہیں۔

اللہ کی راہ میں چل کر دیکھ
اللہ کے کام کر کے دیکھ
اللہ کے لیے جی کر دیکھ اور
اللہ کے لیے مَر کر دیکھ۔

اس سے افضل اور کوئی منزل نہیں۔ اور اس سے آگے اور کوئی مقام نہیں۔ یہ بھی اس مضمون پہ ختم الکلام ہے، ماشاء اللہ!

اس منزل تک پہنچنے کے لیے کن کن راہوں سے گزرنا پڑا!

تیری راہ میں بندوں کا جینا اور تیری ہی راہ میں مرنا
سعادت کی حد ...... عنایت کی حد ......

میرے بادشاہوں کے بادشاہ ربِ ذوالجلال والاکرام! تیری بندہ نوازی کی حد ہے!

اللہ کی رحمت اللہ کی راہ میں چلنے والوں کی منتظر رہتی ہے
کب آئے اور کب برسے۔
اللہ کی راہ میں ذلت کی انتہا ...... رحمت کی ابتدا
ذلت ...... عزت کا کفارہ

اے ہم نشیں! بے قدری پہ ملول مت ہو۔ پرواہ مت کر۔ اللہ کی قسم! زندگی کی کتاب میں بے قدری سے عین اگلا باب قدر کا شروع ہوتا ہے۔ بے قدری کے بعد قدر کا نزول ایک ابدی اصول ہے۔ بے قدری کی وسعت اور شدت صاحبِ قدر

کی عظمت اور بلندی کی آئینہ دار ہے۔ جو جتنا بے قدر رہا اتنا ہی صاحب قدر بنا۔

نبوت و رسالت کی پوری تاریخ قدر اور بے قدری ہی سے عبارت ہے۔

ہر پیغمبر کی عظمت و عزیمت کا مقام اسی بے قدری سے متعین ہوا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا مصر کے بازار میں بکنا بے قدری کی ایک عجیب مثال ہے

اسی بے قدری کے زینے سے آپ علیہ السلام مقام نبوت تک پہنچے اور یہیں سے تاجِ شاہی کے وارث بنے۔

آتشِ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سر پر ''خلیل اللہ'' کا تاج پہنایا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شعیب علیہ السلام کے ریوڑ کی گلہ بانی سے ''کلیم اللہ'' کے منصبِ جلیلہ تک رسائی پائی۔

مکہ کی گلیاں اور دیواریں، شعب ابی طالب کے پتھر اور چٹانیں، وادیٔ طائف کے سنگریزے، غارِ ثور کی تاریکی اور تنہائی اگر بے قدری کی معراج تھی تو یہی بے قدری اس قدر کا دیباچہ بنی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''صاحب معراج'' اور ''انبیاء کا امام'' بنایا۔

جب تک تو رُلنے میں راحت تلاش نہیں کرتا، کبھی راحت نہیں پاتا۔ جب بھی کسی نے راحت پائی رُلنے ہی کی بدولت پائی اور رُل کر ہی پائی۔ اور یہ طریقت ہی پہ لاگو نہیں، ہر زندگی پہ لاگو ہے۔

پہلے بننے والوں سے جا کر پوچھ، بن کر وہ کیا بنے اور پھر ان کا کیا بنا؟

کیا ہی خوب ہوتا کوئی کچھ بھی بنتا نہ ہی کچھ بننے کی تمنا کرتا

اگر طلب و تمنا کو مٹا کر اس راہ میں آتا، رنگا رنگ کے مراتب پاتا۔

کمالات کی نفی میں اثبات کا ظہور ہے، اور کسی طرح بالکل نہیں۔ اور یہ بھی اس مضمون پہ ختم الکلام ہے۔

اے میرے نوجوان! حقیقت کو منظر پہ لا کے ہستی کی دھجیاں اڑا دے اور خاک کو خاک میں ملا دے۔ کوچۂ جاناں کے در کا غبار بن کر پامالِ ناز ہو جا، سرفراز ہو جا۔

جو بھی اس راہ میں پامال ہوا، سرفراز ہوا
افتخارانہ ناز نے اس کا استقبال کیا۔
آورد بے جان ہوتی ہے، آمد جان کی شان
باقیات الصالحین کے اسرار ...... جان افزا مرقع۔
گرنا، پھسلنا، سنبھلنا ...... منزل کی روئیداد۔
ازل سے چلی، ابد تک رہے گی۔

○ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون لوگ سخت بلاؤں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام۔ پھر وہ لوگ جو انبیاء علیہم السلام سے زیادہ مشابہ ہوں اور پھر وہ لوگ جو اُن سے زیادہ مشابہ ہوں، پھر انسان جس قدر دین میں سخت ہوتا ہے، اسی قدر اس کی مصیبت سخت ہوتی ہے اور جس قدر دین میں نرم ہوتا ہے اسی قدر اس کی مصیبت ہلکی ہوتی ہے پس ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ دین میں سخت انسان زمین پر چلتا ہے اس حال میں کہ گناہ سے پاک ہوتا ہے۔
(ترمذی/ ابن ماجہ۔ دارمی/ مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۲۷۵ شمار ۱۴۶۵)

○ حضرت شداد بن اوس اور صُنابحی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ دونوں ایک

مریض کی عیادت کو گئے اور اس سے کہا، تو نے کیونکر صبح کی۔ اس نے کہا اللہ کا شکر ہے، میں نے نعمتِ الٰہی پر صبح کی۔ شداد رضی اللہ عنہ نے کہا: خوش ہو گناہوں کے دُور ہونے اور خطاؤں کے معاف ہو جانے سے اس لیے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے مومن بندوں میں سے کسی کو بیماری میں مبتلا کرتا ہوں، اور وہ اس ابتلا پر میری تعریف کرتا ہے تو وہ اپنے بستر علالت سے ایسا پاک وصاف اٹھتا ہے جیسے کہ اس کی ماں نے آج ہی اس کو جنا ہے اور کوئی گناہ اُس کا باقی نہیں رہتا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندے کو قید کیا اور مصیبت میں ڈالا اور اس کا امتحان کیا۔ پس اے فرشتو! تم اس کے نامۂ اعمال میں وہی عمل لکھو جو اس کی صحت کی حالت میں لکھتے تھے۔ یعنی اعمالِ صالح!

(مسند احمد بن حنبل/ مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۲۷۷ شمار ۱۴۸۲)

○ حضرت محمد بن خالد السلمی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ کے ہاں کسی بندہ کے لیے کوئی ایسا مرتبہ مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے اعمالِ صالحہ سے اس کو حاصل نہیں کرسکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو جسمانی، مالی اور بال بچوں سے متعلق ابتلا و مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پھر اس کو اللہ اس پر صبر عطا کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کو اس مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے جو اس کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل۔ ابوداوٗد/ مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۲۷۶ شمار ۱۴۷۱)

○ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب

قیامت کے دن ان لوگوں کو زیادہ ثواب دیا جائے گا جو دنیا میں مصیبت و بلا میں مبتلا رہے تھے تو وہ لوگ جو دنیا میں امن و عافیت سے رہے تھے اس کی آرزو کریں گے کہ کاش دنیا میں اُن کے جسم کی کھالوں کو قینچیوں سے کاٹا جاتا اور آج ان کو بہت سا ثواب اس کے بدلہ میں ملتا۔

(ترمذی/ مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۲۷۶ شمار ۱۴۷۳)

تیری راہ میں تیرے لیے لُٹنا تیری قسم! میری زندگی کی معراج ہے۔

تیری راہ میں میری صحرانوردی میری زندگی کی وہ منزل ہے جس پہ یہ مسافر اِتراتا نہیں تھکتا۔

تیری راہ میں میری بے قدری میری وہ قدر ہے جس پہ سلاطینِ اقلیم ترسے!

تیرے لیے مرنا تیری یاد میں مرنا، تیری قسم، عین شہادت ہے۔

حسنِ کارکردگی کے انعامِ الٰہی کی عنایت کا اصطلاحی نام شہادت ہے۔

ہزاروں بندے روز پیدا ہوتے اور مرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں جینا اور اللہ ہی کی راہ میں مرنا سعادت کی حد اور شہادت کی حد ہے۔ اس حد کو کوئی مات نہیں کرسکتا۔

شہید شہادت سے بہرہ ور ہو کر، جہاں بھی اللہ چاہے، شاہد بن کر، زندہ اور قائم رہتا ہے۔ کوئی موت اسے کبھی فنا نہیں کرتی۔

درجات و مقامات کو ایک پچّی میں لپیٹ کر ذکر میں محو و منہمک ہو۔

اول و آخر ظاہر و باطن میں اللہ ہی کا نور جلوہ گر ہے۔

اللہ کی قسم! یہ اللہ کی آواز ہے، کوئی غیر اس میں نہ آسکتا ہے نہ سما اور یاحی یاقیوم کی آواز اس کی تصدیق کرتی ہے۔

کائنات کی ہر شے (میں) لا الـه الا الله (کانور) اور لا الـه الا الله

حیّ القیوم ہے۔

اللہ کا ذاتی اسم اعظم "الله" اور صفاتی "یاحی یاقیوم" ہے ماشاء الله!

اسم اعظم امرِ مخفی۔ اکتسابیت کے فہم وادارک سے بالا۔ نہ آ سکتا ہے نہ سما۔ عنایت الٰہی پہ موقوف۔ اللہ ہر عنایت کا قاسم ...... کسبی ہو یا وہبی ...... اور میرے آقا روحی فداہ ﷺ قاسم الخیرات الحسنہ ماشاءاللہ۔

یاحی یاقیوم اسم اعظم ہے

بندہ ناکارہ اور کاغذ بیچارہ کیوں کر اس اسم اعظم کے اَسرار وانوار کا متحمل ہو سکتا ہے، پھر بھی یہ دونوں صفات ایک دوسرے سے لازم وملزوم ہیں۔ جو حی ہے وہ قیوم بھی ہے اور قیوم وہی ہے جو حی ہے۔

بلبل کی چہک میں　　پھول کی ٹہک میں
کلی کی مہک میں　　آگ کی دہک میں
سونے کی دمک میں　　ہیرے کی چمک میں
سورج کی دھوپ میں　　چاند کے روپ میں
بجلی کی کڑک میں　　شعلے کی بھڑک میں
کوئل کی کُو میں　　قُمرے کی ہُو میں
چنبیلی کی کلی میں　　عنبر کی ڈلی میں
ہواؤں کے زور میں　　دریاؤں کے شور میں
قمری کے گیت میں　　چکور کی پریت میں
صحرا کی ریت میں　　کیسر کے کھیت میں
دریا کے بہاؤ میں　　ساگر کے ٹھہراؤ میں

پہاڑوں کی اونچائی میں	غاروں کی گہرائی میں
لیموں کی کھٹاس میں	قند کی مٹھاس میں
یوسف علیہ السلام کی جدائی میں	یعقوب علیہ السلام کی دہائی میں
مظلوم کی آہ میں	...... کی نگاہ میں
محبوب کی دید میں	یوسف علیہ السلام کی خرید میں
ذاکر کے ذکر میں	زاہد کی فکر میں
ہاتھی کی جسامت میں	چیونٹی کی قدامت میں
خرد کی خبر میں	عشق کی نظر میں
محبوب کے ناز میں	محبّ کے نیاز میں
آنکھ کے نور میں	دل کے سرور میں
محبّ کے جمال میں	محبوب کے جلال میں
لاالـــــہ کی ہستی میں	الا اللہ کی مستی میں

یاحی یاقیوم ہی کا سرمدی نور جلوہ گر ہے۔

یاحی یاقیوم کے آداب کی پابندی ...... منہیات سے اجتناب۔

تم سمجھتے کیوں نہیں اللہ نے مجھ کو اور کل کائنات کو اسم الحی سے پیدا کیا اور القیوم سے نقل وحرکت پہ گامزن فرمایا۔ اگر ان اسماء کو بار بار نہ کہیں تو کیوں نہ کہیں؟ یاحی یاقیوم یاحی یاقیوم یاحی یاقیوم

حی سے زندگی زندہ اور قیوم سے قائم ہے،

جسم الوجود کے ہر رگ وریشہ میں قائم ماشاء اللہ۔

اللہ لآ الٰہ الا ھو الحی القیوم ط

ارض وسما کی ہر شے "یاحی یاقیوم" ہی کے نور سے زندہ اور قائم ہے۔

یاحی یاقیوم

حضرت شاہ عبدالغفور المعروف سید وغوث مینگورہ کثیر البرکات بزرگ، شاہِ خراسان ہیں جیسے ہند میں خواجہ ہندالولی رحمۃ اللہ علیہ

یاحی یاقیوم کے فیض سے فیض بار۔

ذاکر، ذکر، مذکور جب ایک ہوئے

اصطلاح میں اسے وصل کہتے ہیں۔

خاموش ذکر کا یہ مطلب ہے کہ مذکور دھیان میں رہے، کسی بھی حال میں کبھی اوجھل نہ ہو۔ اصطلاح میں اسے محویت تام کہتے ہیں۔

محویت طریقت کا بلند ترین مقام اور وہ مرکز ہے جس پر کہ متوجہ کی توجہ ایک بار مرکوز ہوکر پھر کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹتی اگر چہ طنابیں ٹوٹنے لگیں۔

محویت کی تاریخ داستانوں سے بھری پڑی ہے۔

محویت کا جو مقام میرے آقا میرے دلبر میرے جانی حضرت سیدنا مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہ العزیز کو عنایت ہوا، نادر المثال اور قابل داد وتحسین ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ بارہ سال کلیر میں گلر کی شاخ کو تھامے محوالی اللہ رہے، اللہ اللہ، آدم علیہ السلام کی اولاد کے ریکارڈ مات کر گئے۔

خیال، خیال میں محو ہوا۔ اور محویت کسے کہتے ہیں؟

انسان چند گھنٹے تک محویت کے عالم میں کھڑا رہ سکتا ہے۔ اتنی طویل مدت ہوا پھانک کر محبت کی جوت جگاتے رہے، کبھی نہ ڈگمگائے۔ محبوب سامنے تھا، پھر کیوں کر گھبراتے؟

فریدی رحمۃ اللہ علیہ قندیل مچ اُٹھی، روشن ہوئی، ہر عالم کو جگمگانے لگی۔

یہی تو ایک تذکرہ ہے جو سرمدی صَوت میں گونجتا رہتا ہے۔ اُن کی محبت کا ایک قطرہ ہم خاک نشینوں کو بھی عنایت ہو۔ اگر یہ شراباً طہورا تھی اور ہے، بچی کھچی تلچھٹ ہمیں بھی نصیب فرما۔

آپ نے سُنا نہیں کہ حضرت مخدوم صابر صاحب قدس سرُہ العزیز کو ایک طویل مدت (معروف ہے کہ بارہ سال سے زیادہ بعض کے نزدیک کہیں زیادہ) کھانے پینے سے مستغنی فرمایا ماشاء اللہ!

کسی بھی تاریخ میں احسانِ عظیم کی یہ نظیر نہیں ملتی کہ کسی آدم زاد کو ایسی سعادتِ عظمیٰ کی توفیق سے مستفیض فرمایا ہو، اللہ اللہ!

میرے مخدوم صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محویت کا یہ عالم تھا کہ جب شمس الارض رحمۃ اللہ علیہ نماز کے وقت ''الصلوٰۃ الصلوٰۃ'' کہتے تو آپ فرماتے: قیامت برپا ہوگئی ہے؟ شمس رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے آقا! نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ آپ پھر اسی محویت میں محو ہو جاتے۔ طریقت میں اسے محویت تام کہتے ہیں۔

اور میں نماز میں خیال آوارہ (اللہ! اللہ!) کبھی مکان میں کبھی دکان میں۔ جو کبھی نہیں آیا، نماز میں آتا ہے۔

اوئے میرے دلبر رضی اللہ عنہ نے تو بارہ سال کچھ نہ کھایا، تم بارہ گھنٹے کے بھی متحمل نہیں! عجب نہیں تو کیا ہے؟ شرم نہیں تو کیوں نہیں؟

محویت جس بھی حال میں ہو، محو رہتی ہے، کبھی باطل نہیں ہوتی۔ یہی محویت کی شان اور یہی میرے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے۔ شکریہ۔ لاتعداد بار شکریہ۔ بار بار شکریہ۔ انگنت بار شکریہ۔ تادوامِ قیام شکریہ۔

محویت اپنے مقام پہ ارفع ہے لیکن سنت کی اتباع کے تابع ہے۔

اتباع محویت سے ہزار گنا کٹھن ہے ...... محویت اتباع کی برابری نہیں کر سکتی۔

اتباع محویت کی امام ہے۔ اتباع سے محویت پیدا ہوتی ہے، محویت سے اتباع نہیں

اگر بزمِ کونین میں اتباع کی صدارت نہ ہوتی تو کسی بھی محفل میں کوئی رونق نہ ہوتی۔

اتباع کائنات کی روح رواں ہے۔ اتباع حیاتِ جاوداں کی روحِ رواں ہے۔

اتباع محویت کا محور ہے محویت اتباع کا نہیں۔

اور ہر شے اپنے محور کے گرد ہی گھوما کرتی ہے۔

اتباع محویت کی ماں ہے۔

اتباع نظام کائنات کی ناظمہ بھی ہے اور خادمہ بھی۔ اور کوئی نظام ناظم و خادم کے بغیر نہیں چل سکتا۔

ہر شے انتہا کو پہنچ کر بدل جاتی ہے۔ اتباع جب انتہا کو پہنچتی ہے، محویت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

اتباع جب محویت کا لبادہ اوڑھتی ہے، اللہ اللہ، اتباع کو متحیر کر دیتی ہے۔

حضرت مخدوم صابر صاحب کلیری قدس سرہ العزیز ایک مدت گلّر کی شاخ کو تھامے محوحق سالہا سال کھڑے رہے۔ ظاہراً یہ محویت تھی، باطن میں نظامت۔

میرے آقا کا یہ مقام اتباع ہی کی برکت و بدولت تھا ماشاء اللہ۔

آفاقہا گردیدہ ام! مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام اما تو چیزی دیگری

ظاہر میں غافل باطن میں ہم جلیس، دیکھنے میں بیگانہ حقیقت میں یگانہ۔ گویا مذکور نے اپنے ذاکر کو اپنے پاک پردوں میں مستور فرما کر ماسوا سے محجوب کر دیا اور یہ ذکر کا بلند ترین مقام ہے ماشاءاللہ۔

ذاکر مذکور کے لیے ایک مدّت باریابی کی اجازت کا منتظر رہا یہانتک کہ بال سفید ہو گئے۔ خسروانہ انداز جب جوش میں آیا، مذکور ذاکر کے ہاں جلوہ افروز ہوا گویا عجز نے خسروانہ انداز کو موہ لیا۔

فقیر کی کٹیا میں بادشاہ نے نزولِ اجلال فرمایا۔ ذاکر کے دل میں مذکور سمایا۔ طالب کے گھر مطلوب آیا، محبوب آیا۔ دلنوازی کا یہ تقاضا تھا کہ وہ اپنے طالب کے گھر آئے، اس کی آنکھوں میں بس جائے اور دل میں سما جائے

اس مقام پہ حضرت مخدوم علاؤالدین صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

امروز شاہِ شاہاں مہماں شد است مارا
جبریل باملائک درباں شد است مارا

در جلوہ گاہِ وحدت کثرت کجا بہ گُنجد
ہژدہ ہزار عالم یکساں شد است مارا

ما خانۂ جہاں را بسیار سیر کردیم
اے شیخ بت پرستی ایماں شداست مارا

در محفلِ گدایاں مرسل کجا بہ گُنجد
بے برگ و بے نوائے ساماں شداست مارا

احمدؔ بہشت ودوزخ بر عاشقاں حرام است
ہردم رضائے جاناں رضواں شداست مارا

حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہ العزیز
عالمِ وجد و محبت میں فرمایا کرتے:

کعبہ خوانم یا پیمبر، مصحف است ایں یا خدا
اصطلاحِ شوق بسیار است و من دیوانہ ام

(میں آپ کو کعبہ کہوں یا پیغمبر، قرآن کہوں یا خُدا، میرے شوق کے خیالات تو بہت ہیں، ویسے میں اُن کی محبت کا دیوانہ ہوں)

دیوانگی ...... فتویٰ سے مستغنیٰ!

مدہوشی کا عالم ...... مستغنیٰ عن الفتویٰ

حق صابر ولی

جذب ...... جنون کی ماں

جذب بھوک، پیاس، موسمیات سے مبرا

ازلی جذب اصل ہوتا ہے، کسی بھی حال میں کبھی نہیں بدلتا

ایک ہی رُوپ میں رہتا ہے۔ ہر دَور میں جذب نے جذب کا استقبال کیا

ایک سے بڑھ کر ایک ...... کبھی نہ پہچانا گیا

کبھی گُنگ کبھی مدہوش

کبھی جامۂ عریاں کبھی ستر پوش۔

جذب کا اصلی حال کپڑے پھاڑ کر جنگل کو نکل جانا۔ مگر سنت مطہرہ کا نور کسی نہ کسی رنگ میں شریعت کے پاک پردوں میں مستور رکھتا ہے۔ کبھی بے نقاب ہونے نہیں دیتا۔

جب تلچھٹ کا یہ حال ہے تو بھری ہوئی بوتل کا کیا حال ہوتا ہوگا۔

فیضانِ فیض

پیرالفیض حضرت شاہ بوعلی قلندر پانی پتی قدس سرہ العزیز

O

جذب شراب کی ایک لبالب بوتل
اسے پی کر مدہوش رہنا جذب کی مستی جو کبھی نہیں اترتی
اور نہ ہی کسی طرح اتاری جا سکتی ہے
اور دوسری بوتل جیسے دودھ
دودھ کی آمیزش شراب کے خمار کو بھڑکنے نہیں دیتی
تیزی کو معتدل کر دیتی ہے۔
دونوں کا اثر ہمیشہ قائم۔ کبھی جذب کبھی سلوک۔
صاحب تسلیم صاحب انا ہوتے ہیں۔ جتنی اونچی تسلیم، اتنی اونچی انا۔
تسلیم و انا ناز کے دو مایہ ناز مقامات ہیں۔ آج تسلیم کل انا۔ تسلیم کے بعد انا ناز کا وہ انداز ہے جس کے بغیر تسلیم کا مقام آشکار نہیں ہو سکتا اور یہاں انا سے مراد سرکشی نہیں، مان تان ہے۔

سلوک کی تاریخ ''تسلیم و انا'' کے بے مثل و دلکش واقعات سے اٹی پڑی ہے۔ حضرت شاہ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر قدس سرہ العزیز کے ایک خادم شہر کو سودا سلف لینے جا رہے تھے کہ راستے میں صوبیدار (گورنر) کی سواری گزری۔

نہ معلوم وہ اللہ کا بندہ کس دھن میں مستانہ وار جا رہا تھا کہ اسے نقیب کی آواز نہ سنی اور راستہ نہ دیا۔ نقیب نے اس کے سر پر چھڑی دے ماری۔ سر سے خون بہنے لگا۔ وہ درویش اسی حال میں خون سے لت پت حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت

میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت بوعلی شاہ قلندر ؒ تھرا اٹھے، منشی کو بلایا اور سلطان دہلی علاؤ الدین خلجی کو یہ حکمنامہ لکھوایا:

''اے بادشاہ تیرے صوبیدار نے میرے ایک درویش کو بلاقصور لہولہان کر دیا ہے، سورج چھپنے سے پہلے اپنے اس صوبیدار کو ملک بدر کر دے ورنہ سورج چڑھنے سے پہلے تیری جگہ کوئی اور ہوگا''۔ اللہ اللہ

مہرومہ وانجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

یہ حکمنامہ پڑھ کر سلطان علاؤ الدین خلجی کے ہوش اڑ گئے۔ فوراً حضرت امیر خسرو شریں مقال کو قلندر ؒ کی بارگاہ میں بھیجا کہ بادشاہ کی طرف سے معافی طلب کریں اور صوبیدار کو گرفتار کر لائیں اور اس طرح یہ معاملہ طے ہوا۔

جذب رحمت ہے ...... عین رحمت

رحمت اگرچہ کسی بھی روپ میں ہو......رحمت ہے

بظاہر سخت گوئی حقیقتاً دلجوئی

بظاہر بد دعا حقیقتاً عین دعا

جذب اپنے ہی حال میں محو۔ ماسوا سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتا

طریقت میں اسے لگن کی مگن کہتے ہیں

جوش جوانی فانی اور جوش عمل جاودانی ہے۔ جوش عمل زندگی کا گوہر ہے۔

جوش عمل فنا مت کر اور کبھی مت کر۔

تیرا جوش عمل دنیا کو گرما دے، قبروں میں مُردوں کو جگا دے۔

دریا کی کوئی موج اور پہاڑ کی کوئی چٹان تیرے عمل کی راہ میں کبھی حائل نہ ہو۔

نہ راتیں دیکھ نہ باتیں، دندناتا ہوا اپنی منزل پہ گامزن رہ۔ اللہ تیرے ساتھ اور تیرے پاس ہے۔

جوشِ عمل جب جذب کی صورت اختیار کرلیتا ہے، راہ سلوک کی تمام منزلیں کٹ جاتی ہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ پرواز کی زد میں آجاتا ہے۔

سالک کون و مکاں کی ہر شے سے مستغنی و بے نیاز ہوجاتا ہے۔ ہستی موہوم کی تمام رنگینیاں اور دلچسپیاں مٹ جاتی ہیں۔

استغراق ومحویت طاری ہوجاتی ہے اور تمام پردے اٹھ جاتے ہیں!

میرے آقا و مولا مخدوم حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جب یہ کیفیت طاری ہوئی تو جوشِ جذب میں اپنے حال و مقام کا یوں اظہار فرمایا۔

امروز شاہ شاہاں مہماں شد است مارا

جبریل علیہ السلام با ملائک درباں شد است مارا

(یعنی آج ہماری خوش نصیبی کے کیا کہنے کہ بادشاہوں کے بادشاہ نے ہمیں شرف میزبانی بخشا ہے اور ہمارے ہاں قدم رنجہ فرمایا ہے اور اس وجہ سے جبریل امین علیہ السلام فرشتوں کی معیت میں ہماری چوکھٹ پہ دربانی کے لیے حاضر ہے)

سبحان اللہ! اور پھر اسی عالم محویت میں مسلسل بارہ سال تک گلر کی شاخ کو تھامے ساکت وصامت کھڑے رہے اور یہ محوالی اللہ ہونے کی حد ہے ماشاء اللہ!

میرے پیر الفیض حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ایک بلند پایہ عالم دین تھے اور درس وتدریس کا مشغلہ فرماتے تھے لیکن جب جذب سے آگہی ملی اور کیفیت طاری ہوئی دنیا کی ہر شے سے تعلق ٹوٹ گیا۔ بارہ سال تک دریائے جمنا کے پانی میں کھڑے رہے ماشاء اللہ!

ہر سالک پر جب سلوک کا غلبہ طاری ہوتا ہے، ایک دلنواز حکایت بن جاتی ہے......اور ہم انہی دو حکایات پہ اکتفا کرتے ہیں

جذب جنون کا ایک جزو ہے

سرفہرست......ذکر الٰہی

تیرے رب نے تجھ کو اپنے ذکر کا حکم دیا ہے

پھر تم کیوں نہیں کرتے؟

کھڑے بیٹھے، چلتے پھرتے اور لیٹے ...... ہر حال میں حضور اقدس ﷺ کی سنت مطہرہ کے مطابق قلب وزبان پہ ذکر جاری رہے یعنی موقع محل کے مطابق سنت کی اتباع میں محوِ عمل رہو۔ سنت کی اتباع کا یہ جوشِ عمل بلوغ الی المرام ہے

ماشا اللہ !

ذکر، ذاکر و مذکور ایک ہوئے جیسے دودھ میں پانی مل کر دودھ ہوا اور آگ کی آغوش میں لوہا آگ، اور یہ ذکر کا اصلی اور انتہائی مقام ہے۔

جنون......محبت پہ نازاں

خرد ...... ششدر!

تیرے حبیب ﷺ کی محبت کے جنون میں محو رہنا دنیائے جنون کا مایہ ناز جنون ہے!

تیری محبت کے جنون کا خمار جب ایک بار چڑھ جاتا ہے، کبھی نہیں اترتا۔ حیات و ممات سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ کوئی لاکھ جتن کرے، کسی کے بھی اتارے کبھی نہیں اترتا، ابدالآباد مخمور و مسرور رکھتا ہے۔

تیری محبت کے جنون کی داستانیں زندگی کو زندگی کا پیغام سنا سنا کر گرماتی، منصۂ شہود پہ لا کر عالم قدس میں ہلچل مچاتی اور حریم ذات میں شور بر پا کر دیتی ہیں۔

کسی حکیم کے پاس اس جنون کا معجون نہ ملا۔ ہوتا ہی نہیں۔ دنیا بھر کی لُغات کی سیر کی، کسی لغت میں اس باب کی کوئی تشریح نہ ملی۔ کسی بھی کتاب میں اس کے معنی نظر نہ آئے، نہ ہی کوئی مفتی اس مسئلے کو حل کر سکا۔

تیری محبت کے جنون میں کیا کچھ نہیں ہوتا؟
ساری خدائی کی ساری ادائیں مضمر ہوتی ہیں

کہیں صدیقیت	کہیں زندیقیت
کہیں دیوانگی	کہیں فرزانگی
کہیں یگانگی	کہیں بیگانگی
کہیں مدہوشی	کہیں بے ہوشی
کہیں خودی	کہیں بے خودی
کہیں گریز	کہیں گامزن

ان تضادات کا حسین اجتماع تیری محبت کے جنون سے باہر نہ کبھی ہوا، نہ ہوگا۔

اسی محبت کے جنون میں

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	صحرا نورد ہوئے
سیدی بلال رضی اللہ عنہ	تپتے ہوئے انگاروں پہ لیٹے
حضرت خبیب رضی اللہ عنہ	سرِ بازار سولی پہ لٹکائے گئے
ابوجندل رضی اللہ عنہ	بیڑیوں میں وفا کی لاج نبھا گئے
ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	ستم سہہ کر بھی اعلائے کلمۃ الحق سے باز نہ رہے
حر رضی اللہ عنہ	حق کی حمایت میں سر کٹوا گئے

تیری محبت کے جنون میں سرشار دیوانوں نے کبھی زبانِ محبت سے پھول کھلائے، کبھی قلم سے سدا بہار باغ لگائے۔ کبھی نوکِ نیزہ پہ الفت کے گیت گائے، کبھی تہہِ خنجر محبت کے ترانے سنائے۔ محبّ نے محبوب کا جو بھی رستہ پایا، اس پہ گامزن ہوا۔ کبھی نہ رکا کبھی نہ پلٹا۔

کسی نے عربی میں کسی نے ہندی میں
تیرا ہی گانا گایا پر پانے والے نے کوئی بھی گانا نہ گایا

جس نے بھی کوئی شے پائی، کسی کو نہ بتائی اور نہ ہی کسی کی سمجھ میں آئی اور یہ باطن کا اولین دستور ہے۔

محبت میں محو ہو کر ذات، ذات سے ملی
یکجا ہو کر ملی، یکجان ہو کر ملی۔ دوری دور ہوئی
من و تو کی تمیز اٹھی
طریقت کی اصطلاح میں اسے وصل کہتے ہیں۔

وصل باللہ
وصل چیست؟ انتہائی خلوت وخُلّت (خلیل کا مقام)
کی محبت کا اصطلاحی نام وصل ہے
الٰہی وصل ...... الٰہی عنایت کے تابع
جدوجہد سے مبرّا۔
وصال ...... عبد و معبود یا محبّ و محبوب کے درمیان مخفی راز۔
نہ کوئی بتلا سکتا ہے نہ سنا۔
روح وقلب ونفس تینوں کا ایک دوسرے سے متحد ہو کر مربوط و متصل ہونا
وصل کی ابتداء اور اسی پہ استقامت انتہا۔

وصل میں راز و نیاز ہوتے ہیں۔ وہ راز و نیاز جو کسی بھی انداز میں قلم بند نہیں کیے جا سکتے۔ باطن کا پردہ پوری طرح تنا رہتا ہے، کوئی بھی کھولنے کی جسارت نہیں رکھتا۔ اور پردہ پہ تعزیز نہیں ہوتی۔ جب کھل جاتا ہے واجب التعزیر۔

''باطن باطن'' کہتے ہو، جانتے بھی ہو باطن کسے کہتے ہیں؟

باطن ...... جیسے میری ماں کی گھگھری

نہ کوئی کھول سکتا ہے نہ دکھا

کھولنے والا تعزیر کا مرتکب

○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دو باتیں (یعنی دو قسم کے علم) یاد رکھی ہیں جن میں سے ایک کو (یعنی علم ظاہر کو) تو میں نے تمہارے درمیان پھیلا دیا ہے اور دوسرا (یعنی علم باطنی) اگر میں اس کو بیان کروں تو میرا یہ گلا کاٹ دیا جائے۔ (بخاریؒ)

جو ظاہر کو نہیں سمجھتا، باطن کو کیونکر سمجھ سکتا ہے؟

ظاہر و باطن کا ایک ہی پردہ ہوتا ہے۔

ظاہر باطن میں اور باطن ظاہر میں اس طرح پوشیدہ ہے جیسے گنے میں گڑ یا دودھ میں گھی۔

ظاہر کو پا کر ہی باطن کا عارف بنا

کائنات ظاہر و باطن کی حقیقت کی ترجمان۔

جو ظاہری احکام کی پابندی نہیں کر سکتا،

باطنی احکام پہ کیونکر چل سکتا ہے؟

شریعت جڑ ہے ...... جب جڑ نہیں، برگ و بار کہاں؟

مکشوفات ومراقبات باطنی علوم نہیں، روح کی صباحت کے انوارات ہوتے ہیں اور باطنی علم ہم جانتے نہیں

تیرا دلبر دل میں ہے، تیرے دل کو پتہ نہیں!

ہر دل میں دلبر ہے۔ کوئی بھی دل دلبر سے خالی نہیں لیکن کسی بھی دل کو یہ پتہ نہیں کہ وہ دل میں ہے۔

اگر یہ راز ہر کسی پہ منکشف ہو جائے، کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے۔

الانسان سری وانا سرہ کی تشریح میں صوفیائے عظام نے اکثر یہی کہا۔

چپ کر دڑ وٹ جا نہ عشقے دا کھول خلاصہ
چھڑی لیہہ جاؤ گی لوکاں دا ہو جاؤ ہاسا!

یہ بھید، یہ راز، یہ سِرّ مولائے کل ختم الرسل روحی فداہ ﷺ ہی کی اتباع وفیض سے فہم وادراک میں تو آ سکتا ہے تحریر میں کبھی نہیں آ سکتا۔

الانسان سری وانا سرہ

انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا

عبد ومعبد کے مابین راز ونیاز افشا نہیں ہوتے، محجوب پردوں میں مستور رہتے ہیں۔

توحید کے باب میں غیریت کا جواز نہیں ہوتا، عزجارك وجل ثناءك ولا الہ غیرك کی تشریحات ہوتی ہیں۔

آپ کھلاوے آپ پلاوے آپ سلاوے آپ جگاوے
اپنی حمد......آپ سناوے۔

لا اله الا انت ولا اله غيرك ياحي ياقيوم

یہاں کوئی بھی کسی کا کچھ نہیں لگتا، آپ ہی آپ ہیں۔ کبھی رلاتے ہیں کبھی ہنساتے۔ نہ کوئی نمرود ہے نہ فرعون، اپنی ہی کھیل کے کھلاڑی ہیں۔ بت گر بھی وہ، بت شکن بھی۔ وہی اول، وہی آخر، وہی ظاہر وہی باطن

والله على كل شي قديرط

نہ کوئی عدالت ہے نہ وکالت، آپے آپ ہیں

الانسان سرى وانا سره

انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا

میرے آقا روحی فداہ ﷺ ہی اس بھید کو جانتے ہیں۔ جسے چاہتے ہیں، بتاتے ہیں۔ کوئی دوسرا اس بھید کو نہیں جانتا، وماعلینا الا البلاغ

اکتسابی علم سے اس علم کو کوئی کیسے سمجھ سکتا ہے؟ حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت بدرالدین احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سرہندی کے پیر و پیشوا تھے۔ آپ کو حکم ملا لاہور کے فلاں باغ میں ایک اللہ کا بندہ رہتا ہے، ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرفان کی تکمیل کریں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ایک عجیب وغریب سیرت وصورت کا آدمی ایک موڑ پر کھڑا انٹ سنٹ باتیں کر رہا ہے۔ حضرت باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعظیم کے لیے آگے بڑھے اور آپ سے مصافحہ کرنا چاہا لیکن انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گالیاں دینا شروع کر دیں اور شام تک دیتے رہے۔ خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاموشی سے سب کچھ سنتے رہے۔ شام کے وقت اسی انداز میں حکم دیا "واپس لوٹو"۔

دوسرے دن پھر حاضر ہوئے ...... پھر اسی طرح ہوا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی وہ ان پر ٹوٹ پڑے اور جو کچھ بھی بول سکے بولے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سب کچھ کو حکمت پہ مبنی سمجھ کر خاموش رہے۔ جب شام ہوئی بپھرے ہوئے انداز میں پھر حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور واپسی کا حکم دیا۔

یہ معاملہ انتیس روز اسی طرح پوری آب وتاب سے جاری رہا۔ حضرت جب تیسویں روز اسی طرح ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہنس پڑے، ان کے صبر وتحمل کی داد دی اور فرمایا:

''جس فیض کے لیے تمہیں میرے پاس بھیجا گیا ہے تم اس کے اہل ہو۔''

کیا ہم میں سے کوئی ایسی کڑی اور طویل آزمائش کی تاب لاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہم جس بھی کسی کے پاس جاتے ہیں، اس کی کسی بھی بات کو کبھی برداشت نہیں کرتے، ذراسی بھی بے رخی پہ تلملا اٹھتے ہیں۔

آدمی کو آدمی بنانا اتنا ہی مشکل ہے جتنا کہ گنے سے گڑ
اور آدمی ہی آدمی کو آدمی بنایا کرتا ہے۔

بڑے میاں! آج تک جتنے بھی اللہ کے بندے بنے، بندوں ہی نے بنائے۔ یہ آگ میں جلانے والی لکڑی تھی، بڑھئی نے اسے منبر بنایا۔ اسی طرح اس لوہے کی بے قدر ڈلی کو لوہار نے تلوار۔

''مجھے صاف کردو مجھے پاک کردو مجھے یہ کردو مجھے وہ کردو''
بغیر کچھ کیے کوئی کسے کیا کردے؟

کپڑے ہی کو لے لیجئے۔ جس کپڑے کو صاف کرنا ہوتا ہے، اسے ابلتے ہوئے پانی میں سوڈا ڈال کر خوب گرم کیا جاتا ہے۔ پھر جب گرمی سے مَیل اگل آتی ہے اسے ڈنڈوں اور مکوں سے کوٹ کوٹ کر دور کیا جاتا ہے یہاں تک کہ کپڑا

میل کچیل سے پاک ہوکر صاف ستھرا ہوجاتا ہے۔

سب برتن کچے ہوتے ہیں، ذرا سے پانی میں گھل کر مٹی ہوجاتے ہیں۔ آوی میں پک ہی برتن پکا ہوتا ہے اور آوی اسے اپنے رنگ میں رنگین بنا کر ابدی بنا دیتی ہے۔

کمہار کا کوئی قصور نہیں، مٹی ناقص ہے۔ آوی کی تپش کی تاب نہیں لاسکی ورنہ کبھی نہ تڑکتی۔

جو زندوں کی صحبت سے فیضیاب نہ ہوسکا، ازلی کم نصیب ہے۔ کچھ ملے نہ ملے کوشش جاری رکھ، بے شک حرکت میں برکت ہے۔

اگر زندہ نہ ملے تو قبر پہ بیٹھ۔ کسی کامل کی قبر پہ بیٹھ!

اہل ذکر اور اہل فکر کی قبر زندہ ہوتی ہے، ہر کسی کی نہیں۔

بے شک عارف ہر دو جہان میں زندہ رہتا ہے۔ اللہ کے مقبول بندے عام بندوں کی طرح نہیں مرتے، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں۔

زندگی میں اکثر کہا کرتے ہیں ''ہمیں مرنے کا کوئی غم نہیں اور کوئی خوف نہیں۔ جس حال میں اللہ نے ہمیں یہاں رکھا ہوا ہے، اسی میں وہاں رکھے گا ماشاء الله!''

اپنے اس یقین کی تائید میں اکثر یہ دہرایا کرتے ہیں

''اولیا اللہ کو کوئی خوف اور کوئی غم نہیں'' (یونس: آیت ۶۲)

پھر حضور اقدس ﷺ کی حدیث شریف دہراتے

''اولیاء اللہ مرتے نہیں (بلکہ) ایک زندگی سے دوسری زندگی میں منتقل ہوجاتے ہیں''

مطلوب سے طالب کو طلب اور محبوب سے محبّ کو محبت عنایت ہوا کرتی ہے۔مطلوب اللہ اور محبوب رسول اللہ ﷺ ہیں۔

جب کوئی جام وحدت سے مخمور ہو کر مدہوش ہوتا ہے، میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی محبت میں گم ہو کر ہست و بود سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔

''ہست و بود سے بیگانہ'' سے کیا مطلب ہے؟

اللہ اور میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی طاعت واتباع میں ہمہ تن و من محو ومنہمک رہنا، ہست و بود سے بیگانگی ہے۔

احد و احمد اور محبّ و محبوب میں ایک ہی نشہ کارفرما ہوتا ہے
وحدت کا جام پی کر ہی محبت کا جام ملتا ہے
جو وحدت سے بے خبر ہے، محبت سے بھی بے خبر ہے۔
احدیت جب بھی آئی، محبت کی آغوش میں آئی
محبوب نے جب بھی محبّ کو جلوہ نمائی فرمائی، محبت ہی میں فرمائی۔
محبّ و محبوب میں تیرا میرا نہیں ہوتا، ایک ہوتے ہیں۔

جب بھی وہ آئے ، جہاں بھی آئے ، اکیلے نہیں آئے ، ان کو ساتھ لے کر آئے جمیل پردوں میں مستور ہو کر، ذرا سی نقاب سرکا کر

اور چلمن اٹھا کر آئے
ناز و انداز کی حد کر کے آئے
بہار بن کر آئے
گل کو گلزار بنا کر آئے
وحدت کے نشہ میں مخمور ہو کر

فانی کو فنا کر کے آئے

باقی کو بقا کا پیغام سنا کر آئے

ہست و بود کے پیچیدہ مراحل جو کبھی حل نہیں ہوتے، حل کر کے آئے۔

کائنات تیری محبت کے جنون کی اداؤں کو پاکر محو حیرت ہوئی۔

میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی امت کے باکمال مردوں نے محبت کے وہ حیران کن نمونے پیش کیے جن کی کوئی بھی مثال تاریخ عالم میں نہیں

چشم فلک نے ان کی محویت کا وہ عالم دیکھا کہ قدسی ششدر رہ گئے

ایک گلرؒ کی شاخ تھامے پکار اٹھے

امروز شاہ شاہاں مہماں شد است مارا

جبریل علیہ السلام با ملائک درباں شد است مارا

تیری محبت کے جنون کی وہ داستان جو کلیر میں لکھی گئی، کائنات کو دنگ کر گئی۔ ہر داستان سے نرالی نکلی۔ کسی بھی ولایت کے ولی کو یہ شرف حاصل نہ ہوا کہ

مسجد نے کیا سجدہ صابر رضی اللہ عنہ تیری گلی میں

تیری محبت کے جنون کے باعث فرزانوں نے انہیں دیوانے کہا اور یگانوں نے بیگانے۔

کبھی شمس تبریزؒ بن کر سوختہ جاں رومیؒ کو راکھ کر گیا

کبھی منصورؒ بن کر سرِ بازار سولی پہ لٹک گیا

کبھی ذوالنونؒ ''زندیق'' بن کر ہتھکڑی کو ہار بنا گیا

کبھی قلندرؒ بن کر جمنا کو جذب کی داستاں سنا گیا

اور

کبھی صابر رحمۃ اللہ علیہ بن کر میرے کلیر میں آ گیا، کلیر کو رنگ لا گیا
اگر کلیر میں دیوانے نہ ہوتے اور مستانے نہ ہوتے پھر کیا ہوتا؟

نہ کیف ہوتا نہ سرور، ایک جمود طاری ہوتا۔ نہ کوئی دھونی ہوتی نہ کوئی اسے رماتا۔ سرمست کے مست آتے، دیکھ کر لوٹ جاتے۔ خون کے آنسو بہاتے اور رندوں کی سسکیاں سہی نہ جاتیں۔

دشتِ کلیر کا مسافر ...... عشق کا مردِ میداں
حق کی سیف براں
علم کا دریائے بے کنار
عرفان کا بحرِ ذخار
برزخ کبریٰ کا آفتاب
واصلِ شاہدِ بے حجاب
فقر کی تیغِ بے نیام
خود ہی مے، خود ہی جام
واقف رموز واسرار
محبوب حبیب کردگار
بہارِ گلستانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
وقارِ بوستانِ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
ہادی حق آموز
آتشِ باطل سوز
تارکِ ماسویٰ

تمکین الوریٰ

فخر اولیاء

نازشِ اصفیاء

دلبرِ دلبراں

مایۂ چشتیاں

کمالِ فقر

جلالِ فقر

آنِ فقر

شانِ فقر

شاہبازِ کلیر

تاجدارِ کلیر

والیٔ کلیر

ساقیٔ کلیر

صائم الدھر

قائم اللیل

گوہرِ یکتا

لعلِ فرید

مطلوبِ ما

مقصودِ ما

دردِ ما

درمانِ ما

سوزِ ما

سامانِ ما

جانِ ما

جانانِ ما

زہدالانبیاء حضرت فریدالدین مسعود گنج شکر پاک پتنی کے گھر حضرت مخدوم صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شادی کے دن ، ایک دھوم مچی ہوئی تھی قطب، ابدال، باراتی بن کر، صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سہرا باندھنے کھڑے ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر اس وقت ''من تو شدم، تو من شدی'' کی کیفیت طاری تھی، فرمانے لگے کیسا سہرا؟ کس کا سہرا؟ کیسی شادی؟ کس کی شادی؟......اس سے زیادہ لکھنے کی بندہ میں جرأت نہیں۔

ایک بادہ نوش ، مے میں مدہوش، صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کے لیے نکلا...... تانگے پہ کھڑا، کوچوان کو ہاتھ اٹھا اٹھا کر کہنے لگا ''پہنچا بھی دو، پہنچا بھی دو، ارے جلدی کرو'، جب قریب پہنچا تو اندر نہیں گیا، باہر قدموں کے قریب، چبوترے پر اللہ اکبر کہا اور سجدہ میں گر گیا۔ ایسا سجدہ کیا اور ایسا کیا کہ اس کے انداز سب کو لے دے گئے ...... ہم دیکھتے ہی رہے، وہ بازی لے گیا!

اہل محبت اسی طرح سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ تکبیر نرالی تھی، سجدہ بھی نرالا۔ مرحبا جانم فدا! اے بقائے ہستی کے مایہ ناز مرد، مرحبا! آ بھی جاؤ کہ تیری دید کے دیوانے تیری راہ میں آنکھیں بچھائے بیٹھے ہیں

تیری ہستی ...... سراپا مستی

تیری ہستی کی مستی پہ ہر ہستی ناز کرتی ہے۔ تیری ہستی کا کوئی منکر نہیں!

فلک نے بھی کوئی ایسی ہستی نہیں دیکھی، فلک خود اس پہ ناز کرتا ہے۔

کرنی اور کردار کسی کا بھی ہو کبھی نہیں مرتا

زندہ رہتا ہے، احیاء العلوم کے مصداق

حضرت باوا صاحب زہد الانبیا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے محبوب ترین خلیفہ سلطان نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو تکمیل ریاضت کے بعد ایک خط کے ہمراہ حضرت شاہ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تصدیق تکمیل کے لیے بھیجا آپ نے وہاں پہنچ کر حجرہ شریف کے دروازے پر دستک دی تو اندر سے ایک زنانہ ہاتھ مہندی سے رنگین باہر نکلا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خط ان کے ہاتھ پہ رکھ دیا۔ آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ کون اور یہاں کیسے؟

جب وہ واپس حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے فرمایا تم فارغ التحصیل سلوک کے امتحان میں ناکام ہو گئے یہ خیال پیدا ہوا ہی کیوں؟ ان کے حضور میں جو بھی حاضر ہوتا ہے، بیٹا ہو یا بیٹی، حضور اقدس واکمل واجمل اطیب واطہر روحی فداہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت ہوتی ہے اور سرکار دو عالم تاجدار حرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت میں کون خیانت کر سکتا ہے اور کیسے کر سکتا ہے؟

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک کڑی ریاضت میں مصروف کیا گیا۔ وما علینا الا البلاغ

زہد الانبیاء حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ چھتیس سال تک مجاہدہ میں رہے۔

مخدومنا وابینا علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ گلر کے درخت کو تھامے بارہ سال کھڑے رہے۔ ان حضرات کا بچپن سے شباب تک کا زمانہ دینی علوم حاصل کرنے میں گزرا۔ وہ قرآن وحدیث کے علوم سے فیضیاب تھے۔

اس باب کو کھولنا ضروری ہے کہ کیا اس زمانہ میں، جو ان کی محویت کا عالم تھا، وہ ویسے ہی کھڑے رہے؟ یا اس دوران کون سے ایسے اذکار تھے جو کرتے رہے اور کون سے اسمائے عظیمہ تھے جو پڑھتے رہے۔ کئی ایک موجود تھے۔ ایک نے کہا:
سبحان الله وبحمده کہا اور دیکھنے ہی میں محو رہے

سبحان الله وبحمده ضرور کہا ہوگا، اس کے بغیر کوئی بھی تسبیح مکمل نہیں ہوتی واللہ اعلم بالصواب

ایک اللہ کا بندہ ریاضت سے فارغ ہو کر سلام کے لیے سیدنا حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں ظہر کے وقت حاضر ہوا اور عصر کے وقت فارغ کر دیا گیا۔

ایک نے کہا: سبحان اللہ! کتنی جلدی فارغ ہوا

دوسرے نے کہا: اگر زیادہ دیر قیام کی اجازت ہوتی بہتر ہوتا

اسی طرح ایک اور صاحب سلام کے لیے حاضر ہوئے، سالوں اجازت نہ ملی

ایک نے کہا: نہ معلوم کیا کمی ہے جو اسے واپسی کی اجازت نہیں ملتی

دوسرے نے کہا: سرکار اس سے اس قدر مانوس ہیں کہ جدائی گوارا نہیں فرماتے۔

دونوں کے بارے میں دوسرے ہی کی رائے مستحسن ہے۔

باوا صاحب زہد الانبیاء فرید الدین مسعود گنج شکر پاک پتنی رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے:
جوں جوں وقت گزرتا جائے گا میرے صابر رحمۃ اللہ علیہ کا جلال جمال بنتا جائے گا
حضرت صاحب بھاگے بھاگے زائر کی طرف آئے

صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بلا رہے ہیں

وہ ہندو تھا نوازا گیا

یہاں سلام ہوتا ہے، کلام نہیں!

حضرت مخدوم صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کے ایک بندے کو فیض عنایت فرمانے کے لیے محبت بھری نگاہوں سے دیکھا وہ وہیں جان بحق ہو گیا۔ چند دن بعد پھر کسی اور کو دیکھا وہ بھی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کے جمال کے فیض کی تاب نہ لا سکا، وہ بھی جان بحق ہو گیا۔ اس پہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سرکار باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ''میں جس کو فیض دینے کی نیت کرتا ہوں جان بحق ہو جاتا ہے۔''

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کلیر شریف سے پاکپتن شریف کو چل دیئے۔ جب پاکپتن شریف کے قریب پہنچے تو آپ کو ایک آدمی ملا جس کے کاندھے پر بہنگی تھی۔ بہنگی کے ایک پلڑے میں بڑ کا ایک چھوٹا سا پودا اور دوسرے میں پانی کی ٹنڈ تھی۔ وہ تھوڑی دور جاتا پانی کے چند قطرے بڑ کی جڑ میں ڈال دیتا۔ آپ نے اسے اسی طرح کرتے جب دو چار مرتبہ دیکھا، فرمایا: یہ کیا کرتے ہو؟ ایک ہی بار پانی کیوں نہیں ڈال دیتے؟''

انہوں نے نہایت عمدہ انداز میں جواب دیا کہ آپ ایک ہی بار ڈالنے کا نتیجہ نہیں دیکھ چکے؟ بڑ کا پودا جو بہت ہی چھوٹا ہے، چند قطروں سے زیادہ پانی کی تاب نہیں لا سکتا۔ اگر سارا پانی ڈال دیں گے تو اس کی جڑیں جو بہت ہی نازک ہیں گل جائیں گی۔

پھر آپ باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے اور سوال پیش کیا۔ سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''کیا آپ کے سوال کا جواب آپ کو راستے میں نہیں ملا؟''

زندوں کا زندوں سے فیض نہ پانا ایک ایسا معمہ ہے
جو کسی پہ بھی افشانہ ہوا۔
بشیر صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لانگری تھا
ملنگ نعرہ زن ہوتے: ''صابر رحمۃ اللہ علیہ! تیری دال میں پانی''

صحیفۂ صابریہ رضی اللہ عنہ

عالمِ ناسوت وجبروت وملکوت ولاہوت میں ایک ہی تو تیرا خاکروب تھا......

بتا مشرق ومغرب کی کن کن نوازشات سے نہ نوازا ...... یہاں تک کہ فنا و بقا کی آشنائی سے بہرہ ور کیا، ظلم وکفر کے دروازے بند کر دیئے!

خاکروب بن کر صحرا نوردی کو خوب نبھایا، بڑا احسان فرمایا

خاکروبی بھی اہم ترین منصب......شاہی محلات میں خاکروب کے سوا کوئی اور داخل ہوسکتا ہی نہیں!

حضرت شاہ ولایت شمس الارض رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ دن میں کئی بار اندھے ہوتے اور کئی بار سوجاکھے۔ اگر سامنے سے گزر جاتے یا کوئی اور بات ایسی ہوتی کہ جلال میں آکر فرماتے ''اندھے ہو'' جلال صابری رحمۃ اللہ علیہ کی تاب نہ لاتے ہوئے اندھے ہوجاتے جب پھر طلب فرماتے عرض کرتے: میرے آقا! میں دیکھ نہیں سکتا، اندھا ہوں۔ آپ اللہ سے مخاطب ہوکر عرض کرتے:

''ایک ہی تو تُو نے مجھے خادم دیا ہوا ہے'' اسی وقت بینا ہو جاتے۔
خادم کسی کا بھی ہو، مخدوم کی لاج ہوتا ہے
تیری روایات کا ایک کہنہ ورق!

تو کہتا ہے میں تیرا ہوں......کوئی معتبر نہیں

ان کا یہ کہنا کہ وہ میرا ہے......معتبر ہے

نعمت کا نہیں، خدمت کا طالب بن

خدمت بہترین دلجوئی ہے اور اصل دلجوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر کسی کی کوئی خدمت اللہ کے ہاں مقبول ہو جائے

عبادت کی توفیق عنایت ہوتی ہے۔

خدمت کا پلہ بھاری

خدمت......منتخب غلام پہ موقوف

خدمت کی بدولت محبت پیدا ہوتی ہے

خدمت ......محبت کا انسب معمول

اگر ہو تو خادم سے بہتر اور کوئی رفیق نہیں ہوتا

شب بیداری دل بیداری کا ایک باب ہے

شب بیدار کی خدمت بلوغ الی المرام، کبھی رائیگاں نہیں جاتی

شمس رحمۃ اللہ علیہ نے صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کی، کیا خالی رہا؟

اپنے ہی رنگ میں رنگ دیا!

جانتے ہو فیض کہاں سے شروع ہوتا ہے

پاؤں دبانے سے فیض کی ابتداء ہوتی ہے

خدمت کا اجر کبھی رد نہیں ہوتا

بے لوث خدمت......سود و زیاں سے بے نیاز

خدمت کا استقبال ہوتا ہے اور خدمت ہی کا شکریہ!

ذکروطاعت وتبلیغ وخدمت میں جودم گزرے

غفلت کی سوسالہ زندگی سے بہتر ہے

حضرت باوا صاحب فرید الدین شکر گنج مسعود پاک پٹنی قدس سرہ العزیز فرماتے

صابرِ رحمۃ اللہ علیہ ما فقیری نمی کند بلکہ خدائی می کند

(میرا صابر رضی اللہ عنہ فقیری نہیں کرتا بلکہ خدائی کام کرتا ہے)

تصوف انسانی عقل سے بالاتر ہے

حضرت باوا صاحب فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ فرماتے:

جو میں نے کمایا، نظام الدین لے گیا

جو میرے پیر نے کمایا، وہ علاؤالدین لے گیا

تصوف حال کا اصطلاحی نام ہے اور صاحب حال کے سوا کسی دوسرے کو کسی حال کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ قال حال سے مطلق بے خبر ہوتا ہے۔

اصطلاحات طریقت

☆ ...... فنافی الشیخ

☆ ...... فنافی الرسول

☆ ...... فنافی اللہ

فنافی الشیخ، فنافی الرسول اور فنافی اللہ طریقت کی مروجہ اصطلاحات ہیں ورنہ فنا صرف ایک اور مدارج مذکورہ ہیں...... ہر شے انسان کے وجود ہی میں موجود ہے۔ جب تک تیرا اپنا وجود کدورت، غضب، غلاظت اور شہوت سے بالکل ہی پاک نہیں ہوتا، موجوداتِ باطن کا ظہور نہیں ہوتا۔

جسم الوجود کی فنا میں ہر فنا ہے۔ یا جسم الوجود کی فنا ہی اصل فنا ہے۔

اس جسم الوجود کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا۔ یہ جسم الوجود، اللہ اللہ، تخلیق کا شاہکار ہے اور یہ مقام لطائف و وظائف کا نہیں، عنایت کا ہے

جس نے بھی کوئی شے دیکھی، اپنے ہی اندر دیکھی، باہر کوئی چیز نہیں۔ جو اندر نہیں باہر بھی نہیں۔ جو باہر ہیں، سب اندر ہیں، تیرے اندر۔ انسانی جسم الوجود گوشت و پوشت و ہڈیوں کا پتلا اور خیر و شر کی رزم گاہ ہے۔ رحمٰن اسی میں رہتا ہے شیطان بھی اسی میں رہتا ہے۔

فنا بقا کی ضد ہے۔ جب تک کوئی چیز فنا نہیں ہوتی، بقا نہیں پاتی۔

کسی بھی ہستی کی فنا میں کسی بقا کا ظہور ہوتا ہے۔ واللہ باللہ تاللہ! ماشاء اللہ! یاحی یاقیوم

پانی جب دودھ میں مل جاتا ہے، دودھ بن جاتا ہے۔

نہ رنگت میں فرق رہتا ہے نہ لذت میں۔

اے اللہ کے بندے! اللہ میں ایسے جذب ہو جیسے کہ دودھ میں پانی

جب تک کوئی شے اپنی ہستی فنا نہیں کرتی، کسی دوسری شے میں جذب نہیں ہو سکتی۔

آگ میں جو بھی چیز ڈالی گئی آگ بن گئی

تیری ہستی کیوں کسی ہستی میں مدغم نہ ہوئی؟

ہستی نے جب نیستی کا لبادہ اوڑھا، ہر شے سے دست بردار ہوئی، مستغنی ہوئی، بے نیاز ہوئی، اور جب بے نیاز ہوئی کشمکش دہر سے آزاد ہوئی۔

مستی آئی اور ابدی ہستی لائی۔

مقامات کے گرد مت گھوم، مقامات تیرے گرد گھومیں۔

کسی مقام کی طلب مت کر، پروا مت کر۔

نیستی کا مقام ہر مقام پہ حاوی اور ہر مقام اس کی زد میں ہوتا ہے۔

فنافی اللہ حقیقت کا آخری اور معرفت کا ابتدائی مقام ہے۔

فنافی اللہ بقاباللہ

فنا کی راکھ سے بقا کی نمود وہ حقیقت ہے جسے کوئی بھی عارف کسی بھی انداز میں کبھی جھٹلا نہیں سکتا۔ فنا کی کھاد سے بقا پیدا ہوتی ہے! اگتے ہی پروان چڑھی۔ زندگی مثل حباب ناپائیدار تھی، واہیات وخرافات کا شکار تھی، اللہ کو پا کر ابدی حیات کی امین بنی۔ بدحال تھی، خوشحال ہوئی۔ پریشان تھی مخمور ہوئی۔ بے کیف تھی پُر کیف ہوئی۔ ناچیز تھی ہر چیز ہوئی۔ کافر تھی مومن ہوئی۔ مشرک تھی، موحد ہوئی۔ منافق تھی، نفاق سے پاک ہوئی۔

نفس کی آغوش میں تھی، مزکی بنی اور اللہ ہی نے بنائی

<u>**انوارات صابری**</u> رحمۃ اللہ علیہ (عین دیکھ کر)

جو بھی شے میں اپنے اندر اور باہر دیکھ رہا ہوں، فانی ہے

جو میں دیکھ نہیں سکتا مگر ہے اندر، باقی

طریقت میں اسے فنا و بقا کہتے ہیں

اللہ باقی، ماسوا فانی

ماسوا کو فنا

الله الله ربی کو بقا

وماعلینا الاالبلاغ

موت مَردوں کے لیے نہیں، مُردوں کے لیے ہوتی ہے

موت مَردوں کے لیے مقامِ بقا اور مُردوں کے لیے مقامِ فنا ہے۔

موت کا جب بھی مَردوں سے سامنا ہوا، مرد موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرائے۔ موت تھرتھرا اٹھی۔ پکارنے لگی یا اللہ! یہ وہی لوگ ہیں جن کو کسی قسم کا غم نہیں۔ نہ ان کو جنت کی خوشی نہ دوزخ کا۔ یہ تو تیری آرزوئے دید کی بے خودی کے نشے میں مست والست ہیں

دیدہ ور

اگر بزم کلیر میں صابر رحمۃ اللہ علیہ نہ ہوتے، فنا وبقاء کی حقیقت نہ کھلتی
سالک سدا منزلوں پہ بھٹکتے، طالب کو طلب حقیقت نہ ہوتی
عزم کی عزیمت کا چرچا نہ ہوتا، جذب کے جنون میں مستی نہ ہوتی
جنون کی جبیں کو تقدس نہ ملتا، رندی کی کوئی حقیقت نہ ہوتی
بادہ خوانوں میں رندوں کا میلہ نہ لگتا، شیشہ وساغر میں گردش نہ ہوتی
وفا کی اداؤں کی دامن ترستے، مے گساروں کی بستی میں مستی نہ ہوتی
سفینے سدا ساحلوں کو ترستے، جذب ومستی کی وادی میں رقت نہ ہوتی
درد کے ماروں کو درماں نہ ملتا، فقیروں کی نگری میں نکہت نہ ہوتی

کمال عالم تھا، اپنے جنازے کی نماز خود پڑھی!

شمس رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: حضرت! لوگ مجھ سے پوچھیں گے کہ صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھانے والا کون تھا تو میں کیا جواب دوں گا؟

نقاب پوش نے پردہ ہٹایا......اور فرمایا

شمس رحمۃ اللہ علیہ! تم مجھ سے فنا اور بقاء کے متعلق پوچھا کرتے تھے، اس وقت میں

تمہیں کیسے بتاتا؟

''یہ فنا ہے اور یہ بقا''

یہ فرما کر نظروں سے اوجھل ہو گئے

حال ماضی کا شاہد ہے

یہ فنا ہے یہ بقاء

حال کی دنیا میں کوئی نہ کوئی حال ہمیشہ قائم رہتا ہے

یا حی زندہ

یا قیوم قائم ہے

حال ماضی کا شاہد ہے۔ جو چیز ماضی میں تھی، حال میں بھی ہے۔ اگر حال میں نہیں تو ماضی میں بھی نہ تھی۔ حال کو دیکھنا ہو تو ماضی کو دیکھ۔ حال کو ماضی پہ فوقیت حاصل ہے۔

اپنا جنازہ پڑھ کر ہی بقا کا ظہور ہوتا ہے، پڑھ کر دیکھ!

ہر قسم کی موت سے مبرا ہو کر بقا باللہ کا شہود ہوتا ہے

یہاں مرنا نہیں، مٹنا ہے اور

مٹنا...... بقا کے اسرار

.پنے ایمان سے مقوی ہو کر اور مجبور بن کر ہی جاندار بنا اور حیات و ممات کی کشمکش سے بے نیاز ہوا

ابدی حیات کا استقبال ماشاء اللہ

موت چہ معنی دارد؟

جسم الوجود کی فنا ہی اصل فنا ہے

جملہ مدارج ...... منہیات و مامورات کے تابع

جان کے بدلے ابدی جان کا وعدہ

فنا ایک ہے، اصطلاحی مدارج چار:　　فنافی الوجود

فنافی الشیخ

فنافی الرسول

فنافی اللہ

پہاڑ کی چوٹی پہ کھڑے ہو کر میدان کی ہر شے نظر آتی ہے

تیری اپنی ہی فنا میں ہر فنا اور تیرا اپنا جمال ہی ہر جمال کا منبع ہے۔

تیری اپنی روح کا جمال ہی ہر جمال کا منبع ہے ماشاءاللہ!

کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ تیری روح ہی اللہ کا ذاتی نور ہے

تیرے نور کے جلال کی تجلی ستر ہزار اجمالی پردوں سے گزر کر جب طور پہ چمکی، تاب نہ لاتے ہوئے جل گیا۔

وہی تجلی جب رسالت مآب ﷺ کی ردائے نبوت کے نوری پردوں میں سے مستور ہو کر کلیر میں جلوہ نما ہوئی، بے ہوش نہیں مدہوش ہوئی، اور اسی مدہوشی کے عالم میں ایک طویل مدت کھانے پینے سے مجتنب رہی۔ حال ماضی کا شاہد ہے طور ماضی تھا، کلیر حال۔

حضرت مخدوم صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ فقر کی تاریخ کو دنگ کر گیا۔

کسی بھی تاریخ نے آج تک اس قسم کا کوئی واقعہ پیش نہیں کیا کہ کوئی تیری محبت کے نشے میں چُور ہو کر بغیر کچھ کھائے پیئے بارہ سال کسی درخت کی شاخ کو تھامے کھڑا ہو۔ یہ اعلیٰ درجے کا نمونہ انہی کو عنایت ہوا مبارکاً مکرماً مشرفاً

منبعِ سرِ نبوت ہم ولایت حیدری رضی اللہ عنہ

آفتابِ چشتیاں مخدوم صابری کلیری رحمۃ اللہ علیہ

محبت نے محبّ کی داد دی۔ محبّ محبوب میں محو ہوا گویا خاک میں نور جلوہ گر ہوا اور بشری صفات کا خاتمہ ہوا، خاتمہ بالخیر۔ اسی طرح طیب ومبارک محبت ہر محبّ کی داد دیا کرتی ہے۔

اونگھ، نیند، بھوک پیاس جاتی رہیں

حال کی مستی زندگی کی اصل ہستی ہے

ہستی جب مستی سے بہرور ہو جاتی ہے، الانسان سری وانا سرہ کے راز کا راز منکشف ہونے لگتا ہے۔

فنا ہو کر ہی بقا حاصل ہوتی ہے اور یہ فنا کا منظر ہے

فنا کا نمونہ پیش کر

فنا کے بعد بقا لازم وملزوم

اندر ہی فنا تھی، اندر ہی بقا!

اس قسم کی فنا کے ہم متحمل نہیں۔ ان کا کام تھا، ان ہی کو نصیب ہوا البتہ جدوجہد جاری رکھیں گے۔ یہ بھی ایک عمدہ قسم کی فنا ہے اور کافی ہے۔

حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ جب میرے آقا ومولا، میرے ابا، میری سرکار حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہ العزیز سے فنا وبقا کی تشریح پوچھتے پھر جب آپ نے اپنے وصال کے بعد اپنے جنازہ کی نماز پڑھائی تو شمس الارض رحمۃ اللہ علیہ موصوف نے عرض کی: اے میرے آقا کی نماز جنازہ کے امام! آپ کون ہیں؟ لوگ مجھ سے پوچھیں گے کہ صابر صاحبؒ کے جنازہ کی نماز کے امام کون تھے تو

میں کیا جواب دوں گا؟......اس پر آپ نے اپنے رخ انور سے نقاب سرکائی اور فرمایا اے میرے شمس! تو مجھ سے فنا اور بقا کی تشریح پوچھا کرتا تھا، بتا اُس وقت میں تجھ کو کیسے سمجھاتا؟ پھر آپ نے اپنے جنازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

وہ فنا ہے، یہ بقا ہے

یہ کہہ کر آپ نے نقاب اوڑھی اور آن کی آن میں روپوش ہوگئے۔ یہ بیان اکتسابی طالب علم کے لیے حیرت اور طریقت کے طالب علم کے لیے تقویۃ الایمان کا موجب ہے۔ وما علینا الا البلاغ

روح کو فنا نہیں۔ جب جسم الوجود میں مطہر ہو جاتی ہے، جس بھی روح سے چاہے ملاقات کا شرف حاصل کر لیتی ہے۔ جب خباثت سے پاک ہوئی، پرواز سے ہمکنار ہوئی۔

میرے آقا روحی فداہ ﷺ کے کرم ہی سے مطہر ہو کر شرف بار ہوتی ہے، کسی اور طرح نہیں واللہ اعلم بالصواب

اوئے اپنے من کا دیا جلا! تیرے اپنے ہی من میں روشنی کا چراغ ہے، اسے جگا! کوئی اور چراغ اس من کو جگا نہیں سکتا۔

من میں تیرا ڈیرا ہے اور
من ہی میں سجن کا بسیرا

جس تن میں اور من میں میرے رب کا ڈیرا اور اللہ کے حبیب ﷺ کا بسیرا نہیں، ڈنگروں کا باڑا ہے۔

جب تک سارنگی کی ساری تاریں پوری طرح کسی نہیں جاتیں، کوئی راگ کبھی نہیں نکل سکتا۔ یہی حال بندے کے من کا ہے۔ جب تک کسی کا تن من مالک کی

مرضی کے مطابق منظوم نہیں ہوتا، کوئی سالک کبھی کسی منزل پہ نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی کسی کی کوئی جدوجہد کوئی رنگ لاسکتی ہے۔

خواجہ معین الدین والحق رحمۃ اللہ علیہ جب منظم ہوئے تیز گام سے بھی تیز مدینہ سے اجمیر پہنچے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی راہ میں کوئی پہاڑ کوئی سمندر اور کوئی بیابان وریگستان حائل نہ ہوسکا، ہرگز نہ ہوسکا۔ اور ہم ہر وقت سواری کے محتاج ہیں، ایک قدم چلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اسی طرح حضرت مخدوم صاحب صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ سال اپنے ماموں حضرت فریدالدین مسعود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لنگر تقسیم کیا۔ مہمانوں کو کھلایا لیکن خود کچھ نہ کھایا۔ ایک مدت گلر کی شاخ کو تھامے استغراق کے عالم میں کھڑے رہے ہمارا وقت یونہی گزرا اور فضول گزرا۔ اس حال میں جینا کوئی جینا نہیں اور نہ ہی اس حال میں مرنا کوئی مرنا ہے۔

سانس تن کی، ذکر من کی زندگی ہے۔ جس طرح سانس کے بغیر تن زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح ذکر کے بغیر من زندہ نہیں رہ سکتا اور کبھی نہیں ہوسکتا۔

اگر اس تن میں تیرا من زندہ نہیں تو یہ زندگی، زندگی کے بازار میں کوئی زندگی نہیں۔ اور اس مضمون پہ یہ ختم الکلام ہے ماشاءاللہ!

سب سے اہم عقدہ حیات و ممات کا ہوتا ہے، سب سے پہلے نپٹا۔ ہر شے کو اللہ کے حوالے کر۔ پھر حیات و ممات کو بالائے طاق رکھ کر اس منزل میں قدم رکھ۔

جو چیز مرنے والی ہے سب سے پہلے مار۔

کسی بھی مرنے والی چیز کی پروا مت کر
ہر چیز مرنے والی ہے آج مری یا کل
زندہ چیز کی تلاش کر

حضرات! یہ بندہ اپنی موت کی تیاری میں مصروف ہے۔ اس کا وقت بے حد قیمتی ہے دم بھر کے لیے بھی کوئی دم ضائع نہ کریں۔ (شکریہ)

یہ جہادِ اکبر ہے

اس راہ میں جو مرا، اللہ کی قسم بالکل نہ مرا

ایک ہی دم دوسرے میں منتقل ہوا۔ موت اسے فنا نہ کر سکی

نقلِ مکانی کا یہ مطلب ہے کہ کام جوں کا توں

جاری رہتا ہے، مکان بدل دیا جاتا ہے۔

یہ سب کام جن میں تو مشغول ہے...... فانی

ذکرِ الٰہی...... باقی

تیری زندگی کی جو بھی شے فانی ہے فنا کر اور پر وامت کر

اگر تیری کوئی بھی چیز تیری ہے...... تو وہ ذکر ہے

لسانی، قلبی، روحی اور سری ماشاء اللہ

جہاں ذکر ہوتا ہے مذکور ہوتا ہے

ذکر نعمت کا شکر، اطمینان کی واحد سبیل، مزید انعام کا موجب اور معرفت کا انسب معمول ہے۔

دریا منبع سے جاری ہوتے ہیں

شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت کا منبع ذکر ہے

علم و حکمت اور عشق و رقت کے چشمے ذکر ہی کے منبع سے پھوٹا کرتے ہیں اور ازل و ابد کے تمام مقامات اس چشمہ کی آبشاریں ہیں۔

منبع قیامت تک کے لیے دریا کا کفیل ہوتا ہے

منبع کی وسعت ادراک میں نہیں آسکتی، تحت الثرٰی تک ہوتی ہے۔

گھبرانے کی ضرورت نہیں، مطلق نہیں،

اللہ رب العالمین بادشاہوں کا بادشاہ رب ذوالجلال والاکرام میرا رب ہے

اور میں کسی کو بھی اس کا شریک نہیں ٹھہراتا

اللہ اللہ ربی لا اشرك به شیئا کہتا اور دندناتا کسی ماسوا کو کبھی خاطر میں نہ لاتا چلا چل۔ گنگناتا ہوا، کلانچیں بھرتا ہوا، اٹھکھیلیاں کرتا ہوا، چھلانگیں لگاتا ہوا، فاصلوں کو روندتا ہوا۔ نہ درند کی پروا کر نہ خزند کی، نہ چرند کی نہ پرند کی ...... اپنی منزل پہ گامزن رہ۔

منزل کوئی بھی ہو، کوئی دور نہیں ہوتی۔ وہ پہنچا وہ پہنچا وہ پہنچا۔

مہدی ساتھ ہو...... منزل دو قدم ہے

ابدی مسافر کی منزل کبھی ختم نہیں ہوتی، جاری رہتی ہے

کوئی موت اسے کبھی فنا نہیں کرتی

نہ دائیں دیکھ نہ بائیں ...... چلا چل، چلا چل، چلا چل

☆ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝

جتنے (ذی روح) رُوئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور (صرف) آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت و احسان والی ہے، باقی رہ جائے گی۔ (الرحمٰن: آیت ۲۶، ۲۷)

ہر شے، جو بھی اس دنیا میں پیدا ہوئی، ایک دن مرنے والی ہے۔ کسی کے بھی مرنے کا فکر مت کیا کر! ہر کسی کی زندگی اور موت اللہ العلی العظیم ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے

موت وحیات سے بے پرواہوکر اللہ ہی کے ذکر وفکر میں محو رہا کر۔ یہی تیری زندگی کی منزل اوراسی پہ تیرادارومدار۔

منزل کوئی بھی ہو، جب واہیات وخرافات سے پاک ہوجاتی ہے، استوار کر گامزن ہوجاتی ہے، کسی اور طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتی اور توجہ کی آغوش میں مراد ہوتی ہے۔

O

حضرة الاقدس، حبيب الله ومحبوب حبيب رب العالمين ﷺ قائم الليل والنهار، صائم الدهر، العابد الزاهد، محب الاسلام والمسلمين، المقبول عندالمقربين، العارف الربانى وصابر الولى الحقانى، سيدنا و مولينا وابينا ومخدومنا ومطاعنا وهادينا وصاحب ارشادنا السيد المخدوم (لكل ديار)

حضرت

علاؤالدین علی احمد صابر الکلیری رضى الله عنه وادام الله تعالىٰ بركاته وامد الله فيوضه الى يوم الدين۔

خاک میں نور جلوہ نما ہو گیا
ایک دلی میں جا کر نظامی بنا
ایک کلیر میں حق پر فدا ہو گیا

میووں کی کیا کمی تھی جو صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھوکے رہ کر رین بسیرا کیا اور گلر کی ''گولیں'' چبا کر گزارا کیا!

میرے مخدوم الوراؒ نے اس دنیا میں کیا دیکھا! کچھ بھی نہیں۔ گولر کھا کر زندگی گزار دی۔ مجھے دنیا کی ایک ایک چیز کر کے دکھائی۔ جی بھر کر دکھائی۔ عجیب وغریب مشاہدات ہوئے۔ پھر اصول مرتب کر کے مقالات حکمت سے سرفرازی بخشی۔ عین حکمت نہیں تو کیا ہے؟ یہ زندگی انشاءاللہ تعالیٰ اس اصول پہ کاربند رہے گی۔

ایک اصول ایک ولایت ہوتی ہے

مقالاتِ حکمت:

جو انہوں نے بتائے یا پسند فرمائے

''مقالات'' کہلاتے ہیں

یہ مقالات حکمت ریسرچ کے طالب علم کو ہر موضوع پہ Spot Light مہیا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

مخلوط کلام پہچانا جاتا ہے، میرا نہیں کسی اور کا ہے۔

یہ شاعرانہ کلام نہیں، من وعن حکمت سے بھرپور مقالات ہیں، اپنے خیالات میں تبدیل مت کیا کر

روح کا نفس سے متحد ہونا تیرے میرے بس کی بات نہیں، اللہ العلی العظیم اور فضل الکریم اور فضل ربی کی عنایت ہوتا ہے۔ ناقص خیال اس میں آ سکتا ہی نہیں۔

بات وہ ہے جو دل کو ہلا دے اور منکر کو منا دے۔

دل سے نکلی ہوئی بات دل میں ہلچل مچا دیتی ہے اور اس کا وار کبھی خالی نہیں جاتا، ہو کر رہتا ہے۔

جو کلمات طیبات دل سے نکلتے ہیں، ارض وسما میں گونج جاتے ہیں اور ان ہی کی برکت سے کائنات میں رونق ہوتی ہے۔ کمہلائے ہوئے شجر مہکنے اور

ٹھکنے لگ جاتے ہیں۔
افکار قدسیہ اللہ کے ہوتے ہیں اور اللہ ہی کی حمایت میں ہوتے ہیں،
شیطان ان میں مخل نہیں ہوسکتا۔ واللہ باللہ تاللہ ماشاء اللہ!
اپنی قلم سے اپنے دل میں لکھ
میرے آقا روحی فداہ ﷺ کو شاہد بنا کر لکھ اور
اللہ رب ذوالجلال والاکرام کو حاظر و ناظر جان کر لکھ
پھر جو کچھ بھی کوئی لکھے، لوح جبیں کی تحریر ہوتی ہے۔
یہ مقالات صرف منکے ہی نہیں، تمہارے گلوں میں موتیوں کی مالا ہیں،
چاہو تو سینوں سے لگا لو، چاہے مٹی میں رولو۔
قرآن کریم اور سنت مطہرہ ہی ہماری تبلیغ ہے
مقالات حکمت ہماری طریقت کی روح، نصاب میں شامل اور نافذ العمل
ہیں......اس سے باہر نہ ہم جانتے ہیں نہ ہی کسی اور کے کہنے پر کچھ کرتے
ہیں البتہ ہر کسی کو مانتے ہیں
اگر کسی کے بھی نزدیک کوئی بات غلط ہو قرآن کریم اور سنت مطہرہ کے منافی
ہو، تردید فرما کر احسان فرمائیں۔
یہ کلام میری نہیں کسی اور کی ہے، تبدیل مت کیا کرو
دور بدلتے رہتے ہیں۔ دور حاضر کی طریقت میں یہ مقبول الاسلام تبلیغ ہے۔
وما علینا الا البلاغ
حال کی کلام میں فیض ہوتا ہے
جو ایک پہ اکتفاء نہیں کرتا، کسی پہ بھی نہیں کرتا۔

حال کی کتاب حال پہ لکھی جاتی ہے اور صاحب حال کے سوا کوئی دوسرا اسے کبھی نہیں لکھ سکتا۔

حال کا کلام لازوال ہوتا ہے، کوئی فنا اسے فنا نہیں کرسکتی۔

حال ظاہر و باطن کا مظہر

اللہ حال میں رہتا ہے

حال میں ہدایت ہوتی ہے اور فضل،

حال ہی میں رحمت ہوتی ہے اور برکت

حال میں ہر شے ہوتی ہے …… بسط ، قبض ، فراخی ، تنگی

راحت، کرب، سکون، اضطراب

جس نے بھی دیکھا، حال ہی میں دیکھا

جس نے بھی پایا، حال ہی میں پایا

حال کو زندہ رکھ

ہر حال میں شکر عین عبادت ہے۔

ہر حال میں شکر کر۔

خوشحالی میں تو کرتا ہی ہے، بدحالی میں بھی کر۔

حال کے حضور میں ہر حال زندہ رہتا ہے

اللہ جسے چاہتا ہے قبول فرمالیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔

قال پہ استقامت……حال کا مظہر

جس نے بھی پایا

حال ہی میں پایا

حال کا کوئی منکر نہیں!

یہ حال اور ایسے حال کسی کی بھی تلقین پہ وارد نہیں ہوتے، فضل ربی اور میرے آقا روحی فداہ ﷺ کے جود وکرم پہ عنایت ہوتے ہیں۔

حال کا قال دم بدم بدلتا رہتا ہے

جیسا حال ویسا قال!

حال کا استقبال کرنا بڑی ہی مشکل کا سامنا ہوتا ہے

جب رلانے پہ آتا ہے، دلاسا ساتھ لاتا ہے

جس نے حال کا استقبال کیا، حال نے اس کو مسرور کیا

جو حال اپنے حال کو مسرور نہیں کرتا، وہ بھی کوئی حال ہے......؟

حال کا ورود نہ کراماً کاتبین قلمبند کر سکتے ہیں، نہ سیاحین، اللہ ہی جانتے ہیں

حال کا کلام زندہ رہتا ہے

حوادث دہر اسے مٹا نہیں سکتے

خودی کا کلام......کن فیکون

بے خودی......خودی کی نانی

خودی جب بے خود ہوئی، اسرار و رموز کی واقف بنی

کسی اور طرح ہو سکتی ہی نہیں

یہ محض فلسفہ نہیں، حقیقت ہے۔

حال لکھ رہا ہے حال ہی لکھوا رہا ہے

قال اس حال سے بے خبر

قال کے پاس حال نہیں ہوتا اور حال کے بغیر کوئی قال کسی بھی منڈی میں ، کسی بھی بھاؤ نہیں بکتا۔

قال کا پھل کڑوا، ترش، نہ کھانے قابل نہ منڈی میں لے جانے کے۔

حال شیریں، لذیذ، مقبول عام،

قال سے کائنات بھرپور

حال ناپید تو نہیں......شاذ و نادر

سلوک میں ہر حال و مقام کی اصل شریعت ہے

طریقت و حقیقت و معرفت اسی کے برگ و بار ہیں

اور اس کی پابندی نفس کی عین مخالفت ہے

مجاہدہ، زہد، ریاضت شریعت کی پابندی ہی کے مختلف مقام و مدارج ہیں

جو شریعت سے آزاد ہوا، آوارہ ہے۔

شریعت کی اتباع طریقت کا اولین سبق ہے اور جب تک کوئی اسے ازبر نہیں کرتا، اس کا کوئی کلام نہ ذمہ دارانہ ہے نہ معتبر اگرچہ وہ ہوا میں اڑے اور پانی پہ چلے۔

دین ...... علم و حکمت کا سرچشمہ

طریقت ...... علم پہ عمل

علم پہ عمل کا اصطلاحی نام: حال

حال کا کوئی منکر نہیں

علم قال ہے، عمل حال۔

طریقت چند اسباق پر مشتمل ہے:

ترک دنیا

طریقت...... دین کی رہین

اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں

دنیا...... مردار اور

دین...... زندگی کا رہنما

تیرا حال قال کے مطابق نہیں، قال بیچارہ کیا کرے!

حال قال کا اصل ہے اور حال کے بغیر محض قال کسی بازار میں کوئی قیمت نہیں پاتا۔

حال قال کی زینت ہے اور حال کے بغیر کوئی قال کبھی نہیں پھبتا

جب تک ان کی فرمائی ہوئی باتوں کو مانتے نہیں، حال نہیں بدل سکتا۔ بدل سکتا ہی نہیں۔

ان کی بات ہی ان کا حال ہوتا ہے۔

میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی چار باتوں کو ماننا ایمان کی تکمیل کا امید افزاء مقام ہے۔

ترک کذب

ترک غیبت

ترک نمیمت

اور ترک حسد

حسد مشکل ترین

۱...... جھوٹ مت بولو حرام ہے رک جاؤ

۲...... غیبت مت کرو حرام ہے رک جاؤ

۳...... چغلی مت کرو حرام ہے رک جاؤ

۴...... حسد مت کرو حرام ہے رک جاؤ

ذکر الٰہی اھلاً وسھلاً

وماعلینا الاالبلاغ

ایک حکم تو مان نہ سکے، اور کیا کرو گے؟

اگر کوئی کسی کی ایک بات کو، صرف ایک بات کو، کما حقہ، مان لے

مظہر العجائب کا نمونہ بن کر اوج ثریا پہ چمکے

جس علم پہ عمل کیا جاتا ہے، کایا پلٹ دیتا ہے

کن فیکون کا مقام رکھا کرتا ہے اور جذب وسلوک کے تمام مقامات عمل ہی کی بدولت ہیں!

عمل کے نور کی ضیاء سالک کی راہ کو روشن رکھتی ہے، کبھی تاریک ہونے نہیں دیتی ورنہ اس راہ کی تاریکی کو کوئی اور اجالا کبھی روشن نہیں کر سکتا۔

جو چیزیں یہاں جلی حروف میں بورڈ پہ لکھی ہوئی ہیں

جب تک کوئی انہیں مانتا نہیں......افسردہ

امیدوار خلفاء متوجہ ہوں:

یہ فرمان جلی حروف میں یہاں آویزاں ہے۔

آپ ہر کسی کو سناتے ہیں مگر

خود باز نہیں رہتے!

یہ خلافت کیسی؟

قال اللہ تعالیٰ عزوجل ذوالجلال والاکرام

☆ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ہ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ ہ (سورۃ الصف: ۲،۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضگی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

☆ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ ج اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا ج اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ O (سورۃ الاعراف: ۱۷۲)

ترجمہ: اور جب کہ آپ کے رب نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں۔ (تو اے لوگو!) ہم (تمہارے اس اقرار کے) گواہ بنتے ہیں تا کہ تم قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

O حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت کو اکٹھا کر کے فرماتے کہ جب تم میں سے کسی کو دکھ یا تکلیف پہنچے تو کہے:

اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّیْ لَآ اُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا ط

اللہ، اللہ ہی میرا رب ہے۔ نہیں شریک ٹھہراتا میں اس کے ساتھ کسی کو۔

اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّیْ لَآ اُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا ط

اللہ اللہ ہی میرا رب ہے نہیں شریک ٹھہراتا میں اس کے ساتھ کسی کو

قال اللہ تعالیٰ عزوجل ذوالجلال والا کرام

☆ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ج اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ط (بنی اسرائیل:۳۴)

ترجمہ: اور عہد کو پورا کیا کرو، بے شک عہد کی بابت پوچھا جائے گا!

☆ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ز اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ط اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ط (سورۃ الحجرات:۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور سراغ مت لگایا کرو اور (دیکھو) کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو!

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

O حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر کرنا اپنے مسلمان بھائی کا ایسی باتوں کے ساتھ جو اس کو بری معلوم ہوں، غیبت ہے۔ پوچھا گیا اگر میرے بھائی کے اندر وہ برائی موجود ہو جس کا میں نے ذکر کیا ہے تب بھی اس کو غیبت کہا جائے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس کے اندر وہ برائی موجود ہو جس کا تو نے ذکر کیا ہے، تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ برائی اس میں موجود نہ ہو تو پھر تو نے اس پر بہتان لگایا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو نے اپنے بھائی کی وہ برائی بیان کی جو اس کے اندر پائی جاتی ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر

تو نے اس کی نسبت ایسی بات کہی جو اس کے اندر نہیں پائی جاتی تو تو نے اس پر بہتان لگایا۔ (ابوهریرهؓ / شرح السنة)

○ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جس وقت بندہ جھوٹ بولتا ہے تو (حفاظت کرنے والے) فرشتے اس کے جھوٹ کی بُو سے میل بھر دور چلے جاتے ہیں۔ (ابن عمرؓ / ترمذی)

○ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ چغل خور جنت میں نہ جائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

○ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ (ابوهریرهؓ / ابوداؤد)

○ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا خبردار دنیا ملعون ہے اور جو چیز دنیا کے اندر ہے وہ بھی ملعون ہے مگر ذکر الٰہی، اور وہ چیز جس کو اللہ پسند کرتا ہے اور عالم اور علم حاصل کرنے والا۔ (ابوهریرهؓ / ترمذی، ابن ماجه)

○ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ بکری کے ایک مردہ بچہ کے قریب سے گزرے جس کے کان چھوٹے اور کٹے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے (اسکو دیکھ کر) فرمایا تم میں سے کون اس بچہ کو ایک درہم میں لینا پسند کرتا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم اس کو کسی چیز کے بدلہ میں بھی لینا پسند نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اللہ کی، یہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جتنا کہ تمہاری نظر میں یہ بچہ ذلیل و حقیر ہے۔ (مسلم)

○ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ان چیزوں کے سوا آدم علیہ السلام کے بیٹے کا کسی چیز پر کوئی حق نہیں ہے:

۱...... رہنے کے لیے گھر

۲...... تن ڈھانکنے کو کپڑا

۳...... خشک روٹی اور

۴...... پانی (ترمذی)

O حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے معراج کی رات میں بہت سے شخصوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جاتے ہیں۔ پوچھا:

جبریل علیہ السلام! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ لوگ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے واعظ ہیں جو ایسی بات کہتے تھے جس پر خود عمل نہ کرتے تھے۔ اللہ کی کتاب کو پڑھتے تھے اور اس پر عمل نہ کرتے تھے۔ (انسؓ / شرح السنۃ)

O حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائیگا تو اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا (یعنی دوزخ میں) اس کی انتڑیاں آگ میں جاتے ہی فوراً اس کے پیٹ سے نکل پڑیں گی اور وہ اپنی ان انتڑیوں کو اس طرح پیسے گا جس طرح پن چکی یا خراس کا گدھا آٹا پیستا ہے۔ دوزخی اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے اے فلاں شخص تیرا کیا حال ہے، تُو تو نیک کاموں کا حکم دیتا اور برے کاموں سے منع کیا کرتا تھا۔

وہ جواب دے گا ہاں میں تم کو امر بالمعروف کرتا تھا اور خود اس پر عمل نہ کرتا تھا اور تمہیں بری باتوں سے منع کرتا تھا اور خود باز نہیں رہتا تھا۔

(ابوامامہ بن زیدؓ / بخاری و مسلم)

بسم الله الرحمن الرحیم

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ نِالَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّ
عَدَّدَهٗ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ ۝ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي
الْحُطَمَةِ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُاللّٰهِ
الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ۝ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ
مُّؤْصَدَةٌ۝ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ۝ (سورۃ الھمزہ آیت ۱ تا ۹)

ترجمہ: بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کے لیے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو ، رودر روطعنہ دینے والا ہو، جو مال جمع کرتا ہو اس کو بار بار گنتا ہو۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا۔ ہر گز نہیں، واللہ! وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جس میں جو کچھ پڑے گا وہ اسے توڑ پھوڑ دے گی اور آپ کو کچھ معلوم ہے وہ توڑ پھوڑ کرنے والی آگ کیسی ہے؟ وہ اللہ کی آگ ہے جو سلگائی گئی ہے جو (بدن کو لگتے ہی) دلوں تک جا پہنچے گی (اور) وہ آگ ان پر بند کر دی جائے گی اس طرح سے کہ وہ لوگ آگ کے لمبے لمبے ستونوں میں گھرے ہوں گے۔

ابھی تک دیگچی کے ڈھکنے کو بند نہیں کیا
بند کر اور پیچ پہ پیچ چڑھا کر مضبوطی سے بند کر۔ تیرے کرنے ہی کی دیر ہے
یہ بنی یہ بنی یہ! یہ ہوئی یہ ہوئی یہ!
اسی دیگچی میں جھوٹ، غیبت، چغلی اور حسد کو جلا جلا کر بھسم کر
نام تک باقی نہ رہے۔
یہی بندگی کی مراد
جو باز رہا، بامراد ہوا

یہ ہدایت ہر کسی کو راس آئے! کوئی بھی اس کا منکر نہیں!

بتانا میرا کام ہے، کرنا تیرا

اور کرنا، بڑا کام ہے۔

ہر مذہب میں منہیات چار ہیں:

کذب، غیبت، نمیمت، حسد

جو اسے پا گیا، لے گیا

حاضرین سے خطاب:

جھوٹ مت بولا کرو

غیبت مت کیا کرو

چغلی مت کیا کرو

گویا آدھے سے زیادہ قرآن کریم حفظ کرلیا۔ اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اس امر کی بیعت کر۔ یہ کام کبھی نہیں کرنے۔ اس بیعت ہی پہ ہر بیعت کا دارومدار ہے۔

بیعت کی اصل بیعت رضوان ہے

بیعت پہ تسکین نازل ہوتی ہے اور یہ اللہ کا وہ وعدہ ہے جو کبھی خلاف نہیں ہوتا۔ بیعت کر اور بیعت کا ظہور دیکھ

بیعت پہ اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی

بیعت رہتی دنیا تک قائم ودائم رہتی ہے

بیعت کا تذکرہ اللہ اپنے نیک بندوں کی زبانوں پہ جاری رکھتا ہے کبھی فنا ہونے نہیں دیتا

کسی ایک امر و نہی کی بیعت کر
ایک بیعت ایک تذکرہ ہوتا ہے ماشاءاللہ!
جو عام ظاہری باتوں کا پابند نہیں ہوسکتا، باطن کا کیونکر ہوسکتا ہے!
چند باتیں سالہا سال سے دہرائی اور رٹائی جارہی ہیں
کرتے کیوں نہیں؟ کب کرو گے؟
زبان سے کہتے ہیں، دلوں میں کبھی نہیں اترتیں۔

تیرا باپ میرا مرید ہے
باپ کو کہو ''غیبت اور چغلی مت کیا کرو''
تم بھی ان سے باز رہو۔ دس ہم خیال طلبہ کو یہی دعوت دو
دس دن کے بعد پھر آؤ۔

تیرے جسم الوجود کے اندر نو دروازے ہیں
مہاجر الی اللہ وہ ہے جس کے قلبوت کے سارے در اللہ ہی کے حکم کے تابع ہوں، کوئی بھی خود سر نہ ہو۔
جو بھی اس راہ میں چلا، منع کو منع کر کے ہی چلا۔ اور یہ باطن کی ابتداء ہے۔
آئندہ جب آیا کرو منع کو منع کر کے آیا کرو۔ کوئی بھی منع ساتھ مت لایا کرو۔

باطن اللہ کی وہ امانت ہے جو کسی جھوٹے، چغل خور، غیبت خور اور حاسد کو کبھی عنایت نہیں ہوتی۔ ہوسکتی ہی نہیں۔ واللہ باللہ تاللہ ماشاءاللہ!
ساری عمر غیبت کا درس دیتے گزری
غیبت ابھی تک بند نہیں ہوئی

اگر کوئی غیبت کو بند کر لیتا، غیب کو پالیتا ماشاء اللہ!
چغل خور، غیبت خور، مردار خور ہوتا ہے
بھانویں حج پہ حج کرے، کبھی پاک ہوسکتا ہی نہیں
جب تک باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے
ناپاکی میں طہارت نہیں ہوتی اور طہارت کے بغیر نماز نہیں ہوتی!
کوئی حسین کوئی قبیح کوئی گورا کوئی کالا کوئی ٹیرا کوئی بھینگا
سب اسی کی مخلوق ...... بنانے والے کاریگر کو پسند ......
نکتہ چینی ناپسند ...... قطعاً ناپسند
اللہ ہی نے یہ مخلوق پیدا کی ہے اور مخلوق کی غیبت بیشک اللہ کو ناپسند۔
اگر کوئی خوش بخت اس ناپسند حرکت سے باز آ جائے، حکمت کا باب کھل جائے۔
غائب کی غیبت اللہ کو ناپسند
غائب کی غیبت نہ ہوتی، شاہد بن کر منصۂ شہود پہ وارد ہوتا
اور اس مضمون پہ یہ ختم الکلام ہے۔
خوب جائزہ لو ہم انہی باتوں کے مارے ہوئے ہیں
ورنہ کوئی تو سرخرو ہوتا
ہمارا باطن ظاہر کے برعکس ہے
ظاہر میں کوئی نقص نہیں، باطن میں کوئی خوبی نہیں۔
ظاہر آراستہ و پیراستہ، باطن پراگندہ۔
ہم اپنے علم پہ عمل نہیں کرتے۔ مطلق نہیں کرتے۔ جن باتوں سے علم منع کرتا ہے، مطلق باز نہیں رہتے جیسے ...... جھوٹ غیبت، چغلی، حسد، کینہ

جھوٹ، غیبت، چغلی، کینہ اور حسد...... یہ پانچ چیزیں قطعی حرام ہیں

ہے کوئی جو ان سے مبرا ہو؟

ان رذائل و خبائث سے ایک دن، صرف ایک دن، اجتناب کر کے دیکھ اگر شام تک کایا نہ پلٹے جو چاہے کہہ!

نہ کسی کی خلافت کام آئے گی نہ خطابت

افسردہ و پژمردہ!

جب تک جھوٹ

چغلی

غیبت

کا خاتمہ نہیں ہوتا، ہر شے جوں کی توں!

اور یہ ترک حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا صحیح مذہب تھا۔

مذہب کوئی معمولی چیز ہوتا ہے!

پھر ان کا!

مذہب کی تقلید، مقلد پہ واجب ہوتی ہے اور مقلد اپنے اعمال و افعال سے مذہب کی تقلید کا بین ثبوت ہوتا ہے۔

مذہب دین کا ترجمان ہوتا ہے اور دین میں اللہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ نیکی ہوتی ہے اور برائی سے اجتناب۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ساری زندگی اسلام کا صحیح نمونہ پیش کرنے میں گزری!

چغلی غیبت حسد نہ چھوڑا تو کیا چھوڑا؟

چھوڑ دیتا آدمیت و بشریت کا بول بالا ہو جاتا

یہ خصائل چنے ہوئے بندوں کو عنایت ہوا کرتے ہیں

چنے ہوئے بندوں کی کوئی بھی بات ناپسند نہیں ہوتی

عام فہم۔ افراط وتفریط سے مبرا۔

یہی دین کی تبلیغ ہے۔

چنے ہوئے بندے مادرزاد ہوتے ہیں اور فطرت کے مقلد!

☆ وَاَنَا اخۡتَرۡتُكَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَا يُوۡحٰى ٥

اور میں نے تم کو (اپنے کام کے لیے) انتخاب کرلیا ہے

توجو حکم دیا جائے، سنو (سورة طٰه۔ آیت ۱۳)

اللہ ہی اپنے بندوں کو بندوں میں سے چنا کرتے ہیں۔ خدائی انتخاب کبھی غلط نہیں ہوتے۔ جسے اللہ جس کام کے لیے منتخب فرمالیتے ہیں، اسے مطلوبہ استعداد ونصرت بھی عنایت فرماتے ہیں۔ اللہ کی رہنمائی معروف و مستقیم ہوتی ہے۔

○ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مخلوق میں سے ۳۰۰ بندے ایسے ہوتے ہیں جن کے دل حضرت آدم علیہ السلام کے دل کے مناسب ہوتے ہیں اور ۴۰ بندے ایسے ہوتے ہیں جن کے دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل کے مناسب ہوتے ہیں اور ۷ بندے ایسے ہوتے ہیں جن کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کے مناسب ہوتے ہیں اور ۵ بندے ایسے ہوتے ہیں جن کے دل جبرئیل علیہ السلام کے دل کے مناسب ہوتے ہیں اور ۳ بندے ایسے ہوتے ہیں جن کے دل حضرت میکائیل علیہ السلام کے دل کے مناسب ہوتے ہیں اور ایک بندہ ایسا ہوتا ہے جس کا دل حضرت اسرافیل علیہ السلام کے دل کے مناسب ہوتا ہے۔

جب ایک فوت ہوجائے تو اس کے بدلہ میں تین میں سے ایک داخل کیا جاتا ہے اور جب تین میں سے ایک فوت ہوجائے تو اس کی جگہ پانچ میں سے ایک داخل کیا جاتا ہے اور جب پانچ میں سے کوئی فوت ہوجائے تو اس کی جگہ سات میں سے ایک داخل کیا جاتا ہے اور جب سات میں سے کوئی فوت ہوجائے تو اس کی جگہ چالیس میں سے ایک داخل کیا جاتا ہے اور جب چالیس میں سے کوئی فوت ہوجائے تو اس کی جگہ تین سو میں سے ایک داخل کیا جاتا ہے اور جب تین سو میں سے کوئی فوت ہوجائے تو اس کی جگہ عام لوگوں میں سے ایک شامل کیا جاتا ہے پس ان کے سبب اللہ زندگی موت بارش پیداوار دیتا ہے اور مصیبتیں دور کرتا ہے۔

(اسے ابی نعیم نے حلیہ میں اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے)

(کنز العمال جلد ششم صفحہ ۲۳۹ شمار ۴۲۵۳)

اللہ کے چنے ہوئے بندوں کی تعداد ہمیشہ قائم رہتی ہے اور جب کوئی فوت ہوجاتا ہے تو اسی تعداد میں سے ترقی دے کر اس کی جگہ کو پورا کر دیا جاتا ہے پھر اللہ اپنی ساری خدائی میں سے کسی ایک خوش نصیب بندے کو تین سو کی کمی کو پورا کرنے کے لیے چنتا ہے۔

اللہ اللہ ماشاء اللہ، ان بندوں کی شکلیں تو ہم ہی سی ہوتی ہیں، دل ہمارے جیسے نہیں ہوتے اور انسانیت کی ہر شے دل کے حال پہ موقوف ہے، شکل وصورت پہ نہیں۔

☆ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ٥
يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ٥

ترجمہ: کہہ دو کہ بزرگی اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ کشائش والا (اور) علم والا ہے وہ اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔ (آل عمران آیت ۷۳ تا ۷۴)

ہمارا انتخاب چُنے ہوئے بندوں کی طرح ہوتا ہے بچوں کی طرح نہیں۔

جب بندے کو اللہ اپنے کاموں کے لیے منتخب فرما لیتے ہیں، پھر کسی اور کام کا نہیں رہتا۔ رہ سکتا ہی نہیں۔ اور یہ انتخاب بندوں پہ الٰہی عنایت کی حد ہوتی ہے۔

اللہ کے بندے اللہ کے سوا کسی بھی شے کے طلبگار نہیں ہوتے اور مطلق نہیں ہوتے۔ ان کی نظروں میں دنیا اور جو کچھ بھی اس میں ہے، کوئی وقعت نہیں رکھتی، ہیچ و بیکار ہوتی ہے۔ کسی بھی درجے یا منصب کی کوئی طلب نہیں کرتے۔

صحرا کے پھول کی طرح گمنام زندگی گزار کر چل دیتے ہیں۔ بنی بنائی پہ آتے ہیں اور بنی بنائی چھوڑ جاتے ہیں۔ اللہ کے کاموں کو حکمت پہ مبنی سمجھ کر ہر امر کو، اگرچہ وہ بظاہر ناخوشگوار ہو، خندہ پیشانی سے تسلیم کرتے ہیں۔ کبھی اعتراض نہیں کرتے اور نہ ہی کس حال کو بدلنے کی فرمائش کرتے ہیں۔ حال حال پہ عنایت ہوتا ہے اور اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

اللہ کے چنے ہوئے بندوں کو اللہ کے سوا کوئی دوسرا کیسے جان سکتا ہے۔

اللہ کا انتخاب امر باطن ہے اور باطن کبھی ظاہر نہیں ہوتا...... بندوں کے چنے ہوئے بندے ہی بندوں میں مشہور ہوتے ہیں۔

اگر خدائی انتخاب مخلوق کے فہم وادراک میں آ سکتا، کوئی راز سر بستہ نہ رہتا۔

ایک اصل سو نقل میں ملی جلی ہوتی ہے اور ہر نقل پہ اصل کا گمان ہوتا ہے۔

بظاہر اصل و نقل میں قطعی کوئی فرق نہیں ہوتا...... حقیقتاً زمین و آسمان کا ہوتا ہے...... اور وہ دل کا ہوتا ہے۔

دیکھنے میں کچھ بھی نہیں...... لیکن سینے میں......

کسی کے حضرت آدم علیہ السلام کا

کسی کے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا

کسی کے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا

کسی کے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا

کسی کے میکائیل علیہ السلام کا......اور

کسی کے حضرت اسرافیل علیہ السلام کا دل ہے ماشاء اللہ! سبحان اللہ!

جب کسی کو اپنا بنانے کا ارادہ کیا، آزمائش میں ڈالا۔ آزمائش ایمان کی تصدیق ہوتی ہے۔ جس قسم کا ایمان مطلوب ہوتا ہے اسی قسم کی آزمائش۔ جتنی کڑی آزمائش اتنی بڑی عنایت۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ السلام کے ایمان کا نمونہ اپنی ساری دنیا کو دینا تھا اس لیے اور صرف اس لیے اتنی کڑی، ہولناک وخوفناک آزمائش کا اہتمام کرایا ورنہ اللہ رب العالمین کے خلیل علیہ السلام سے کون ایسا کرنے کی جرأت کرتا۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے خُلّت کا مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عنایت ہوا۔

ہر تعلق سے بے تعلق ہو کر اللہ کی طرف متوجہ رہے۔

رجوع الی اللہ...... ایمان کی روح

بندہ کیونکر تیری طرف رجوع کر سکتا ہے

جب تک تو بندے کی طرف متوجہ نہ ہو!

روح سے تعاون کرنا ہی اللہ کی طرف رجوع ہے۔

روح کی موافقت......رب کی موافقت

ایمان، ایمان پہ ایمان لاتا ہے، کرامات پہ نہیں۔

ایمان کی تائید اور اللہ جل جلالہ کے توکل پر جو بھی مجاہد کسی میدان میں اترا، اللہ نے اس کی حمایت کی۔ پوری حمایت کی۔حمایت کی حد کر دی ...... دیکھا نہیں کہ بدر کے میدان میں جبرائیل علیہ السلام اپنے گھوڑے سمیت کفار سے لڑے!

ایمان بھی بھلا کبھی کسی کثرت کو خاطر میں لاتا ہے!

''مت ڈر! میں تیرے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا ہوں'' ......ایمان کی تقویت کے لیے کافی ووافی ہے۔

سینے پہ لکھ اور ہر وقت پیش نظر رکھ

اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ O (یس:۸۲)

(جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی شان یہ ہے کہ وہ اس سے کہہ دیتا ہے کن یعنی ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے)

جب اس نے کہا اسی وقت ہو گیا، مطلق دیر نہ لگی۔

یہ تیرے اللہ کا وہ امر ہے جو کبھی نہیں ٹلتا، فوراً ہو جاتا ہے

جب تک امر نہیں ملتا، کوئی کچھ بھی کرنے پہ کیا قدرت رکھتا ہے؟

اور تدبیر بیچاری کیا کر سکتی ہے؟ بے نَیلِ مرام

تیرا ایمان ناقص ہے، حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا سا ایمان پیدا کر...... آگ گلزار بن جائے۔ جب تک تو ایسا ایمان پیش نہیں کرتا، تیری کوئی بھی جدوجہد کیا رنگ لا سکتی ہے؟ رحمت و برکات کا نزول تیرے ایمان ہی پہ منحصر ہے۔

ایمان ہی محترم ہے ...... کوئی اور محترم نہیں۔

محبت کی عزت ایمان کا ضروری جز ہے۔

جب تمام علائق سے کلیتًا دستبردار ہو کر اور تمام تدابیر کو بالائے طاق رکھ کر

صرف ایک بار حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل کہا، احدیت وصمدیت ومجدیت واحسنیت کو پکارا...... آنکھ تک جھپکنے کا موقع نہ دیا۔ آن کی آن میں دہکتے ہوئے انگارے گلزار بن گئے۔

تیرے رب کے حکم کے بغیر، اے او رب کے بندے!
کسی درخت کا پتہ تک بھی کبھی جنبش میں نہیں آتا اور کوئی کسی بھی حرکت پہ کوئی قدرت نہیں رکھتا

تیرا ایمان ناقص ہے، اس ایمان کو اکمل کر۔
فعل سے قول کی تصدیق کر۔ آگ گلزار
فرعون ہے کلیم علیہ السلام نہیں
نمرود ہے خلیل علیہ السلام نہیں
کلیم علیہ السلام اور خلیل علیہ السلام کے وارث!
اپنے کردار سے وراثت کا ثبوت پیش کر۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہر کسی سے فرمایا

میں تیرا رب ہوں، میرا کوئی شریک نہیں، میں ہر شے کا مالک ہوں۔ ہر شے میری ہی مملوک ہے۔ جو چاہتا ہوں، کرتا ہوں۔ مجھے کوئی روکنے والا نہیں۔ میں ہر شے پہ قادر ہوں۔ کسی اور کو، کسی بھی شے پہ کوئی قدرت حاصل نہیں۔ جب میں کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرتا ہوں تو میں کسی تردد سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا۔ جب کہتا ہوں کہ ہو جا، اسی وقت ہو جاتا ہے، کوئی دیر نہیں لگتی۔ نہ کوئی کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع مگر میرے حکم سے اور میرے ہی حکم سے۔ جو کرتا ہوں، میں کرتا ہوں۔ کوئی اور کچھ بھی کرنے پہ کوئی قدرت نہیں رکھتا۔ ہر مخلوق کی چوٹی کے بال میرے ہی قبضہ قدرت

میں مضبوطی سے پکڑے اور جکڑے ہوئے ہیں۔ میری عظمت کے سامنے ہر شے عاجز، میری عزت کے سامنے ہر شے ذلیل، میری حکومت کے سامنے ہر شے سجدہ ریز۔ اور میں نے ہر شے کو اپنی قدرت کے تابع رکھا ہوا ہے۔

اس ایمان پہ ایمان لا
اس ایمان پہ جی اور
اس ایمان پہ مر۔
قابل رشک زندگی اور
قابل رشک موت ماشاءاللہ
اور جملہ تعلیمات کا نچوڑ۔

جب تک کسی سالک طریقت کو ایمان ویقین کا یہ مقام حاصل نہیں ہوتا، سلوک کی وادی کو کبھی عبور نہیں کرسکتا خواہ سر کے بل کنویں میں لٹکے۔ اور یہ مقام زبانی کلامی تو ہر کسی کو حاصل ہوتا ہے، عملی طور پر نہیں۔

افعال مقدور ہیں اور قدر خلق ہے، خیر ہو یا شر

اس حقیقت پہ یقین لانے کے لیے طریقت کی منزل کا کم از کم تین چوتھائی حصہ درکار ہے۔ پہلے ہی روز زبان سے تو ہر کوئی تسلیم کر لیتا ہے لیکن دل سے اس ایمان پہ یقین لانے کے لیے طریقت کی منزل اگر بارہ سال ہے تو ساڑھے گیارہ سال ضرور لگتے ہیں۔

یہ بات اگرچہ حقیقت پہ مبنی اور سو فیصدی صحیح ہے، انسانی سمجھ سے بالاتر ہے کہ ہر فعل کا حقیقی فاعل اللہ اور مفعول بندہ ہے۔ ہر کوئی حقیقت کی اس بات پہ نکتہ چینی کرتا ہے۔ جب تک کوئی سالک طریقت مخلوق کے افعال کو سمجھ کر خندہ پیشانی سے

تسلیم نہیں کرتا، عارف نہیں ہوسکتا۔ یا دوسرے لفظوں میں ...... جب تک غیریت (دوئی) سے پاک نہیں ہوتا، طریقت کا عارف نہیں ہوسکتا۔

طریقت کا عارف حکمت کے بے شمار بھیدوں سے واقف ہوتا ہے اگرچہ ہر بھید سے نہیں۔ اور اس بات کا کہ مخلوق کے افعال کا حقیقی فاعل اللہ ہے، پورا عارف ہوتا ہے۔ یہ عرفانیت عرفان کی ابتداء ہے اور جب یہ یقین کمال تک پہنچ جائے تو یہی انتہا ہے۔

تکمیل عرفان:

ہر شے کو خیر ہو یا شر، اللہ کی طرف سے حکمت پہ مبنی سمجھ کر خندہ پیشانی سے تسلیم کرنا عرفان کا ابتدائی مقام ہے۔

کھانے کے لیے معمولی کھانا، پہننے کے لیے معمولی لباس اور رہنے کے لیے معمولی گھر کے سوا ہر قسم کی آسائش و استراحت کے مال و اسباب سے کلیتاً منہ موڑ کر اپنے کام میں ہمہ تن و من منہمک رہنا عرفان کا میانہ مقام ہے۔

اور اپنے کام کے سوا کائنات کی ہر شے کو بھول جانا اور کسی بھی شے سے کوئی دلچسپی نہ رکھنا عرفان کا انتہائی مقام ہے۔

O

ہر منزل کی ابتداء...... التوبۃ والاستغفار

التوبۃ والاستغفار سے اصح الصمت التام

اصح الصمت التام...... حصار الی الآفات و بلیات

اصح الصمت التام سے ذکر دوام

نفس و قلب و روح کے مابین اتحاد و اتصال و ارتباط سے ذکر دوام

قائم الدائم۔

ذکر دوام وہ ہے جو ایک بار جاری ہو کر قبر تک پوری آب وتاب سے جاری رہے...... دم بھر کے لیے بھی بند نہ ہو۔

ذکر دوام سے ترک تام

ترک تام ...... مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے مفہوم کی اصل تشریح۔

بعض کام ایسے اہم ہوتے ہیں کہ موت سے ہمکنار ہو کر ہی کیے جا سکتے ہیں، زندگی میں نہیں۔ اور مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی زندگی ماشاءاللہ، بارک اللہ، ابدی ہوتی ہے۔

طریقت الاسلام کی تمام منازل کا نچوڑ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا اور اس مقام پہ کھڑا ہونا اور ثابت قدم رہنا...... ہر مشکل سے مشکل منزل اور ہر افضل سے افضل کام ہے۔

☆ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○ (البقرۃ:۱۶۰)

ترجمہ! مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی اور ان کی توبہ اور اصلاح ظاہر ہو گئی، میں ایسے ہی لوگوں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں اور میں سب سے بڑا زبردست توبہ قبول کرنے والا مہربانی فرمانے والا ہوں۔

بَیَّنُوْا کا ایک مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی زندگی عمل کے سرمدی خمار سے مخمور ہو کر نگارخانہ دہر میں ہمیشہ کے لیے جادۂ سلوک کے رہروان شوق کے لیے مہمیز کا کام دیتی رہتی ہے۔ ایسے لوگ کریم کے کرم سے سرشار ہو کر کرامت سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ قادر مطلق کو پہچان کر تقدیر پہ ترس کھانے لگتے ہیں۔

والی ومتعالی سے رشتہ جوڑ کر بادشاہی کوٹھکرا دیتے ہیں۔حی وقیوم کوحرزِ جاں بنا کرآرام ونوم سے ناآشنا ہوجاتے ہیں یادِحق میں محو ومنہمک ہوکر دنیا ومافیھا سے دست بردار ہوجاتے ہیں۔اسے رب مان کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسباب کوخیرباد کہہ دیتے ہیں۔

بَیَّنُوْا کااظہار ہر عالم میں ناگزیر

ذکر ایسے لوگوں کی غذا، عبادت ان کا کسب،

معاملات ان کی تجارت، قرآن ان کی پونجی، انس ان کی راحت،

دنیا ان کی کھیتی اور آخرت ان کا کھلیان ہوتا ہے۔

ہرکوئی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے

اللہ اللہ ہزار ہا سال گزرے، صحیح تعداد اللہ ہی جانتے ہیں کہ کن کن ممالک اور کیسے کیسے مذاہب سے ہوتا ہوا یہ بندہ پیدا ہوا۔

ایسے بھی گزرے ہوں گے کوئی جنگجو کوئی بزدل

کوئی مطیع کوئی منکر

اپنے کسی مقبول ترین نسب کی نسبت کا اکرام کر

یہی آدمیت کا شرف ہے۔بندہ بن کر رہ۔

بندگی ہی آدمیت کا اکرام ہے۔

☆ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْٓ اٰدَمَ (بنی اسرائیل:۷۰)

(اور ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی)

بندہ بنا کر اکرام کی حد کردی۔یہی بندوں کی شاہی ہے۔

قابل ذکر تذکرہ، بندوں کا اپنا تذکرہ ہوتا ہے۔

میری نسل میں قابل ذکر تذکرہ میرے دادا کے دادا

حضرت بابا دندو شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

آپ کئی سو سال پہلے دریائے ستلج کے دندے پر نصف صدی دریا کے بیلے میں رونق افروز رہے اور اسی دندے ہی کی مناسبت سے بابا دندو شاہ رحمۃ اللہ علیہ کہلائے۔

تذکرۂ مرداں......تذکرہ یزداں کی جان

تذکرہ درویش الوریٰ

سترھویں صدی کے اوائل کی بات ہے موضع برہمی ضلع لودھیانہ کے بچے بچے کی زبان پر ایک نوجوان کی سادگی اور اس کی زندگی میں آنے والے انقلاب کا ذکر تھا۔ گاؤں کی چوپال ہو یا قبرستان کا تکیہ، کونسی جگہ اور کونسی محفل تھی جہاں اس نوجوان کی کم گوئی، نیکوکاری، معصوم بچپن اور بے داغ جوانی کے چرچے نہ تھے۔ صرف یادِ حق کی خاطر گھر بار چھوڑ دینا اور عین عالم شباب میں دنیا کی رنگینیوں سے منہ موڑ لینا ایسی بات نہ تھی جسے لوگ آسانی سے بھول جاتے۔ یہ نوجوان انہی کے درمیان پل بڑھ کر جوان ہوا تھا۔ گاؤں کا ہر فرد بشر اس کی نیک نفسی کا گواہ اور اس کی شرافت کا معترف تھا۔ اس کی طبیعت کا رجحان بچپن ہی سے پاکبازی کی طرف تھا۔ جوانی کے عالم میں بھی اس کا رنگ ڈھنگ عام نوجوانوں سے بالکل مختلف تھا۔ شوخی و ترنگ کی بجائے اس کے چہرے سے سنجیدگی و متانت کا نور جھلکتا تھا۔ وہ اکثر خاموش رہا کرتا اور ہمیشہ کسی گہری سوچ میں مستغرق نظر آتا گویا کسی حقیقت کا راز پانے کے لیے بے تاب ہے مگر کوئی شخص اس کے دل و دماغ کی اس کیفیت سے آگاہ نہ تھا۔

شادی کے چند ہی سال بعد اس کی روح کی بے قراری بڑھ گئی اور دل کی دنیا میں ایک بھونچال سا آ گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ اب وہ زیادہ دیر تک اپنی منزل سے الگ نہیں رہ سکتا۔ فیصلے کی گھڑی آ پہنچی۔ یہ اس کی زندگی کا ایک انتہائی نازک لمحہ تھا۔

ایک طرف مال جائیداد، گھربار، عزیز رشتہ دار...... دوسری طرف روح کی پکار۔ بغیر کسی توقف کے اس نے روح کی آواز پہ لبیک کہی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مادی لذتوں کی قربانی کا فیصلہ کرلیا۔ اپنی جواں سال بیوی کو بلا کر کہا:

''اللہ نے مجھے کسی اور کام میں مصروف کر دیا ہے، کیا آپ اللہ کے نام پر، اللہ کے لیے، اپنے حقوق بخش سکتی ہیں؟''

وہ وفادار، اطاعت شعار اور عظیم خاتون بے پناہ اعتماد کے لہجے میں بولی: اے راہ حق کے مسافر! میں حق کی خاطر بخوشی اپنے حقوق سے دستبردار ہوتی ہوں۔ میری طرف سے آپ کو عام اجازت ہے''

نوجوان نے گھربار اور اہل وعیال پہ الوداعی نظر ڈالی، کھدر کی چادر کندھے پہ ڈالے گھر سے نکل پڑا اور پھر جیتے جی کبھی واپس نہ پلٹا۔

گھر سے نکل کر یہ مرد درویش اپنی منزل کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ یہاں تک کہ ایک روز وہ دریائے ستلج کے کنارے مندر ملیک گاؤں کے قریب آ نکلا۔ دل نے صدا دی: اے جویائے حق! یہی تیرا مقام ہے، اب آگے قدم نہ بڑھا۔

دریا کنارے تیز رفتار لہروں کا جائزہ لیتے ہوئے، وہ طویل القامت، گراں ڈیل اور پُرعزم نوجوان کسی نامعلوم دھن کی لگن میں مگن اپنے خضر راہ کے انتظار میں کھڑا تھا۔ اھلاً و سھلاً مبارکاً مکرماً مشرفاً وہ تشریف لے آئے۔

دونوں ایک دوسرے سے متعارف ہوئے۔

آپ نے فرمایا: نوجوان! جب تک میں واپس نہ آؤں، یہیں میرا انتظار کرو۔ پورے بارہ سال بعد وہ تشریف لائے تو انہیں وہ نوجوان دکھائی نہ دیا۔ علاقے کے لوگوں سے دریافت کیا یہاں میرا ایک بالکا رہتا تھا، کچھ اس کا اتا پتہ؟

جواب ملا یہاں ایک نوجوان رہا تو کرتا تھا مگر کافی عرصے سے دکھائی نہیں دیا۔ نہ معلوم اب کہاں ہے؟

آپ نے فرمایا! نہیں، نہیں وہ یہاں سے کہیں نہیں جا سکتا۔ آپ نے تا حدِ نگاہ پھیلے ہوئے بیلے پہ نظر دوڑائی تو دیکھا قد آدم خودرو نباتات کے اندر وہ نوجوان اسی بیلے میں موجود ہے۔ وہ واقعی قول کا سچا اور دھن کا پکا تھا۔ اس نے پچاس سال کی طویل مدت اسی جگہ بسر کی۔

دریا کا یہ دندا (کنارہ) جہاں اس مرد درویش نے ڈیرہ جمایا، کئی بار طغیانی کی لپیٹ میں آیا مگر وہ جواں مرد جہاں ایک دفعہ بیٹھا، جیتے جی وہاں سے نہ اٹھا یہاں تک کہ بعد وصال بھی اس نے اس مقام سے دور ہونا گوارا نہ کیا۔ دریا کے دندے کی مناسبت سے یہ یگانہ روزگار مردِ حق بابا دندو شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروفِ خلائق ہوا۔

راہ حق کے مجاہدوں نے یوں تو ایک سے ایک بڑھ کر مجاہدے کیے مگر اللہ اللہ، بابا دندو شاہ رحمۃ اللہ علیہ اہم ترین مجاہدے سے گزرے۔ آپ نے ساری زندگی ایک ہی حال میں گزار دی۔ ننگے سر، ننگے پاؤں نہ کسی سے کوئی مطلب نہ غرض۔ ذکر الٰہی کی محویت میں ہمہ وقت سرشار و مخمور یہ جواں بخت جواں مرد پچاس سال تک دریا کے کنارے بیلے ہی میں رونق افروز رہا۔ اپنے رہنے کے لیے نہ مکان بنایا نہ کلی، اسی بیلے میں رین بسیرا کیا۔ سردی، گرمی، آندھی، بارش ہر حال میں اپنی ذات سے بے نیاز...... یادِ حق میں محو و منہمک۔ کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کیا۔ نہ ہی کسی سے کسی قسم کی کوئی فرمائش کی۔

جنگل میں کوئی لنگر نہیں پکایا۔ مل گیا تو کھا کر شکر کیا نہ ملا تو بھی اللہ کا شکر کیا ......شکوہ نہیں اور یہ انسانی توکل کی ایک امید افزا حد ہے۔ ماشاء اللہ!

توکل واستغنیٰ، جذب ومستی اور غیرت وحمیت کا یہ پیکر اہل نظر کی دنیا میں درویش الوریٰ کے لقب سے معروف ہے اور درویش الوریٰ وہ ہوتا ہے جو کلیتاً تارک الدنیا ہو اور حقیقتاً اللہ ہی کی طرف متوجہ ہو۔

دن مہینوں میں اور مہینے سالوں میں بدلتے گئے۔ موضع برہمی کے کسی فرد بشر کو یہ علم نہ تھا کہ چودہ سال قبل ترک اختیار کرنے والا نوجوان آج کہاں اور کس حال میں ہے البتہ اس کا ذکر کسی نہ کسی انداز میں گاؤں کی محفلوں میں اکثر ہوتا رہتا۔

لوگوں کی زبانوں سے اپنے باپ کے فقر و درویشی کی باتیں سن سن کر آپ کے فرزند مسمی حاکم کے دل میں اپنے والد کو دیکھنے اور ان سے ملنے کی خواہش بڑھتی گئی۔ جس وقت بابا دندو شاہ رحمۃ اللہ علیہ جذب و مستی کی منزل طے کرنے گھر سے نکلے تھے اس وقت حاکم ابھی شکم مادر میں تھے اور چونکہ ان کی ولادت بابا صاحب کے گھر سے چلے جانے کے بعد ہوئی تھی اس لیے باپ بیٹا دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا نہ تھا۔ آخر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر چودہ سالہ حاکم آپ کی تلاش میں گھر سے نکل پڑا۔ پھرتے پھراتے وہ دریائے ستلج کے کنارے اسی جگہ آنکلا جہاں بابا دندو شاہ رحمۃ اللہ علیہ مقیم تھے۔ حاکم کے دل نے گواہی دی کہ وہ صحیح جگہ پر آ گیا ہے۔ لوگوں سے پوچھا تو پتہ چلا کہ گزشتہ چودہ برس سے ایک فقیر دریا کے کنارے بیٹھا محو الی الحق ہے، حاکم ادھر چل پڑا۔ اسے دور سے آتے دیکھ کر بابا دندو شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو بتایا کہ جو نوجوان آ رہا ہے وہ میرا لڑکا ہے۔ حاکم نے بھی والدہ کے بتائے ہوئے خدوخال کے مطابق آپ کو پہچان لیا۔ سلام عرض کیا اور بتایا کہ میں فلاں جگہ سے آیا ہوں میرا نام حاکم ہے اور میں آپ کا بیٹا ہوں۔ پوچھا! کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا ''صرف ملاقات کے لیے''

فرمایا ملاقات ''تو ہو گئی''

بہرحال اسے چند دن پاس رکھا، خوش ہو کر گھر جانے کی اجازت دی اور ساتھ ہی فرمایا ''اب دوبارہ مجھ سے ملنے کبھی نہ آنا'' گویا مال و جائیداد کی طرح اولاد کی محبت بھی الٰہی محبت پہ غالب نہ آ سکی اور نہ ہی آپ کی توجہ کو منزل کی جانب سے ہٹا سکی۔

دریائے ستلج کے بائیں کنارے کے قریب مندر ملیک نامی ایک گاؤں تھا۔ زمانہ قدیم میں یہاں ہندوؤں کا ایک مندر ہوا کرتا تھا۔ دریا نے رخ بدلا مندر مٹ گیا مگر نام باقی رہا۔ اس مقام کے مشرق اور مغرب کی جانب دو گاؤں تھے چھوٹا کھنہ اور بڑا کھنہ۔ یہ دونوں دیہات تحصیل زیرا ضلع فیروز پور میں واقع ہیں۔ اس مقام پر دریا کا رخ مشرق سے مغرب کو ہے۔ بابا دندو شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے جذب و سلوک کی نصف صدی پر محیط منزل اسی مقام پر طے کی۔

بابا دندو شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں میں مسلم اور غیر مسلم سبھی شامل تھے۔ اہل علاقہ کے لیے یہ بات ہمیشہ حیرت کا باعث تھی کہ وہ آپ کو بیک وقت کئی کئی جگہوں پہ موجود پاتے تھے جبکہ آپ کا قیام ایک ہی جگہ پر تھا۔ عقیدت مند دور دراز سے آیا کرتے، اپنی خدمت پیش کرتے مگر آپ کسی سے کسی خدمت کے طلب گار نہ ہوتے تھے۔ لوگ دعا اور دم کے لیے آتے، آپ تھپکی دیتے اور کچھ پڑھ کر دم کر دیا کرتے مگر کسی سے کوئی نذرانہ قبول نہ کرتے اللہ تعالیٰ شفا عطا فرماتے اور یوں فیوض و برکات کا یہ سلسلہ شب و روز جاری رہتا۔

آپ کی گفتگو نہایت مختصر ہوتی۔ آپ نے عمر بھر اپنے قول و فعل سے کسی کی دل آزاری نہ کی۔ اگر کوئی کہتا باباجی! روٹی کھلائیں؟ فرماتے تمہاری مرضی ہے اگر کوئی پہننے کے لیے کپڑا پیش کرتا اور کہتا باباجی! چولا پہن لیں ...... تو لے لیتے مگر

سر اور پاؤں سے ہمیشہ ننگے رہتے۔

دریا کے کنارے جہاں آپ بیٹھ کر اللہ اللہ کیا کرتے تھے، اس کے قریب ہی احمد نمبر دار کا کنواں تھا۔ آپ اکثر اس کنوئیں پر پانی لینے آیا کرتے اور یہیں نہا بھی لیا کرتے۔ اگر کوئی شخص کپڑا پیش کرتا تو اسے باندھ کر نہا لیتے ورنہ اپنے پہنے ہوئے کپڑوں سمیت ہی غسل فرمالیا کرتے۔ دریا کے کنارے والی جگہ کے بعد یہ کنواں ہی وہ واحد مقام تھا جہاں آپ دیر تک اور اکثر بیٹھا کرتے۔ احمد نمبر دار آپ کا از حد احترام کرتا۔ وہ آپ کی ہستی کو علاقہ بھر کے لیے باعث برکت خیال کرتا۔

وصال سے کچھ روز قبل آپ احمد نمبر دار کے ڈیرے پر تشریف لے گئے فرمانے لگے:

نمبر دارا! میرے کوچ کا وقت قریب آ گیا ہے۔ آج سے آٹھویں دن میں اس دارفانی میں نہیں رہوں گا۔ مجھے تمہاری زمین سے ایک منجی (چارپائی) کی جگہ درکار ہے۔

نمبر دار عاجزی سے بولا: باباجی! میری بارہ گھماؤں زمین ہے، آبادی کے مشرق میں بھی مغرب میں بھی، اور قبرستان کے نزدیک بھی۔ آپ جتنی جگہ جہاں سے چاہیں لے لیں، میں حاضر ہوں۔

فرمایا: نہیں نہیں، مجھے دریا کے کنارے ...... جہاں میں نے رات دن اللہ اللہ کرنے میں گزارے...... ایک منجی کی جگہ درکار ہے۔

احمد نے ادب سے جواب دیا: باباجی! وہاں میرا کوئی رقبہ نہیں۔ وہ زمین پارس نامی مسلمان کی ملکیت ہے جو چھوٹے کھنہ کا رہنے والا ہے۔ بابا دندو شاہ رحمۃ اللہ علیہ پارس کے پاس پہنچے اور اس سے بھی وہی بات کی جو احمد نمبر دار سے کہی تھی۔

پارس خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ اس نے دریا کے کنارے سارے رقبے کی پیش کش کی مگر آپ نے فرمایا: نہیں، زیادہ نہیں، مجھے صرف ایک منجی کے برابر جگہ درکار ہے۔

دوسرے تیسرے دن معززین علاقہ اور نمبرداران دیہہ کا اکٹھ ہوا۔ موقع پر جا کر آپ کی پسند کے مطابق پیائش کر کے آپ کی آخری آرامگاہ کے لیے جگہ مختص کر دی گئی اور بھرے مجمع میں پارس نے اپنی ساری زمین وقف کرنے کا اعلان کیا۔ لوگوں نے عرض کیا باباجی! یہ جگہ نہ لیں، یہاں چوہڑوں کی قبریں ہیں فرمایا: ''کوئی بات نہیں، وہ میری پائنتی کی طرف ہیں''

وصال کے دن بابا دندوشاہ رحمۃ اللہ علیہ حسب معمول احمد نمبردار کے کنوئیں پر آئے۔ کپڑوں سمیت غسل فرمایا اور جسم کو خوب مل مل کر صاف کیا۔ نہانے کے بعد اسی ٹنڈ منڈ لے کر درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے جہاں وہ اکثر بیٹھا کرتے تھے۔ [1]

[1] وہ جگہ جہاں بابا دندوشاہؒ کا مزار ہے فتح محمد بن جمال دین چک نمبر/۹۔ ایل چیچہ وطنی ضلع ساہیوال کے نانا پارس بن اکبر عرف اکو کی ملکیت تھی۔

باباجی کو معمول سے زیادہ دیر تک وہاں بیٹھے دیکھ کر احمد کا ماتھا ٹھنکا کہ الٰہی خیر ہو۔ ملازموں کے ہمراہ بھاگ کر آپ کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے اور اس مرد درویش کی آٹھ دن پہلے کہی ہوئی بات پوری ہو چکی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح چاروں طرف پھیل گئی۔ چھوٹے بڑے سب گھروں سے نکل آئے۔ ہر زبان پر باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی درویشی اور فیض رسانی کا تذکرہ تھا۔ ہر دل فگار اور ہر آنکھ اشک بار تھی۔ نشان کردہ جگہ پر آپ کی کچی قبر تیار کی گئی۔ کفن دفن کے جملہ مصارف احمد نمبردار نے ادا کیے۔ قبر ایک مدت تک کچی رہی،

بعدازاں پختہ مقبرہ تعمیر کردیا گیا۔آج کل یہ جگہ خانقاہ کے نام سے مشہور ہے۔

آپ کے عقیدت مندوں میں جھنڈو عرف چنچل قابل ذکر ہے جو آپ کا پہلا خلیفہ بنا۔وہ قبر پہ چراغ جلاتا اور درگارہ شریف میں جاروب کشی کیا کرتا۔اس کے بعد یہ سلسلۂ خدمت اس کے خاندان میں جاری رہا۔خدام کا سلسلہ یہ ہے۔

غلام......بندو......محمد سلیمان دیگاں والا......خوشی محمد......محمد ارشد......

حال حق کی طرف سے بندے کے دل پر وارد ہوتا ہے۔کوئی بندہ اپنے ارادہ واختیار سے نہ اسے وارد کرسکتا ہے نہ دور۔یہ کیفیت وہبی ہوتی ہے، کسبی نہیں۔ خضر راہ ایسے بندوں کے انتظار میں صدیوں کھڑے رہتے ہیں۔علائق دنیا سے منہ موڑ کر،حق سے رشتہ جوڑنے والے اپنے مطلوب ومحبوب کی محبت میں اس قدر وارفتہ ہوجاتے ہیں کہ دنیائے دوں کا کوئی منظر انہیں اپنی طرف متوجہ نہیں کرسکتا۔جسم الوجود کی خواہشات کا گلا گھونٹنا اور جیتے جی اپنے جنازے کی نماز پڑھ کر اپنی منزل کی ابتدا کرنا ہرکس وناکس کے بس کی بات نہیں۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی منزل سے گزرنے والے فقیروں ہی کو اللہ نے یہ شرف بخشا ہوتا ہے کہ وہ نہ غم میں ملول ہوتے ہیں نہ راحت پہ مسرور، نہ تحسین پہ خوش نہ تحقیر پہ بیزار۔یہی اور صرف یہی لوگ اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ کے راز سے آگاہ ہوتے ہیں۔کوئی دوسرا ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔جذب وسلوک کی داستان کے یہ کردار ہر دور میں اپنا کردار ادا کرتے رہے ہیں۔

تاریخِ عالم خود کو دہرائے یا نہ دہرائے، تاریخِ طریقت خود کو ضرور دہرایا کرتی ہے۔ہمارے ہاں ایک معروف قول ہے کہ حال ماضی کا شاہد ہے۔ جو چیز ماضی میں تھی، حال میں بھی ہے۔اگر حال میں نہیں تو ماضی میں بھی نہ تھی۔

جس نے ماضی کو دیکھنا ہو وہ حال کو دیکھے۔ اور حال کو ماضی پہ فوقیت حاصل ہے۔

طریقت نے ایسے حال کو کبھی فراموش نہ کیا۔

کسی نہ کسی حال میں ہمیشہ زندہ رکھا۔

دنیا میں ہر روز انسان جنم لیتے ہیں اور مر جاتے ہیں

مگر صاحب حال کبھی کبھی اور کہیں کہیں پیدا ہوتا ہے

نہ اس کی زندگی عام لوگوں جیسی ہوتی ہے نہ موت۔

وہ مر کر بھی نہیں مرتا بلکہ اس تذکرہ رہتی دنیا تک جاری و ساری رہتا ہے اور درویش الوریٰ بابا دندو شاہ رحمۃ اللہ علیہ داستان طریقت کا ایسا ہی ایک روشن عنوان ہے جس کی تابانی قیامت تک مدہم نہ ہوگی۔ وما علینا الا البلاغ

قیامت تک زندہ اور قائم رہنے والا تذکرہ ہر اعتبار سے ایک نادر نمونہ ہوتا ہے۔

کتاب کا تذکرہ محدود، چند اوراق پہ مشتمل،

طریقت کا تذکرہ...... سینہ بہ سینہ دم بہ دم

اہل طریقت کی پیشوائی میں اول رہنما

طریقت کا مقام و منصب کبھی فنا نہیں ہوتا، ماضی کو حال میں زندہ رکھتا ہے۔

اللہ کے برگزیدہ بندے ہر حال میں ہر وقت محو کار رہتے ہیں

طریقت کی مردم شماری میں چند مرد قابل رشک ہوئے اور رہیں گے

کسی اللہ کے بندے سے محبت کرنا بھی ایک امید افزا عمل ہے

جو محبت اللہ کے لیے کی جاتی ہے،

بناوٹی نہیں فطری ہوتی ہے

مصنوعی نہیں	حقیقی ہوتی ہے
نقلی نہیں	اصلی ہوتی ہے
کھوٹی نہیں	کھری ہوتی ہے
لُچّی نہیں	سُچّی ہوتی ہے
دنیوی نہیں	دینی ہوتی ہے
ذاتی نہیں	ملی ہوتی ہے
کسبی نہیں	وہبی ہوتی ہے
فانی نہیں	سرمدی ہوتی ہے

ماشاء الله لاقوة الابالله

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کوئی قابل ذکر نیکی نہیں کی......البتہ دومرتبہ حضرت داوٗد طائی رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے اور یہی میرا توشہءآخرت ہے، ماشاءاللہ لاقوۃ الاباللہ!

○ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے جولوگ میری رضامندی اور خوشنودی کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں ان سے مجھے محبت کرنا ضروری ہے اور جولوگ محض میری رضا کے لیے باہم بیٹھتے اور تعریف کرتے اور ایک دوسرے کی زیارت کرتے اور اپنا مال خرچ کرتے ہیں، ان سے (بھی) مجھے محبت کرنا واجب ہے (مؤطا/مالکؒ) اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں...... کہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے کہ جولوگ میری عظمت وجلال کے سبب آپس میں محبت رکھتے ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) نور کے منبر ہوں گے اور انبیاء علیہم السلام ان پر رشک کریں گے۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم)

○ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ کے بندوں میں سے کچھ لوگ (یعنی ایک جماعت) ایسے ہیں جو اگرچہ نبی وشہداء نہیں ہیں لیکن قیامت کے دن اللہ کے ہاں ان کے مراتب ودرجات کو دیکھ کر انبیاء علیہم السلام اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ!

فرمایئے وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ وہ لوگ ہیں جو محض اللہ کی روح (قرآن کریم) کے سبب آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان نہ تو قرابت داری ہے نہ مالی لین دین کا معاملہ۔ اللہ کی قسم ان کے چہرے نور ہوں گے (یعنی نورانی) یا وہ خود نور ہوں گے اور نور پر متمکن ہوں گے (اس وقت) وہ نہ تو غمگین اور رنجیدہ ہوں گے اور نہ خوفزدہ جبکہ لوگ خوفزدہ ہوں گے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

(آگاہ ہوجاؤ کہ اللہ کے دوستوں پر نہ تو خوف طاری ہوگا اور نہ وہ غمگین اور رنجیدہ ہوں گے) (عمرؓ / ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف جلد دوم)

○ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل ذوالجلال والاکرام قیامت کے دن فرمائیں گے کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو محض میری بزرگی کے واسطے آپس میں محبت رکھتے تھے؟ آج کے دن میں انہیں سائے میں رکھوں گا اور یہ وہ دن ہے جس دن سوائے میرے سائے کے، کہیں سایہ نہیں۔

(ابوہریرہؓ / مالک موطا شریف)

○ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس بندہ نے اللہ سبحانہ کی خوشنودی کے لیے کسی بندے سے محبت کی، اس نے اپنے پروردگار کی تعظیم

وتکریم کی۔ (ابوامامہؓ / احمد، مشکوۃ شریف جلد دوم)

○ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ:

(نیک) بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل ذوالجلال والاکرام کی رضامندی کی تلاش میں رہتا ہے اور ہمیشہ اسی حالت میں رہتا ہے پس اللہ سبحانہ حضرت جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ میری رضامندی کی تلاش میں رہتا ہے خبردار ہو کہ میری رحمت اس پر ہے، پھر حضرت جبریل علیہ السلام کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہ کی رحمت فلاں شخص پر ہے۔ پھر یہی بات عرش کو اٹھانے والے فرشتے کہتے ہیں اور وہ فرشتے بھی کہتے ہیں جو ان کے قریب ہیں۔ یہاں تک کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے یہی کہتے ہیں پھر رحمت اس شخص کے لیے زمین پر اترتی ہے۔

○ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ:

جب محبت کرتا ہے اللہ سبحانہ کسی بندے سے، تو پکارتا ہے حضرت جبریل علیہ السلام کو اور یہ فرماتا ہے کہ بیشک اللہ سبحانہ نے فلاں کو دوست رکھا سو تو بھی اس کو دوست رکھ تو حضرت جبریل علیہ السلام اس سے محبت رکھتے ہیں پھر پکار دیتے ہیں حضرت جبریل علیہ السلام آسمان والوں (یعنی فرشتوں) میں کہ بے شک اللہ سبحانہ نے فلاں کو دوست رکھا ہے سو تم بھی اسے دوست رکھو تو آسمان والے اس سے محبت رکھتے ہیں پھر اس محبوب بندے کی زمین میں قبولیت اتاری جاتی ہے (یعنی زمین کے نیک لوگ اس کو مقبول جانتے ہیں اور اس سے محبت رکھتے ہیں) اور جب اللہ سبحانہ کسی بندے سے ناراض وغصے ہوتا ہے (تو بھی) اسی طرح کرتا ہے (یعنی اس کا الٹ)۔

ہر بستی میں ایک اللہ کا بندہ ہوتا ہے

طریقت میں اسے قطب قریہ کہتے ہیں

○

ایک محفل میں سوال کیا گیا: اللہ کے مقبول بندے کی پہچان کیا ہے؟

حاضرین میں سے ایک نے جواب دیا

جو کسی بھی میر وسلطان سے کوئی واسطہ نہ رکھے اور دنیا و مافیہا کی ہر شے سے کلیتاً مستغنی و بے نیاز ہو

دوسرے نے کہا

جو اپنے مطلوب و مقصود کے سوا ہر کسی کو بھول جائے

تیسرے نے کہا

جو ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مستغرق رہے

چوتھے نے تفصیلاً بتایا

جو اللہ کی ربوبیت کا مظہر ہو اور سنت مطہرہ کے عین مطابق ایک مسافر کی طرح زندگی گزارے۔ کل کے لیے کوئی بھی شے بچا کر نہ رکھے۔ ہر شے مخلوق کی طرف سے مخلوق میں تقسیم کر دے۔ اس کی ذات سے عام لوگ فیض پائیں اور اس کے در سے لنگر جاری ہو۔ لنگر میں صرف کھانا ہی شامل نہیں ہوتا، بیماروں کو شفا ملتی ہے، مفلس و نادار کی فریاد رسی ہوتی ہے، گمراہ ہدایت پاتے ہیں، انسانیت دوا لیتی ہے اور طالبانِ حق کو راہِ خدا ملتی ہے۔ ماشاء اللہ چاروں نے اپنے اپنے حال کے مطابق سچ کہا۔

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیوہ عورت اور مسکین کی خبر گیری کرنے والا اللہ کی راہ میں سعی کرنے والے کی مانند ہے (یعنی اس کا ثواب جہاد اور حج کے برابر ہے)

راوی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ بیوہ اور مسکین کی خبر گیری کرنے والا اُس شب بیدار شخص کی مانند ہے جو رات کو سُستی نہیں کرتا اور اس روزہ رکھنے والے کی مانند ہے جو ہمیشہ روزے سے رہتا ہے (یعنی صائم الدھر شخص کی مانند) (بخاریؒ / مسلمؒ)

یہ رہبانیت نہیں، مردانیت ہے۔ دنیا میں جینے والوں کے لیے زندگی کا مژدہ جانفزا ہے۔ یہ انسانی زندگی کا بلند ترین مقام ہے، اس مقام کو حاصل کر۔ یہ مقام تیری زندگی کی معراج ہے۔

دلوں کے علم دلوں ہی سے سیکھے جاتے ہیں
یہ علم وہبی ہے، کسبی نہیں

دلوں کے استاد دل ہوتے ہیں۔ دل ہی دلوں کو پڑھایا کرتے ہیں۔ یہ شاہی سکے دل ہی کی ٹکسال میں ڈھالے جاتے ہیں۔

دل کو مطمئن کرنے کے لیے کیا کیا جتن کیے۔ رات دیکھی نہ دن، دل مطمئن نہ ہوا

دل، دل کو پا کر ہی مطمئن ہوتا ہے
دل کا بدلنا اللہ ہی کے قبضہ ءقدرت میں ہوتا ہے!
جب دل کو بدلنے کا ارادہ فرماتا ہے، کسی دل سے واصل فرما کر بدل دیتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے بندہ کسی مقبول بندے سے مل کر ہی واصل باللہ ہوتا ہے ورق گردانی سے نہیں۔ شاہد و مشہود ضامن ہوتے ہیں واللہ باللہ تاللہ ماشاءاللہ!

اللہ کی تلاش میں نکلا تھا علاؤالدین کو پایا
دیوانہ تھا مستانہ بنا بحرعلوم کے ذخائر کھلے

عجائب وغرائب نسخے ملے قدرتی نظام نے آغوش وا کی

تیری بقاء کی چادر سدا تنی رہی

O

کتاب العمل بالسنۃ المعروف ترتیب شریف

مکشوفات منازل احسان

اسماء النبی الکریم ﷺ اور

مقالات حکمت

تیری عنایات بے پایاں ہیں۔ اعجاز بھی کہیں تو بے جا نہیں

اے او میرے پردہ نشین معشوق!

تیرے پچ کی راکھ میری آنکھ کا اُنجن ہے۔

تیرے پچ شریف کی راکھ

جن وانس کے لیے شفا کا موجب!

جب اس نے کہا کہ تجھ پہ تو میرا سایہ ہے اور مجھ پہ میرے پیا رضی اللہ عنہ کا۔

ان رضی اللہ عنہ پہ ان ﷺ کی کملی کا اور میرے آقا ﷺ کی کملی پہ عرش عظیم کا سایہ ہے،

اسی وقت سایہ دور ہوا۔ ماشاء اللہ!

اے او یکتائے زماں! تیری نظیر نہیں ملتی

نہ ہوا، نہ ہوگا

کیا یہ ناز کافی نہیں؟

سترہ سالہ بچپن میں احرام باندھ کر سجدہ کیا۔

پھر اپنی کتاب پڑھی اور ہستیٔ دہر کی سیر پہ گامزن ہوا۔

صدی گزرنے پہ آئی، قصد اور عزم جوں کا توں۔

پوری آن وشان سے کمر بند رہا۔ ہچکولے اسے اکھاڑ نہ سکے۔

موجیں اٹھیں، گرداب سے ہمکنار ہوئیں...... جوشِ عمل فنا نہ ہوا۔

یہی ابتداء تھی، یہی انتہا! انتہا پا کر مسافر ایڑ لگائی۔ سفر پہ گامزن ہوا اور کہے جا رہا تھا: حوادث اسے زیر نہ کر سکے۔ سرنگوں ہوئے اور افسردہ......

سمندر تیرے عمل کی کتاب کو ڈبو نہ سکا......

پھر پھرا کر، ساری کائنات کو دیکھ کر، جہاں آنا تھا، آ گیا۔

صرف یہ یاد ہے اور یہ ناز ہے کہ بچپن میں مجھے احرام باندھا اور یہ حق الیقین ہے کہ احرام کبھی باطل نہیں ہوتا۔

احرام دو اصول پہ مبنی!

☆ دنیا سے بے رغبت

☆ رب کی طرف راغب

احرام باندھ کر بعض حلال چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔

یہ دنیا کانٹے دار جھاڑیوں کی وادی ہے، دامن بچا کر چل!

طریقت کا دارومدار طلب پہ موقوف ہوتا ہے۔ دنیائے طریقت میں گنتی کے چند بندے ہوتے ہیں جن کی طلب خالص، پختہ اور دوام ہوتی ہے۔ جو اپنی طلب کبھی نہیں بدلتے۔ بالکل نہیں بدلتے۔ طلب کی ساری تاریخ چند اوراق پہ مشتمل ہے، ضخیم نہیں۔

ایک نے ان کے لیے اپنے دل کو دنیا و دین کی ہر طلب سے کلیتاً پاک کیا حتی کہ ان کے سوا اس میں کسی بھی شے کی کوئی طلب باقی نہ رہی۔ پھر وہ خرام ناز سے

اٹھکیلیاں کرتا ہوا ان کی راہ میں نکلا۔ اس نے کہا کہ اس وقت اس کے ہمراہ اس کی ہر شے تھی...... دل ساتھ تھا، جان ساتھ تھی، روح ساتھ تھی، نفس ساتھ تھا، حوریں ساتھ تھیں اور غلمان ساتھ تھے...... گویا اس وقت یہ ننھا سا کارواں کل کائنات پہ مشتمل تھا۔ جب یہ کارواں اللہ کے لیے، صرف اللہ کے لیے، اللہ کی راہ میں نکلا...... اللہ کے سوا کوئی اور غرض وغایت نہ تھی، بالکل نہ تھی۔ نہ کوئی دینی غرض نہ دنیاوی۔ اس وقت اللہ کی رحمت نے اس کا استقبال کیا۔

حضور اقدس واکمل، اکرم واجمل، اطیب واطہر، روحی فداہ ﷺ نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔ کالی کملی میں چھپالیا۔ روحی فیض سے مشرف فرما کر خزانوں کی کنجیاں بخش دیں اور یہ عنایات کی حد ہے۔

ایک نے پوچھا کہ تم زندگی کا یہ سارا ساز وسامان لیے کہاں جا رہے ہو اور کیا لینے جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ

اگر وہ ملیں گھر کا گھر بیچتا ہوں
میں ہستی کی ساری دکاں بیچتا ہوں
زر و مال دنیا تو ہے ہی کیا چیز؟
میں قلب ونفس، روح وجاں بیچتا ہوں

پھر اس کے بعد کسی نے بھی کبھی اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔

جب اس سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتا ہے اور کیوں آیا؟ اس نے ایک ہی جواب دیا کہ وہ کچھ بھی نہیں چاہتا۔ اس کے دل میں دنیا وآخرت کی کسی بھی چیز کی کوئی طلب وتمنا نہیں۔ اس کا دل، اللہ کا شکر واحسان ہے کہ ہر خواہش سے بالکل خالی ہے۔ اور یہ وہ خود بھی نہیں جانتا کہ کیوں آیا ہے۔ یا تو میرے آقا آپ نے اس ناچیز کو بلایا

ہے یا پھر انہوں نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اپنے آپ یہ کمینہ سرکار کے حضور میں حاضری کی جسارت نہیں رکھتا۔

یہ سن کر فرمانے لگے: کیا یہ سچ ہے کہ تیرے دل میں دنیا و آخرت کی کوئی بھی طلب و تمنا نہیں؟ کیا واقعی تیرا دل ہر خواہش سے خالی ہے؟

اس نے کہا: میرے اس قول کی تصدیق وقت خود کرے گا انشاء اللہ العزیز۔ زہے قسمت! یہ کمینہ تیرے در اقدس کی خاک ہو اور تیرے پائے ناز تلے پائمال ہوتا رہے۔

دنیا ملعون تھی اور ملعون کا ترک کوئی جوانمردی نہیں، خردمندی ہے۔ کوئی مشکل نہیں، آسان ہے۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ ملعون سے دست بردار ہونا تو کوئی بڑی بات نہیں، جنا کنا ہوسکتا ہے، اس وادی کی طلب بیان کر...... کیا لینے آئے ہو اور کیا بننے آئے ہو؟

اس پہ اس نے عرض کی کہ اس وادی کی تو کسی چیز کا مجھے کوئی پتہ نہیں کہ اس میں کیا ہوتا ہے البتہ جس طرح یہ دل دنیا سے فارغ ہے، اسی طرح اس وادی کے سارے درجات سے بھی فارغ ہے۔

اس پہ وہ مسکرائے، اس کی پیشانی کو چوما، فرمانے لگے:

''تیرا یہ کہنا گویا میرے ہی فیض کی بدولت ہے''

پھر میری سرکار نے اس وادی کے تمام درجات ایک ایک کر کے بیان فرمائے۔ اس پہ اس نے عرض کی کہ یہ کمینہ، ناقص العقل، عاجز و مسکین، نااہل و نالائق ان میں سے کسی ایک کا بھی متحمل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس کے دل میں کسی بھی شے کی کوئی طلب باقی ہے۔ اس کی نظروں میں اُن کے سوا ہر شے ہیچ و بیکار ہے۔

صرف اللہ کو خوش کرنے کے لیے، اللہ کی قسم! اللہ اللہ کرتے ہیں اور اس کی خوشنودی کے سوا کسی بھی شے کے مطلق طلبگار نہیں۔

جب اللہ دیتا ہے، شکر کرتے ہیں

نہیں دیتا، صبر کرتے ہیں

ہر حال میں راضی رہتے ہیں، شکوے کا نام تک نہیں لیتے

مطلب پرست کا مطلب کبھی حل نہیں ہوتا۔

جو بھی تیری یاد میں مصروف ہوتا ہے،

پیش نظر یا پس پشت کوئی مطلب لے کر ہوتا ہے

اللہ کرے تیرا دل مطلب سے خالی ہو!

اگر میری مانتے ہو، اوئے، یہ فنا کا مقام ہے

ڈرتے ڈرتے گزار۔ رہن بسیرا کر۔

کوئی مال اور قال چھپا کر مت رکھ!

اس منزل میں کل نہیں ہوتا، کل کا حساب بھی نہیں ہوتا، نہ ہی کسی کو کل کی خبر ہوتی ہے۔

اہل طریقت (مجذوب ہو یا سالک) اہل خدمت اور اہل وفا ہوتے ہیں

صاحب ایثار ہوتے ہیں، صاحب انبار نہیں ہوتے

کوئی مال اپنے پاس جمع نہیں رکھتے۔ جو مال اللہ انہیں دیتا ہے اسی وقت اللہ کی راہ میں دے کر مال کے جنجال و وبال سے پاک ہو جاتے ہیں۔ ناداری کو اللہ کی نعمت سمجھ کر شکر کیا کرتے ہیں، کبھی شکوہ نہیں کرتے۔

میرے شیخ الشیوخ نے فرمایا

فقر کے تین مدراج ہیں

۱......کمترین رضا پہ راضی رہنا

۲......میانہ فاصبر صبرا جمیلاً

۳......اعلیٰ ہر حال میں شکر گزار رہنا

نہ کچھ کرنا نہ کچھ کہنا، مزاج یار میں رہنا۔ وما علینا الا البلاغ

نہ کچھ کرتے ہیں نہ سنتے، نہ روتے ہیں نہ ہنستے،

مزاج یار ہی میں رہتے خوشحال رہتے ہیں

مزید دہرانے کی ضرورت نہیں

نہ پیر ہیں نہ فقیر، جو کچھ بھی ہیں صابر صاحب کے ملنگ ہیں

عاشق بھی ہیں معشوق بھی، فرزند بھی ہیں دلبند بھی

خاکروب بھی ہیں خاک نشین بھی

اسی خاک نشینی پہ ہم پھولے نہیں سماتے

اور ماسوا کو کسی خاطر میں نہیں لاتے

دندناتے بحروبر کا سفر جاری رکھتے ہیں

کس ناز وانداز سے کمال شفقت سے پالا، مثال نہیں ملتی

بات بات پہ دلربائی فرمائی۔ جو ناپسند کیا، فوراً محو کیا

پسند فرمایا، اوج ثریا پہ بٹھایا

ہمیشہ مسکراتے آئے

یہاں تک کہ نقارچی کو کسی خاطر میں نہ لاتے

جوش میں آ کر بولے: ڈرنا میری فطرت ہے اور تیرے ڈر ہی کی بدولت
میں نڈر ہوں
اسے کچھ مت کہنا ورنہ......
ڈرتے ڈرتے عمر گزری۔ ڈرنے ہی کی بدولت فیضیاب ہوا
جب میرے معاملے میں پس وپیش کرتے، فرماتے:
''مجھے چھٹی دے دیں قلندر صاحب مجھے مانگ رہے ہیں......تو وہ چپ
ہو جاتے'' اس حال میں پندرہ سال گزر گئے
جی بھر کر کھلایا، پلایا اور سلایا
پھر تلاوت قرآن عظیم پہ گامزن فرمایا
آخری عمل......بہترین عمل ہوتا ہے
نظام عمل کے تابع ہوتا ہے
یہ کام کسی اور کام کو کرنے نہیں دیتا، نہ ہی اسے چھوڑ کر کسی اور جگہ
جانے دیتا ہے
قرآن عظیم کا اعزاز......قائم الدائم تلاوت
دن ہو یا رات نہ رکے
نہ تھکے
کوئی بھی مصروفیت مخل نہ ہو
قرآن......کریم ہے
ہدایت کا منبع
ہر معمے کا حل
ہر منزل کا ہادی

○ حضرت غفیف بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ! اگر تم نیک بختوں کی زندگی، شہیدوں کی موت، حشر کے دن نجات ،خوف کے دن امن اور اندھیروں میں روشنی اور گرمی کے دن سایہ اور پیاس کے دن سیری اور خفت کے دن وزن اور گمراہی کے دن ہدایت چاہتے ہو تو قرآن پڑھو کیونکہ وہ رحمٰن کا ذکر ہے اور شیطان سے بچاؤ ہے اور ترازو میں جھکاؤ ہے۔

(کنزالعمال / کتاب العمل بالسنته جلد اول صفحه ٧٧٦)

○ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں اہل اللہ کہا جاتا ہے۔

لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کی تلاوت کرنے والوں کو اہل اللہ اور خاصۃ اللہ کہا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجه/ کتاب العمل بالسنة جلد اول صفحه ٥-٧٨٤)

قرآن کریم کی تلاوت انسانی جسم الوجود کے لیے ایسے ہے جیسے سالوں سے تپتی ہوئی زمین کے لیے ابرِ نیساں!

تپتی ہوئی زمین پر بھی کبھی کوئی سبزہ اگا؟

زمین جب سیراب ہو جاتی ہے پھر اس میں طرح طرح کی نباتات خود بخود اگ آتی ہیں۔

قرآن کریم کی تلاوت قلب کی طہارت ، بصارت کی عفت اور سماعت کی صوتِ سرمدی کا انسب معمول ہے اور قرآن کریم کی تلاوت ہی سے جسم الوجود کے اندر اور باہر گوشت و پوست، رگ اور ریشے شاداب و زندہ اور منور ہوتے ہیں حتی کہ جسم کا ہر عضو اپنی مطلوبہ نورانیت حاصل کرتا ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت دل کے باغ کی بہار ہے
اللہ سے ہمکلامی..... تلاوت قرآن کریم
عبد سناتا ہے، معبود سنتا ہے
عبد، معبود کے حضور میں کیا کیا نہیں سناتا اور معبود کیا کچھ نہیں سنتا!
شب و روز کلام جاری رہتا ہے
فضل نہیں تو کیا ہے؟ فضل ربانی
عنایت نہیں تو کیا ہے؟ عنایت سبحانی
اور فیض کسے کہتے ہیں؟
عبد و معبود کے مابین عرش و فرش کا پردہ نہیں ہوتا
روبرو ہوتے ہیں
معبود تو ہر حال میں ہر وقت موجود رہتا ہے
عبد کا معبود کے روبرو ہونا عین عبدیت اور
عبدیت ہی کی بدولت جملہ فیضان کا فیض
قرآن کریم و عظیم و مجید علم و حکمت اور عشق و رقت کا سرچشمہ ہے
اور تمام چشمے اسی سرچشمہ سے پھوٹے۔
عبد کا معبود سے ہمکلام ہونا فیض موسوی علیہ السلام کی حقیقت
اور یہ ہمکلامی ہر وقت ہر جگہ ہر زبان و انداز میں جاری رہتی ہے
دم بھر کے لیے بھی دوری گوارا نہیں ہوتی

اندر

باہر

دائیں

بائیں

آگے

پیچھے

قائم رہتی ہے (ماشاء الله)

اور یہی ذکرِ دوام کے نور کی برکات ہوتی ہیں۔

حضرت قبلۂ من سے صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے:

دربارِ مصطفائی صلی اللہ علیہ وسلم میرا دربار ہے اور میں تیرا دربار ہوں

وہ میرے دربار ہیں، میں...... تیرا

لکھو کھا بار آزما چکے، کوئی شک نہیں،

تیری ذات فہم وادراک سے وراء الوراء

اسماء المخزون المکنون کی برکات کا نزول فرما

اے او راجن کے مہاراج! تیرا کلام مکنون ہے، ادراک سے وراء الوراء

اسی طرح فیض

یافیض البرکات! بارہا دیکھا، عقل ششدر رہی، سجدہ ریز ہوئی

تیری ناز بھری اداؤں اور قباؤں کا شکریہ!

من کو لے دے گئیں!

دلربائے من! قربانت شوم!

دل، دل کو پاکر ہی روشن ہوئے!

تیرا حال، ہی میرے دل کا چراغ ہے

سالہا سال گلر شریف کو تھامے محو رہنا

نہ کچھ سننا، نہ کچھ کہنا، محویت کی حد نہیں تو کیا تھی!

تیرے جلال کو نہ دیکھا جاتا ہے نہ سنا۔

میرے آقا تیری یاد میرے دل کے چراغ کا تیل ہے

یہ دیا کبھی گل نہ ہو، سدا روشن رہے۔ یاحی یاقیوم آمین

صحرائی نسبت بڑے ہی کام کی چیز ہوتی ہے

من آنم کہ من دانم

(میں وہ ہوں کہ میں ہی جانتا ہوں)

اے او یکتائے زماں! تیری نسبت ہم خاک نشینوں کے بڑے ہی کام آئی۔ ہر کسی کے کام آئی۔ دیکھنے میں تو کچھ بھی نہیں، تیرے بنائے ہوئے بہت کچھ ہیں۔

نسبت بڑی چیز ہے۔ شیطان کا نام جب قرآن کریم میں پڑھا جاتا ہے تو پڑھنے والے کو پچاس نیکیاں ملتی ہیں۔

یا

عامل عموماً شیطان کے نام پہ جوتے مارا کرتے ہیں لیکن شیطان کا نام جب قرآن کریم میں آتا ہے تو پڑھنے والے کو پچاس نیکیاں ملتی ہیں۔

تیری نسبت بڑے ہی کام کی چیز ہے

تیری نسبت کے بغیر کوئی کسی کو پوچھتا تک نہیں

کون میاں؟ تم کہاں سے ہو؟

تیری پریت کے گیت ہم گاتے ہی رہیں گے

نہ میری ذات ، نہ صفات ...... تیرے نام ہی کی بستی بسائی ہوئی ہے اور
اس نام ہی کی بین بجائی ہوئی ہے
جو نام پہ مطمئن نہیں، کسی اور طرح کبھی مطمئن نہیں
نام ہی کے خمار کی محویت نے اطمینان کو مخمور کیا ہوتا ہے
تیری محویت کی مثال نہیں ملتی، تیرا نام علاؤالدین ہے
تیرا نام ہی تیری شان کا مظہر!
دیس بدیس پھری، تیرا کوئی ہم پایہ نہ ملا۔ ہے، ہی نہیں!
عرب دیکھا نہ عجم...... ھو کی رکاب تیرے ہی من میں رہی۔
کائنات عالم نے تاریخ میں ایسے حال کو دیکھ کر لبیک کہا
روح دمبدم نکھرتی، شاہد و مشہود بن کر پاسبان رہی۔

کلیر ایک خونخوار درندوں کا جنگل تھا اور ہندوؤں کی گنگا دیوی کے میلوں میں پھیلے ہوئے تیرتھ کا ایک محلّہ۔ صابری جلال کی تاب نہ لاتے ہوئے کھنڈرات بن گیا۔ وصال کے بعد درندے ہی قبر شریف کے مجاور رہے لیکن انہیں بھی قبر شریف کے احاطے میں قدم رکھنے کی جرأت نہ ہوئی حتی کہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی قسمت جاگی اور یہ فیض انہیں نصیب ہوا۔

جب عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ قبر شریف کے نزدیک پہنچے، ایک کڑک نکلی۔
عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ نے بلند آواز سے کہا ''شکر گنج'' کڑک دب گئی
پھر کڑک نکلی۔ آپ نے پھر ندا کی ''شکر گنج،، ......

کئی بار ایسے ہوا حتی کہ آپ کامیاب ہو گئے ......فرمایا آپ کی تجلّی کا وار خالی نہیں جا سکتا، عبدالقدوس حاضر ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے بازو پر سے آستین دراز کی،

بجلی آستین پر گری، آستین کٹ گئی اور بجلی ہمیشہ کے لیے تھم گئی۔ چنانچہ ان کے خاندان میں ایک آستین کی چھوٹائی کا امتیازی نشان برقرار رہا۔

ان کے بعد ''علاؤالدین'' رائج ہوا

''علاؤالدین'' میرے پیر کی رگ رگ میں رچا ہوا تھا

جب جوش میں آتے، ''علاؤالدین'' کہتے اور کہنے پہ مجبور ہو جاتے مسجد گونج جاتی۔

ان کا چڑھایا ہوا نشہ کبھی نہیں اترتا

اتر سکتا ہی نہیں

سانس سے سانس ملا کر، مخمور ہو کر مدہوش ہوئے۔

کسی کی بھی کوئی یاد باقی نہ رہی

اصطلاح میں اسے وہ نشہ کہتے ہیں جو ایک بار چڑھ کر کبھی نہیں اترتا

''تو یکتائے زماں ہے، اسے تو نے کیا دے کر رخصت کیا''؟

میں نے عزازیل کے سر پہ راکھ ڈال کر پٹھیاں کر کے لٹکایا

قیامت تک ندامت کے آنسو بہاتا رہے گا

میں نے اپنے آقا روحی فداہ ﷺ کی امت کی مغفرت کے لیے کلمات طیبات پڑھے، پہلی بار منصۂ شہود پہ وارد ہوئے اور اس سے زیادہ کسی کے پاس کیا ہو سکتا ہے؟

ارم کے گلستان سے رنگ برنگے پھول چن کر یہ گلدستہ بنایا

میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی امت مرحومہ کی مغفرت کے لیے یہ ہدیہ تبریک پیش ہوا

ربنا بقتل منا انك انت السميع العليم ط آمین آمین

آمین یاحی یاقیوم

مانگنے والوں نے تو ہر چیز مانگ لی، کوئی بھی کسر باقی نہ رہی،

مانگنا ہی ہے تو میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی امت کی مغفرت کی خیر مانگ۔

کوئی بھی شے بچا کر مت رکھ۔ تیرے پاس رکھنے والی کوئی شے ہے ہی نہیں۔

جمیع حسنات...... میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی امت کے مُردوں میں تقسیم کر اور

سئیات ...... یاحی یاقیوم برحمتك استغیث

(یا دوسرے لفظوں میں اللہ رحمٰن و رحیم ہی کے حوالے)

زندگی ایک جواء ہے، ہر شے اس جوئے ہی پہ لگا دے۔ جس بھی بھاؤ بکے بیچ دے۔ اگر کوئی بھی نہ لے، سر بازار پھینک۔

قبیلہ محمد ﷺ کا صدقہ الٰہی

شہ کربلا رضی اللہ عنہ تصدق الٰہی

میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی امت مرحومہ کی مغفرت کے لیے وہب الحسنات قبول فرما الٰہی!

○ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے سبحان اللہ العظیم وبحمدہ کہا اس کے لیے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔ (جامع ترمذی ص۱۸)

یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم یا حی یا قیوم یا ذا الجلال والاکرام!

میرے لیے تو ایک ہی ٹہنی کافی ہے ماشاء اللہ ! باقی جو کچھ پڑھا

میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی امت کے گنہگاروں مُردوں میں تقسیم فرما کرانہیں بخش دے۔یاحی یاقیوم آمین

ایک نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو؟

بولا: دوزخ کے قریب تر ہوکر اپنے آقا روحی فداہ ﷺ کی امت کے گنہگار مُردوں کے لیے اذکار جمیلہ کی رحمت برسا رہا ہوں۔

مجلس الادعیة لمغفرة امة رسول الله ﷺ

ہر مجلس پہ فائق اور مُردوں کی دعوت ہر دعوت سے افضل۔

حضور اقدس ﷺ کی امت کے مردے واہب الحسنات کے ہبہ کے بہترین مستحق ہیں

اللہ مُردوں کی دعا کو رد نہیں فرماتے ماشاءاللہ!

ساری عمر کی کمائی اپنے آقا روحی فداہ ﷺ کی امت کی مغفرت کے لیے مُردوں کو کھلائی اور کسی بھی قسم کی کوئی شے اُکاّ نہ بچائی

مُردوں کی صف میں کھڑا قیامت ہی کا انتظار کرتا رہا۔

میری دین، دنیا اور آخرت کی کمائی

بیوہ و بیمار و لاچار اور میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی امت کے مُردوں کی مغفرت کے لیے وقف و مخصوص ہے۔

قاسم الخیرات الحسنہ ﷺ

میرے آقا روحی فداہ ﷺ

منبع سر نبوت

ہر نعمت کے قاسم اور ہر ولایت کا سرچشمہ۔ مبارکاً مکرماً مشرفاً یاحی یاقیوم

میرے آقا روحی فداہ ﷺ قاسم الخیرات الحسنہ

میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی محبت کی ایک بوند جب تن و من میں سما نہ سکی،
چاروں اقسام کے اذکار بیک وقت جاری فرما کر ایک رذیل و ذلیل کی دلجوئی فرمائی

۱...... ذکرِ لسانی

۲...... ذکرِ قلبی

۳...... ذکرِ رُوحی

۴...... ذکرِ سرّی

وما علینا الا البلاغ یاحی یاقیوم

ذکرِ سرّی کا محل وقوع: دماغ

ہر عضو دماغ کے تابع

سَیّدُنَا مُذَکِّرْ ﷺ

مذکر ...... اہلِ ذکر

اور میرے آقا روحی فداہ صلی الہ علیہ وسلم ہی کے فیض و کرم سے تن نگری اور من نگری میں ذکر جاری ہوتا ہے۔

ذکر جب تک دم کے اندر قائم نہیں ہوتا، حقیقتاً قائم نہیں ہوتا اور یہ میرے آقا روحی فداہ ﷺ ہی کے کرم و عنایت پہ موقوف ہے۔

تیرے دم میں ذکر کا قائم ہونا...... فضل عظیم

اور یہی میرے آقا روحی فداہ ﷺ کا کرم عظیم

......اور یہ نقل نہیں، حال ہے

ذکر الٰہی کے نور سے جسم و جان میں قوت پیدا ہوتی ہے

اور سکون و اطمینان

ذکر جب قائم ہوجاتا ہے، خوف وحزن کے سب جام انڈیل کرسکون سے لبریز کردیئے جاتے ہیں۔

اللہ...... معطی اور

میرے آقا روحی فداہ ﷺ......ساقی

سَیِّدُنَا کَرِیمٌ ﷺ

ذکرالٰہی کی چار قسمیں ہیں:

۱...... دنیا حاصل کرنے کے لیے

۲...... دین میں کرامات حاصل کرنے کے لیے

۳...... اپنے گناہ معاف کرانے کے لیے اور

۴...... جو میرے آقا ومولا ﷺ کی امت کو بخشوانے کے لیے

۱...... جو ذکر دنیا حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے دنیا ہی کی ایک قسم ہے اور اس کا ذاکر خطرات سے خالی نہیں ہوتا

۲...... جو ذکر کشف وکرامت حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے اعلیٰ قسم کی عبادت نہیں اگر چہ عبادت ہے۔اس کے ذاکر کو ہر قسم کی احتیاط سے ہر وقت واسطہ رہتا ہے۔

۳...... جو ذکر اپنے گناہ معاف کرانے کے لیے کیا جاتا ہے، اس کے ذاکر کو کسی پرہیز سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی مخصوص عمل کی ضرورت پڑتی ہے۔اس ذاکر کا کسی سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا نہ ہی اسے کسی قسم کی کوئی دلچسپی ہوتی ہے۔جرم کا اعتراف بیشک رحمت کو کھینچ لاتا ہے۔

۴...... جو ذکر میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بخشوانے کے لیے کیا جاتا ہے، میری مراد ہے اس کے ذاکر کو کسی بھی طرح کی کسی پابندی سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا یہاں تک کہ وضو تک کی بھی قید نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی خاص صیغہ کی ضرورت ہوتی ہے۔کوئی سا بھی کلمہ، جو پڑھا جائے اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل ذوالجلال والاکرام کے ہاں مقبول اور میزان میں بھاری ہوتا ہے۔

ذکر کی یہ آخری دو قسمیں رب رحمٰن ورحیم کی رضا کو راضی کرتی ہیں۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل ذوالجلال والاکرام اپنے کسی بندہ پہ راضی ہوجاتا ہے بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ پہ راضی ہوجاتا ہے۔کسی بندے کا ہر حال میں راضی رہنا اس بات کی دلیل ہے اکہ اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل ذوالجلال والاکرام اس بندہ پہ راضی ہے ورنہ جب تک رحمٰن ورحیم کسی بندہ پہ راضی نہیں ہوتا،کوئی بندہ کسی بھی حال میں اپنے رب پہ راضی نہیں ہوتا۔

کر کے دیکھ لو ذکر الٰہی میں ہر شے ہے
اطمینان و قرب و نجات و ولایت
اللہ کی قسم یہ بالکل سچ ہے!
بجانی ہے تو انہی کی بین بجا
تیرے منہ میں انہی کی بین ہو
اُن کی بین کبھی بند نہیں ہوتی،تا حشر جاری رہتی ہے
جس نے بھی اِس بین کو بجایا، کیسے کیسے راگ اس بین سے نکلے!
یہ راگ بقا کا مظہر! بقا جسے بھی نصیب ہوئی،اس راگ ہی کی بدولت ہوئی۔

اس راگ کو بجانا ہی تو مقصود تھا! اس راگ کو نہ بجاتے، کسی کی بھی کوئی زندگی نہ ہوتی۔ نہ کوئی شے ہوتی نہ شعور۔

نہ مے کے ساتھ رند آتے، نہ صبوحی کے ساتھ جام۔
علم و حکمت کی سارنگی میں کیا ساز بجتے۔ مردنی چھائی ہوتی۔
اس کی بدولت ہی زندگی کو شعور ملا کروٹ بدلی، اٹھ بیٹھی اور نت نئے راگ الاپنے لگی

یہ یاحی یاقیوم کا سرمدی راگ ہے،
کسی کے بھی بجائے بج نہیں سکتا۔
جب بجنے لگتا ہے پھر کوئی اسے روک نہیں سکتا، دم بہ دم بجتا رہتا ہے۔
ققنس بیچارہ اس کی کیا تاب لاسکتا ہے؟ ہمہ وقت جاری وساری۔
ذکر زبان سے جاری ہو کر قلب میں، قلب سے روح میں اور روح سے سرمدی سرور بن کر الانسان سری وانا سرہ کے مصداق راگ بجانے لگ جاتا ہے اسے اصطلاح میں انحد کہتے ہیں
علم نہیں، شہود اس کی تشریح ہے
یہ انحد راگ ہے۔ جسم الوجود کے رئیس اعظم میں بجتا ہے، کسی اور راگ کو بجنے نہیں دیتا، بج سکتا ہی نہیں۔
انحد راگ بج رہا ہے سنائی نہیں دیتا
شب و روز رگ رگ میں بجتار ہتا ہے
یہ راگ میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی امت کی مغفرت کے لیے گایا جا رہا ہے، دنیاوی مجالس کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ کر بج رہا ہے، قبول فرما!

یا اللہ تیرے ذکر کی جو محفل تیرے اس دارالاحسان میں لگ رہی ہے

سدا لگی رہے اور دم بھر کے لیے بھی کبھی برخاست نہ ہو

بے شک مقامات کی تقدیس مقامات کے معبود و مالک کے ذکر ہی کی بدولت ہوا کرتی ہے

بات سے کوئی فیضیاب ہو نہ ہو، ذکر سے ہر کوئی ہوتا ہے

ذکر نافع ماسوا غیر نافع

ذکر قائم کر ماسوا کی پروا مت کر

مرنے کے بعد کسی کے ساتھ کیا کچھ ہوگا...... اللہ ہی بہتر جانتا ہے

البتہ تیرے ذکر کے سوا، اے میرے رب العالمین، تیری قسم، ہمیں کسی بھی شئے سے مطلق دلچسپی نہیں

نہ کسی حور کی آرزو رکھتے ہیں نہ غلمان کی، نہ مشروبات کی نہ تفریحات کی، تیرے حبیب اور اپنے آقا روحی فداہ ﷺ کے خیال ہی کی لگن میں مگن ہیں۔

یہی ہماری دنیا و آخرت کا سرمایہ ہے ماشاء الله!

ہر بیماری کا علاج	ہر پریشانی کا ازالہ
ہر غم کا چارا	ہر درد کی دوا
ہر اعتراض کا جواب	ہر لڑائی کا ہتھیار
ہر وار کی ڈھال	ہر محصور کے لیے قلعہ
ہر کمی کی تکمیل	ہر جدوجہد کا مقصود
ہر شیطان سے حصار اور	ہر ایجاد کی ابتداء

اللہ کا ذکر اور اللہ کے حبیب اقدس ﷺ کی محبت ہے۔

ذکر و محبت کی اہلیت عنایت کی جاتی ہے۔ اپنے آپ نہ کوئی اہل ذکر ہوا نہ اہل محبت۔ جسے بھی چاہا، نواز دیا۔

کسی کی بھی ہو، یاد اور محبت زندگی کا محور ہے

اور زندگی محور ہی کے گرد گھوما کرتی ہے

محبت میں صحرانوردی...... محبت کی آزمائش کا انسب معمول

محبت کی قید...... بن باس

محبت کی قید اگر کسی خوش نصیب کو راس آ جائے اس سے فزوں تر کوئی فیض نہیں۔

اور اس زندگی سے اعلیٰ کوئی زندگی نہیں۔ زندگی نے پیدا ہونے کا حق ادا کر دیا!

یہ دنیا ہے یہ دین ہے ایک کو اپنا

دنیا سے دین کو افضل جان

یہ نفس ہے یہ روح ہے ایک کی اتباع کر

نفس مذموم، روح مستحسن

یہ رب العالمین کا خیال ہے۔ ذکر و طاعت میں ہمہ تن و من محو و منہمک رہ۔

یہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی محبت کا خیال ہے

محبت کے آداب اپنا، کسی اور کو شریک مت بنا۔ محبت مانگ کر گویا ہر شے مانگ لی

باقی سب ...... فانی اور لایعنی۔ وما علینا الا البلاغ

اعمال تین ہیں

۱...... امر

۲...... نہی

۳...... یاد

اور حضور اقدس ﷺ کی محبت ان سب کی جان ہے

محبت کسی کی بھی ہو کبھی فنا نہیں ہوتی، اثر رکھتی ہے اور ابدا لآباد قائم رہتی ہے

میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی محبت بندہ پر اللہ کا فضل عظیم ہوتا ہے

محبت کو فنا نہیں

محبت کے سوا ہر شے فنا کی زد میں ہے اور فانی ہے

محبت محبوب ﷺ کی عزت ہے۔ غیرت یہ کبھی گوارا نہیں کرتی کہ اس کی عزت فنا ہو

محبوب سے مراد محبوب رب کائنات ﷺ کی مقدس ذات ہے

محبوب رب کائنات ﷺ سے محبت فطرت موجودات ہے

اسی محبوب ﷺ کی محبت سے وجود کائنات کی بقا ہے

محبوب ﷺ کی محبت وحدت پسند ہے۔ اپنی محبت میں کسی اور کو شریک نہیں گردانتی۔ محبوب ﷺ کی غیرت کو گوارا ہی نہیں کہ اس کی محبت میں ماسوا ہو۔ محبوب ﷺ کی غیرت کو یہ بھی گوارا نہیں کہ اس کی محبت فنا ہو۔

محبوب ﷺ کی محبت لازوال، غیر فانی، جاودانی ہے ماشاء اللہ!

ذکرِ الٰہی کی پہلی مجلس قالوا بلیٰ کے اقرار سے

سبحان اللہ پڑھ کر روز ازل سے لگی، ابدالآباد قائم ودائم رہے گی

کبھی برخاست نہ ہوئی، کبھی برخاست نہ ہو گی حتی کہ حشر برپا ہو

ہر مجلس ذکرِ الٰہی ہی کی مجلس سے زندہ اور قائم رہتی ہے۔

ہر مجلس میں کوئی نہ کوئی آدمی ضرور ایسا ہوتا ہے جس کی برکت سے

مجلس قائم و برقرار رہتی ہے اگر چہ وہ دیکھنے میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں میرے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ شامل ہونیوالوں میں سے کسی ایک سے فرماتے:

''یہ مجلس اِن کی برکت کی بدولت ہوئی''

- ذکر الٰہی کی ایک مجلس بیس لاکھ بری مجالس کا کفارہ ہوتی ہے۔ (الحدیث)

ذکر الٰہی کی مجلس میں ذکر ہی کا نور ہوتا ہے اور فرش تا عرش استوار رہتا ہے۔ ذاکرین انواع واقسام کی تجلیات سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔

حضرات! میں ہر شے کو خیر باد کہہ کر اللہ کے لیے اللہ ہی کی راہ میں نکلا ہوا ہوں، کسی اور قسم کا کوئی کام مطلق نہیں کرسکتا

مسجد ذکر کے لیے	قرآن کریم ذکر کے لیے
اجتماعات ذکر کے لیے	تبلیغ ذکر کے لیے
خدمت خلق ذکر کے لیے	مکشوفات ذکر کے لیے
مقالات ذکر کے لیے	تصنیفات ذکر کے لیے
تحریرات ذکر کے لیے	بات ذکر کے لیے
ملاقات ذکر کے لیے	ہم سب ذکر ہی کے لیے ہیں

دنیا کے کسی بھی کام سے مطلق واسطہ نہیں رکھتے۔ واللہ باللہ تاللہ! ماشاء اللہ

اھل ذکر اللہ کی راہ میں مرے اگر چہ اپنے بستر پہ مرے۔ انہیں ایک خصوصی زندگی عطا ہے جو عام مُردوں کو حاصل پس ہم انہیں عام مُردوں میں کیونکر شمار کر سکتے ہیں؟

جو جان اللہ کی راہ میں اللہ کے لیے اللہ کے کاموں میں اللہ ہی کی محبت میں قربان کی جاتی ہے، اللہ اللہ، اللہ کے ہاں بڑی قیمت پاتی ہے۔ اللہ اپنی راہ میں قربان

ہونے والوں کو حیات جاوداں بخش دیتا ہے۔ایک نے کہا کہ وہ امر ہو جاتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں، جاتے ہیں۔

مُردوں کی قبروں پر بیشک گنبد بنانا منع ہے اور نہ ہی آج تک کسی نے کسی مردے کی قبر پر گنبد بنایا۔

مقربین حق حقیقتاً زندہ ہیں اگر چہ صورۃ زندہ نہیں

جس کی قبر زندہ ہے بیشک زندہ ہے

اسی طرح ان کے اعراس باعثِ برکت، باعثِ رحمت اور باعثِ تقویت دین وایمان ہیں

کبھی مُردوں کو بھی کسی نے یاد کیا ہے؟ اگر وہ زندہ نہ ہوتے، ان کی یاد زندہ نہ رہتی۔صدیاں گزرنے کے باجود کسی بھی دل سے ان کی یاد فراموش نہ ہوئی۔ ہر دل ان کی یاد میں مسرور اوران کی محبت میں مخمور ہے، پھر کیونکر ہم انہیں عام مُردوں میں شمار کر سکتے ہیں؟

وہ اسلام کے شیدائی تھے،اسلام کو جو ناز ان پر ہے، کسی پہ بھی نہیں

ان کی یاد قوموں کی زندگی اوران کا کردار مشعل راہ ہے

ان کی حیات جاودانی ہے۔ جب تک دنیا رہے گی، ان کا نام رہے گا۔ یہی زندگی کی مراد اور یہی زندگی کی اصل ہے۔

جس نے انہیں مردہ کہا، متعصب ہے اور کوئی متعصب حقیقت کو نہیں پا سکتا

تعصب حسد کی ایک شاید قسم ہے اور حسد نیکیوں کو ایسے جلا دیتا ہے جیسے کہ آگ لکڑی کو۔

اہل قبور اگر قبور ہی میں ہوتے تو کیا حیات جاودانی ہوتی؟

اہل قبور ہی کی بدولت زندوں نے زندگی پائی

منکر فیض سے محروم

حیات جاوداں...... جیسے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اکابرین سلف کے کمالات اور شہدائے ملت کی حیات جاوداں کا انکار مت کر۔ اگر تیری قسمت میں تحسین نہیں، تو تذلیل مت کر اور کبھی مت کر۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے چنے ہوئے بندوں کا وجود اپنی دنیا میں ہمیشہ زندہ قائم رکھتے ہیں اور یہ ارادتِ ازلی کا وہ دستور ہے جو کبھی نہیں بدلتا۔

مفکرین ومفسرین ومحدثین کی طاہر ومطہر ارواح سے

فیضیاب ہونا عین حقیقت

اور سب کے سب اپنے اپنے حال ومقام پہ محوِ عمل رہے۔ دم بھر کے لیے بھی غافل نہ ہوئے۔ اور انہی کی بدولت زندوں نے زندگی کا نمونہ سیکھا۔

مرنے والوں نے زندوں کو زندگی کا پیغام سنایا

''رہنا آپ نے بھی نہیں اور مرنے کے بعد افسوس نہ کرنا کہ پتہ نہ تھا''!

مر کر جینے والے نے صرف یہ خبر سنائی:

''زندگی کا جو وقت غفلت میں گزرا، ناپسند گزرا''

حاضر وہ ہوتا ہے جو کبھی غیر حاضر نہ ہو۔ ہر وقت ہر حال میں حاضر رہے۔

حاضری میں غفلت نہیں ہوتی

غیر حاضر...... غافل

دم بھر کے لیے بھی غیر حاضری گوارا نہیں

حاضر جب غیر حاضر ہوتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟ پریشان کر دیا جاتا ہے
میرا اور غیر حاضر؟ یہی اس کی سزا ہوتی ہے
حاضر کے حضور میں حاضر رہا کر اور ذکر کیا کر
حاضر کبھی غیر حاضر نہیں ہوتا، ذکر بھی کبھی بند نہ ہو
سدا جاری رہے۔

☆ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ج فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا O (المزمل:۱۹)
قصد السبیل کا تذکرہ، معروف ہو یا غیر معروف، زندہ رہتا ہے
کبھی نظر انداز نہیں ہوتا۔ صدیاں گزریں، گزریں ...... یہ جوں کا توں۔
بہترین وعمدہ ترین سبیل: الادعیة لمغفرة امة رسول الله ﷺ
اس سے بہتر یہ بندہ کیا کرنے پہ کیا قدرت رکھتا ہے؟
میں اس امر کی وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد میری میت کو اسی مقام پہ، جہاں میں شب وروز الادعیة لمغفرة امة رسول الله ﷺ کی منزل پہ یہ گامزن رہا، دفن کیا جائے، کسی اور جگہ نہ لے جایا جائے۔
چونکہ میں اس وقت کوئی بھی کلام نہ کرسکوں گا اس لیے اپنی زندگی ہی میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ میری قبر اسی مقام پہ ہو جو ہماری طریقت میں المستفیض دارالاحسان اور کیمپ دارالاحسان کے نام سے مشہور ہے۔
درختوں تلے یہی جگہ میری زندگی اور آخرت کا بسیرا ہے۔
اور یہ مقام گلر کے دونوں درختوں کے مابین ہے
جو کام میں نے زندگی میں کبھی نہیں کیے اور کبھی نہیں کرنے، مرنے کے بعد بھی کبھی نہیں ہونے دینے ماشاءاللہ!

اور میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ میری قبر تجارت گاہ یا تجارت کا مرکز نہیں، ذکرِ الٰہی کا مرکز بنے۔

میری قبر میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی امت کی مغفرت کے لیے اذکارِ جمیلہ کا مرکز بنا رہے اور قیامت تک لیے رہے۔

آخری فیصلہ حتمی ہوتا ہے، کبھی نہیں بدلتا
زندگی کی وصیت ہوتا ہے
وصیت اگرچہ کافر کی ہو، واجب الاجرا ہے
وصیت بندے کی الوداعی کلام ہوتی ہے، کبھی رد نہیں کی جاتی۔

طالبانِ طریقت اور کیمپ دارالاحسان کے ہر عقیدت مند کے لیے وصیت

دارالاحسان کا کوئی کارکن، بڑا ہو یا چھوٹا، یہاں کے کسی عقیدت مند کی عقیدت کو کسی بھی صورت میں، کسی ناجائز مقصد کے لیے کبھی استعمال نہ کرے ...... اور یہ ہر کسی پہ لاگو ہے۔ کوئی بھی اِس سے مستثنیٰ نہیں۔

ہمارے تین کام ہیں۔

۱ ...... ذکرِ الٰہی
۲ ...... تبلیغِ اسلام
۳ ...... مخلوق کی بے لوث خدمت

اِن تین کاموں کے سوا کسی چوتھے کام میں کبھی مشغول نہیں ہونا۔

یہاں کی حدود سے باہر کسی کے کسی بھی مقدمہ میں کسی بھی قسم کی کوئی مداخلت کبھی نہیں کرنی، ہر وقت، ہر حال میں غیر جانب دار رہنا ہے۔

سفارش رشوت کی چھوٹی بہن ہے، اگر کوئی اس کے لیے مجبور کرے تو صاف

انکار کر دیں۔ اگر اِس انکار سے کسی کے احترام میں فرق پڑتا ہو، پڑے۔ کسی کی مقبولیت کو دھچکا لگتا ہو، لگے۔ کسی کے کسی تذکرے، تبصرے، تنقید، تنقیص یا الزام کا ہرگز برا نہ منائیں، نہ ہی بددل ہوں بلکہ پوری یکسوئی سے اپنے تین بنیادی مقاصد کی طرف متوجہ رہیں۔ اگر کسی نے ایسا نہ کیا تو اس نے مجھ سے قائم اپنی نسبت کی ناموس کی توہین کی بلکہ دارالاحسان کے نصب العین کو نظرانداز کرکے اس کے وقار کو ٹھیس پہنچائی اور مجھے شرمندہ کیا۔ وما علینا الا البلاغ۔

ہم لوگ اللہ کے لیے اللہ کی راہ میں نکلے ہوئے ہیں

اللہ کی راہ میں سفر کر رہے ہیں، اللہ کے سوا کوئی اور مطلب نہیں رکھتے۔ نہ ہی ماسوا سے کوئی دلچسپی رکھتے ہیں۔ ہمارا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لیے اور اللہ ہی کے حوالے ہے۔

کسی بھی معاملہ میں مخل مت ہوا کرو

آنے والے کو دعا دیتے ہیں، دعا لے کر رخصت ہوا کرو

جن وانس جو مجھ سے منسلک ہیں، میرے معاون بھی ہیں اور شریک کار بھی۔ میں ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔

جو کام اللہ نے مجھ کو بخشا ہوا ہے، کرتا ہوں۔ ماسوا میں کبھی مخل نہیں ہوتا۔

آپ یہاں دعا کے لیے تشریف لائے ہیں

اللہ کا ذکر کریں اور درود شریف پڑھیں

اپنی اپنی دعا مانگیں اور قبولیت پہ ایمان لائیں۔ دعا ہوگئی۔ چھٹی۔ شکریہ۔

بندہ ہر کسی کا خیرخواہ ودعاگو ہے

آنے والے ہر کسی کے لیے دعا کی

فقیر کا خلیفہ فقیر ہوتا ہے اور خلافت نامہ میں صرف دو ہی عنایات ہوتی ہیں:

☆ الادعیة لمغفرة امة رسول الله ﷺ

(میرے آقا روحی فداہ ﷺ کی امت کے مُردوں کی مغفرت کے لیے حسنات کا ہبہ)

اور

☆ شب و روز کی کمائی مخلوق ہی نے کھائی۔

نہ حسنات کا ذخیرہ نہ کمائی کا...... ہر دو سے فارغ

اور فقیر ہر حال میں فقیر ہوتا ہے۔

مولوی وہ ہے جو چاروں مذاہب میں فتویٰ دے سکے

شیخ وہ ہے جو طریقت کے چاروں خاندانوں میں تعلیم دے سکے

فقیر وہ ہے جو شب و روز ہمہ تن و من ذکر الٰہی میں محو و منہمک رہے

تو نے پیر دیکھے ہیں فقیر نہیں!

پھل دیکھا ہے، جڑ نہیں!

معلم سے علم

حکیم سے حکمت

پیر سے خلافت اور

فقیر سے فقیری ملا کرتی ہے

ہر پیر فقیر نہیں ہوتا لیکن ہر فقیر پیر ہوتا ہے

خلافت امرِ ظاہر اور فقر باطن ہے

فقر کے دو مقام ہیں: نقلی اور اصلی
نقلی مقام پر نقلی احباب اور اصلی مقام پر اصلی احباب عنایت ہوا کرتے ہیں۔
اور اصلی مقام کی انتہا احدیت ہے۔
طالب جب مطلوب سے ملا، خلوت میں ملا، تنہا ملا۔
طالب مطلوب کو مل کر ہی مطلوب کا عارف ہوا۔ راز و نیاز کی کوئی بات کسی نے کبھی افشا نہ کی۔

طالب جب مطلوب کی طلب میں بڑھا، متحیر ہوا۔ تحیر کی گہرائیوں سے بچ نکلا تو رموزِ کائنات کا عارف ہوا۔ مطمئن ہوا اور خاموش ہوا۔

جو وہ دیکھتا ہے اللہ اور بندے کے درمیان ایک راز ہے...... مقدس راز......
یہ راز وہ کسے بتائے؟ کیسے بتائے؟ اور کیا بتائے؟

بندہ اپنی مرضی سے کچھ بھی کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اس کی پیشانی کے بال اللہ کی دو انگلیوں میں مضبوطی سے پکڑے اور جکڑے ہوئے ہیں۔ بدوں ارادت الٰہی کسی حرکت پہ کوئی قدرت نہیں رکھتا۔ اس کے بس میں کچھ بھی نہیں۔

اس کے پاس ایک قیمتی چیز ہے اور وہ اس کا سانس ہے۔ اس کی ہر شے اس سانس ہی میں پوشیدہ ہے۔ جس اللہ کی تلاش میں تو مارا مارا پھرتا ہے، ہم مارے مارے پھرتے ہیں، اس سانس ہی میں پوشیدہ ہے۔ جس نے بھی اللہ پایا، جب بھی پایا، اس سانس ہی کے پردے میں چھپا ہوا پایا۔ وہ ملیں نہ ملیں...... تلاش میں تیرا پہلا نمبر ہو!

کبھی یہ نہیں سوچا سانس ختم ہر شے ختم
سانس بے رنگ ہے، بے بو ہے، جسم نہیں رکھتا، جہت نہیں رکھتا اور

یہی صفات اللہ کی صفات ہیں۔

سانس گزر گاہ رب العالمین ہے۔ اندر سے باہر اور باہر سے اندر تانتا بندھا رہتا ہے۔ یہی روح کا مخفی خزانہ ہے اور اسی میں رہتی ہے۔

عرش تیرے فہم سے بالا، فرش تیرے سامنے۔

صحرانوردی کی کوئی کسر باقی نہ رہی۔ نہ شہر میں پایا نہ جنگل میں۔ نہ تن میں دیکھا نہ من میں۔ ڈھونڈ ڈھونڈ تھکے، کوئی سراغ نہ ملا۔ آخر روح ہی نے یہ بتلایا، نہ اِدھر دیکھ نہ اُدھر، اپنے دم میں دیکھ۔ یہ گوہر اس دم ہی میں پوشیدہ ہے۔ جس نے بھی دیکھا، دَم ہی میں دیکھا۔

یہ جب بھی کبھی جہاں کہیں جلوہ نما ہوا، دَم ہی کے اندر رہا۔

دم کی پرواز عرش تا تحت الثریٰ

دم جب باہر آتا ہے، مفارقت کی تاب نہ لاتے ہوئے گھبرا کر، دمادم اپنے مقام پر لوٹ جاتا ہے۔ اندر سے باہر اور باہر سے اندر، بار بار آنا اور ہر بار جانا دم کی زندگی ہے۔ دم کبھی ناپاک نہیں ہوتا۔ اپنے رب کے حضور سدا سجدہ ریز رہتا ہے۔

دم ہی نے زندگی کے کھیل کو رچایا اور بسایا ہوا ہے۔ اور اسی نے زندگی کو زندہ اور قائم کیا ہوا ہے۔ دم جب زندہ اور قائم ہو جاتا ہے حقیقت کا ترجمان ہو جاتا ہے۔

دم عام ہے، کسی گنتی میں شمار نہیں ہوتا

یہی دم جب حی کو از بر کر لیتا ہے خاص ہو جاتا ہے

اور قیوم کے راز کو پا کر خاص الخاص۔

حی نے اس زندگی کو زندہ کیا،
قیوم نے قائم۔ دم بدم زندگی اور قدم بہ قدم قائم۔
اگلے دم کی کسی کو خبر نہیں۔
ہر کوئی مرنے والا ہے...... یہ مرا، یہ مرا، یہ مرا
ذکر الٰہی کو فنا نہیں۔ دم ہی دم میں منتقل
یاحی کو فنا نہیں
یاقیوم کو زوال نہیں
سدا زندہ اور قائم ہے۔

یــــاحـــی یـــاقیـــوم کے نور سے ہی یہ دل زندہ اور قائم ہے۔
تیرے نور کی لہروں سے تیرے فقیروں کے یہ خاکی و فانی اجسام نوری و باقی ہوں۔

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

یاحی یاقیوم کے نور کی برکت سے قبر بامراد رہتی ہے۔ موت اسے فنا نہیں کرتی، بقا باللہ بن کر شاہد و مشہود کی ترجمان ہوتی ہے ماشاء اللہ!

یہ زندگی ہست و بود کا مقام تھا فناپذیر فانی
یہ نیست و نابود کا مقام ہے كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَكَ
نیست و نابود ہی سے گزر کر دائمی ہست و بود کا ظہور لازم و ملزوم۔
اصطلاح میں اسے فنا و بقا کہتے ہیں۔
فنا و بقا کی مشق تادم آخر جاری رہتی ہے
یہ فنا ہے...... یہ بقا
ہست و بود سے دنیا اٹی پڑی ہے
نیست و نابود...... خال خال

فنا کے قریب تر جا
بقا کو سینے سے لگا
جسے بقا حاصل ہو جاتی ہے، قیامت تک زندہ اور باقی رہتا ہے۔
اس کا حکم ربی حکم ہوتا ہے اور ہر مخلوق ارضی ہو یا سماوی، بری ہو یا بحری، نوری ہو یا ناری اس کے حکم کی تعمیل کرتی ہے
مرنے کے بعد زندہ ہونا
موت کی موت اور ابدی زندگی ہوتی ہے
مر کر جینے والوں نے بتایا...... یہ فنا کا مقام ہے
بقا ...... ھو کی پود۔ اور پود ہی نے فصل کو اگایا
بقا ایک محویت ہے، حاضر و ناظر اس کا شہود۔ وما توفیقی الا باللہ
اَحد کی احدیت میں گم ہونے کا اصطلاحی نام محویت ہے
محویت احدیت ہی کے گرد گھوما کرتی ہے
محویت کا مرکز...... احدیت
اَحد میں محو ہو کر محویت کہلائی
ذکر بلند ترین مقام...... محویت
بحر و بر میں تیرے ہی نام کا ڈنکا رہا ہے
پتہ پتہ ذرہ ذرہ شاہد و مشہود!
لسان الغیب اللہ کی آواز ہوتی ہے۔ کبھی نہیں دبتی، ابھر کر رہتی ہے۔
اللہ کے بندے مرا نہیں کرتے۔ موت کی سب نشانیاں اپنے وجود پہ وارد کر کے لسان الغیب کے مورد بن جاتے ہیں اور

لسان الغیب ھُو کی آواز ہوتی ہے۔
ھو کی ندا برحق ہوتی ہے، سدا قائم رہتی ہے
یہی عارفیت کا اولین مقام ہوتا ہے
لا الہ ......گویا ہر شے کی نفی ہے
ہر شے نفی میں ہی الا اللہ کا شہود!!
ذرہ ذرہ پتہ پتہ میں لا الہ کا ظہور
جہاں اللہ نہیں وہاں کچھ نہیں
یہ کلام شاعرانہ نہیں، حقیقت کا ترجمان ہے
اس فنا کو بقا میں تبدیل کرنے والے
سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ
آنکھیں کھول کر دیکھ! یہ فنا ہے، یہ بقا ہے
بقا......ازل وابد کی داستان
یہی تیرا حق تھا......ادا کیا
روح کی قوت......ذکر
دلاسہ......عنایت الٰہی
فنا......سئیات
بقا ...... مَحْوُ السَّیِّئَاتِ
مُنَزِّلُ الْبَرَکَاتِ
رَافِعُ الدَّرَجَاتِ
جوں جوں تام ہوتی جائے گی، اسرار کھلتے جائیں گے۔

اور یہ سب ذکرِالٰہی ہی کے انوارات و برکات ہیں۔

تپانا...... میرا کام تھا

کرنا...... تیرا

محبّ کا محبوب کی محبت کے خیال میں گم ہونا خیال کا مایہ ناز مقام ہے ماشاءاللہ!

اسی پہ استقامت کی عنایت کا اصطلاحی نام فنا اور یہی بقا ہے۔

والله اعلم بالصواب

کسے فنا ہوئی، کسے بقا؟ ہر شے کو فنا ہے، محبت کو بقا

ہر شے فانی، محبت باقی

طُرقِ طریقت نے من وعن سنا، اعتراض نہ کیا

''محبت امر ہوتی ہے، مرکر بھی کبھی نہیں مرتی''

محبوب اپنے محبّ کی محبت کا قدر دان ہے یہاں تک کہ محبّ کے مرقد پہ حاضر ہونے والے کو بھی کبھی خالی نہیں پھیرتا۔

ان کی بارگاہ میں ان کی اجازت کے بغیر کوئی حاضر نہیں ہوسکتا

حاضری کسی کی بھی ہو، نظر انداز نہیں ہوتی، کچھ نہ کچھ پا کر ہی رہتی ہے، کبھی خالی نہیں لوٹتی۔

بندہ حاضری کے بل بوتے ہی پہ تو اترایا کرتا ہے

حاضری کوئی معمولی چیز ہوتی ہے! اور پھر ان کی!

یااللہ! اِس نوجوان نے مجھے نہیں دیکھا، میری صحبت میں نہیں بیٹھا، میری لکھی ہوئی کوئی کتاب نہیں پڑھی، مجھ کو تیرا بندہ سمجھ کر میرے مرقد پہ حاضر ہوا ہے، میں سفارش کرتا ہوں جو مراد لے کر یہ حاضر ہوا ہے، پوری فرمادے یا حی یا قیوم آمین!

اور یہ فیض ایک حاضری کا ہے!

میرے مولائے کریم جانم فداہ ﷺ کے فیض کے چشمے ابل رہے ہیں اور قیامت تک نہایت آب وتاب سے جاری وساری رہیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان سے سیراب وشاداب ہونے کا شرف عنایت فرمائیں آمین

جسم کے جس حصے میں خون نہیں پہنچتا بے کار ہو جاتا ہے اور نظام قدرت کے تحت جسم بے کار حصے کو اپنے اندر رہنے نہیں دیتا، چوبیس گھنٹے کے اندر اندر خارج کر دیتا ہے ...... اسی طرح کھیت کے جس پودے کی جڑ میں پانی نہیں پہنچتا، خشک ہو جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ پرزے پرزے ہو کر گر پڑتا ہے۔ مٹی سے اگا تھا، مٹی ہی میں مٹی ہو جاتا ہے......

اسی طرح ہر سلسلہ طریقت حضور اقدس ﷺ ہی کے فیض سے فیضیاب ہے جہاں آپ ﷺ کا فیض نہیں پہنچتا، سلسلے کی شاخ ہری بھری نہیں رہتی، سوکھ جاتی ہے۔

اللہ کرے ہم خاک نشینوں پہ ہماری سرکار حضور اولی واعلیٰ روحی فداہ ﷺ کا فیض اقدس سدا جاری وساری رہے، کبھی کم نہ ہو۔ یاحی یاقیوم انت ربی ذوالجلال والاکرام امین

فیض کے تین درجے ہیں:

اتلا بچلا اور نچلا

اُتلے میں جذب ومستی

بچلے میں مقبول الاسلام ہستی اور

نچلے میں نہ رفعت نہ پستی!

فیض سے فیض جاری ہوتا ہے اور جاری رہتا ہے
یہی فیض کی حقیقت ہوتی ہے
اللہ کرے یہ فیض ابدی ہو، تشنگان عشق کو ہمیشہ بہرہ ور کرتا رہے۔
''فیض کے متلاشی! میری طرف آ۔ جو مانگو، دوں گا''

یہ کبھی نہیں ہوا، ہوسکتا ہی نہیں کہ کوئی اللہ کے لیے، صرف اللہ کے لیے کسی کو ملنے آیا ہو اور اس کا استقبال نہ ہوا ہو۔ اور یہ بھی کبھی نہیں ہوا کہ کوئی صرف اللہ کے لیے کسی فیض کی تلاش میں نکلا ہو اور مایوس لوٹا ہو۔

انتظار ہی میں رہے ......کوئی اللہ ہی کے لیے آتا، ماسوا سے کوئی غرض وغایت نہ رکھتا......فیض کے دریا بہا دیتے!

جو بھی حاضر ہے، اور جو بھی حاضر ہو، کسی عنایت سے محروم نہیں رہتا۔ کسی بھی عنایت سے کبھی محروم نہیں رہتا۔ نہ ہی ان کی شان کے شایان۔

عنایت کی تقسیم عام ہوتی ہے اور حاضر ہی کو عنایت ہوتی ہے بھاویں کوئی ہو! بندہ عاجز و مسکین کسی آنے والے کیا حاجت روائی کر سکتا ہے؟ میرے اللہ ہی حاضر ہونے والوں کی حاجت روائی کیا کرتے ہیں۔ اللہ کے خزانے بھرپور ہیں، کسی بھی شے کی کمی نہیں۔ اَللّٰھُمَّ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ ط

اللہ تعالیٰ آپ سب کو فیض یاب فرمائے

یاحی یاقیوم آمین
ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم
یاحی یاقیوم آمین

عکسِ تحریر

حضرت ابوانیس محمد برکت علی لودھیانوی

قدس سرہ العزیز

☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
یاحی یاقیوم

اللھم صل وسلم علیٰ محمد وآلہ وعترتہ بعدد کل معلوم لک
استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ۔

شیخ کی اقتدا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)
کی اقتدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)
کی اقتدا اللہ کی اقتدا ہے۔

شیخ کے سوا کسی اور کو اپنا حال کبھی مت بتا
اور نہ ہی کسی کے سلام کو جا اگر کوئی تیرے
پاس آوے تو اس کی شرعی تعظیم کر شرعی
حدود سے تجاوز مت کر۔

☆

میرے لئے اُن کا تیرے لئے میرا اور تیرے مرید کے لئے تیرا ارشاد حق اور واجب التعمیل ہے نہ کہ ہر کسی کا اور یہی اُن کی وصیت ہے۔

اس راہ میں اپنی رائے سے کچھ مت کر وہی کر جس کا کہ شیخ حکم دے اگرچہ یہ ہو کہ کچھ مت کر خاموش بیٹھا رہ۔ تیرے لئے وہی کار کارآمد ہے جس کا کہ حکم تیرا شیخ دے نہ کہ وہ کتاب۔ مرض کی تشخیص حکیم کیا کرتا ہے نہ کہ مریض۔ مریض اگرچہ حکیم ہو تب بھی اپنے لئے صحیح نسخہ تجویز نہیں کر سکتا اور یہ مرض جسمانی مرض سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہے

☆

پیر وہ ہے

جو مرید کو اللہ تک پہنچاوے

جو یہ نہیں کر سکتا پیر نہیں ۔۔

الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یحب ربنا و یرضیٰ

یاحی یاقیوم
یاحی یاقیوم
یاحی یاقیوم
لا الہ الا انت ولا الہ غیرک

پیر کی دُعا مرید کے حق میں کُنْ فیکون کا مقام رکھتی ہے !

لاریب فیہ

اللہ سبحانہٗ نے ساری امتوں میں سے
ہماری امت کو اور ہم نے ساری
امت میں سے اُن کو چُنا ہے
گویا میرے نزدیک میرے آقا رحمۃ اللہ علیہ
ساری امت سے افضل و اکرم ہیں
یاحی یاقیوم

الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یحب ربنا ویرضیٰ
یاحی یاقیوم

☆

اب تیرے سوا تیری دنیا کی
کوئی نعمت ان نظروں میں کوئی
وقعت نہیں رکھتی نہ ہی کوئی
شان جچتی ہے یا حی یا قیوم

الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یحب ربنا و یرضیٰ

الحمد للہ
الحمد للہ
الحمد للہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
یاحی یا قیوم

اللھم صل وسلم دائما ابدا علیٰ سیدنا ومولانا وحبیبنا محمد ن النبی الامی وعلیٰ الہ واصحابہ وعترتہ بعدد کل معلوم لک وبعدد خلقک ورضیٰ نفسک ون نۃ عرشک ومداد کلماتک استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ
یاحی یا قیوم

میرے پیر و مرشد حضرت سرکار حکیم شاہ
امیر الحسنؒ
میرے محسن اعظم ہیں

اور ہر فیض جو بھی مجھ پہ ہوا اور جس سے بھی ہوا
اُن ہی کی بدولت اور اُن ہی کے فیض سے ہوا ہے
لا ریب فیہ

☆

مجھ سے جس نے بھی جو مروّت کی تیری بدولت کی میں تیرا ہوں مجھ کو وہ تیرا سمجھ کر مجھ سے مروت کرتے ہیں اگر میں تیرا نہ ہوتا وہ کبھی میرے نہ ہوتے اگرچہ میں کچھ بھی ہوتا مجھے جو ناز تیری غلامی پہ ہے کسی پہ بھی نہیں!

ہر منفض تیرا منضں اور ہر کرم تیرے کرم کی بدولت ہے وہ بیڑے جو تیرے ہوں کبھی ڈوب نہیں سکتے کوئی بھی طوفان ان کو کبھی ڈبو نہیں سکتا! یہ بیڑا تیرا ہے یا آقا تیرا اور یہ طریقت کی حقیقت ہے!!

ھ

☆

گویا میرا تجھ کو پانا سب کو پانا ہے جب تک میں نے
تجھ کو نہ پایا کسی کو بھی نہ پایا اور کچھ بھی نہ پایا

میرے محسن آپ ہیں اور یہ (سب) آپ کے
میں آپ کا شکرگذار ہوں آپ اِن کے یہ
طریقت کی حقیقت ہے لاریب فیہ
الحمد للہ الحمد للہ الحمد للہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ

یاحی یاقیوم

اللھم صل وسلم وبارک علیٰ سیدنا ومولانا وحبیبنا محمد النبی الامی
وعلیٰ الہ واصحابہ وعترتہ بعدد کل معلوم لک
وبعدد خلقک ورضیٰ نفسک وزنۃ عرشک ومداد کلماتک
استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ
یاحی یاقیوم

بیڑے حیلے سے نہیں وسیلے سے پار ہوتے ہیں
شیخ کا وسیلہ افضل حیلہ ہے

لاریب فیہ

جس نے شیخ کا وسیلہ پایا سب کچھ پایا

الحمد للہ الحمد للہ الحمد للہ

☆

پیر وہ ہے جو قیامت کے دن اپنے ہر مرید کی بخشش کی چارہ جوئی کرے اور جب تک اسے بخشوا نہ لے کبھی جنت میں نہ جائے اگر پیر خود جنتی نہ ہو پھر بھی اپنے ہر مرید کی دستگیری کرے اور جو حسنات اس کے پاس ہوں سب میں تقسیم کردے اور یہ شفقت کی حد ہے ۔

یہ سودا آخرۃ کا ہے دنیا سے اِس کا کوئی تعلق نہیں یہ فصل دنیا میں بوئی اور آخرۃ میں کاٹی جاتی ہے ۔

☆

میں اکیلا جنت میں جاکر کیا کروں گا جب کہ میرے ساتھی دوزخ میں جھلسے جاتے ہوں گے یاحی یاقیوم یاذوالجلال والاکرام!

تو ان سب کو بخش دے ورنہ میرے لئے جنت میں جانا دوزخ سے کم نہیں اور تیرے لئے اے میرے مولائے کریم کوئی بھی مشکل نہیں ہے یاحی یاقیوم یاذوالجلال والاکرام لا الٰہ الا انت
امین ثم امین۔

☆

ایک پیر صاحب کے لاکھوں مرید تھے لیکن خلافت انہوں نے صاحبزادہ ہی کو دی کیا لاکھوں میں سے ایک بھی خلافت کے اہل نہ تھا اور پھر اگر ایسے تھا تو لوگ وہاں لینے کیا گئے تھے!

پیر صاحب نے کروڑوں روپوں کی جائداد کہاں سے اور کیوں بنائی؟
پیر صاحب دنیادار تھے مکمل دنیادار دنیا کما گئے اور کمانے کا ڈھنگ اپنی اولاد کو سکھلا گئے! کیا یہ اتباعِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے؟

☆

پیر صاحب نے (مریدوں کے دئے ہوئے) نذرانہ سے جو جائداد (اپنی اولاد کے لئے) بنائی گویا توکل کا خاتمہ کر دیا!

ہائے! پیر صاحب کا یہ حال اس گداگر سے جو گلی کوچوں میں مانگتا پھرتا ہے کسی بھی طرح کم نہیں!

جس طرح اُس عیسائی گورنر نے راہبات کا خاتمہ کیا تھا اِسی طرح اِس قوم میں اِن گدّی نشینوں کا ہونا چاہئے۔

☆

نسب زوال کا اور کسب کمال کا باعث ہے
نسب کی حقیقت کچھ بھی نہیں اور کسب کمالؐ کی
اصل ہے! لاریب منہ !!
(ص)

نسب پہ فخر حماقت اور کسب پہ شجاعت و
جوانمردی ہے!
(ص)

☆

شرک

شرک یہ ہے کہ تیرا اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا معبود سمجھ کر اس کی ایسی عبادت کرنی جیسی کہ اللہ کی کی جاتی ہے یعنی اسے سجدہ کرنا جیسے مومن اللہ کو کرتا ہے

سجدہ یہ ہے کہ مسجود کو معبود تصور کرے اور اس کے سوا ہر معبود کی نفی کرے پھر قبلہ رخ ہو کر سات ہڈیوں پہ سجدہ کرے اور سجدہ میں اپنے معبود کی تسبیح کرے

یا حی یا قیوم
لا الہ الا انت ولا الہ غیرلہ
اللہ اللہ ربی لا اشرک
بہ شیئاً

☆

اللہ کے دوست کی تعظیم کرنا انہیں
اللہ کا مقبول و محبوب سمجھ کر ان کا
ادب کرنا ان کے ہاتھوں پہ بوسہ دینا
عین ادب اور خوشنودئ حق کا
موجب ہے

اللہ کے دوست اللہ کے شریک نہیں
اللہ کے نام پہ مرنے والے جانثار
ہوتے ہیں

اللہ کے شریک سرکش و متکبر ہوتے
ہیں!!

اللہ کے دوست اللہ کے ملک میں

حقیقتاً زندہ ہیں اگرچہ صورتاً نہیں
یاحی یا قیوم

☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ
یاحی یاقیوم

اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا ومولٰنا وحبیبنا محمد ن النبی الامی وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ وعترتہٖ بعدد کل معلوم لک وبعدد خلقک ورضیٰ نفسک وزنۃ عرشک ومداد کلماتک
استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ
یاحی یاقیوم

(۵۱)

فقیر و درویش بننے کی بجائے کسی فقیر و درویش کا دوست بن فقیر کی دوستی فقیری سے بدرجہا بہتر ہے!
ھ ھ ھ
لاریب فیہ

☆

یہ دربار جناب محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے منظور شدہ
ہے انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک
قائم آباد اور برقرار رہے گا
یاحی یاقیوم
امین
اس دربار کی حدود کے اندر کسی

شیطان

کو کسی شرارت پہ کبھی جرأت نہ ہوگی
انشاء اللہ تعالیٰ
العزیز
یاحی یاقیوم

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ
سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ
وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

آمین

○

امروز سعید و مسعود و مبارک ۱۶ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

○

فیضانِ فیض

حضرت ابو انیس محمد برکت علی لودھیانوی

قدس سرہ العزیز

صلی اللہ علیہ وسلم، علیہ السلام، کرم اللہ وجہہ، رضی اللہ عنہ، رضی اللہ عنہ، رضی اللہ عنہ، رضی اللہ عنہ، رضی اللہ عنہ

دربارِ مصطفویہ خضریہ علویہ سعیدیہ اویسیہ ہجویریہ قادریہ

رضی اللہ عنہ (ہر ایک)

صابریہ قلندریہ مجددیہ غفوریہ رحیمیہ کریمیہ امیریہ برکتیہ

المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفین امین ◎ کیمپ دار الاحسان سمندری روڈ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ یاحی یاقیوم اللّٰھم صل وسلم وبارک علی سیدنا ومولانا وحبیبنا محمد
النبی الامی وعلی آلہ واصحابہ وعترتہ بعدد کل معلوم لک وبعدد خلقک ورضی نفسک وزنۃ عرشک ومداد کلماتک استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو
الحی القیوم واتوب الیہ یاحی یاقیوم

قُلْ

عِشْقُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

مَذْهَبِيْ وَحُبُّهٗ مِلَّتِيْ

وَطَاعَتُهٗ مَنْزِلِيْ !

یہ کہہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق میرا مذہب
محبّت میری مِلّت اور اتّباع میری منزل ہے

حضرت ابو انیس محمد برکت علی لودھیانوی قدس سرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ ۔ یا حی یا قیوم ۔ اللّٰھم صل و سلم و بارک علیٰ سیدنا و مولانا و حبیبنا محمد النبی الامی و علیٰ آلہ و اصحابہ و عترتہ بعدد کل معلوم لک و بعدد خلقک و رضیٰ نفسک و زنۃ عرشک و مداد کلماتک ۔ استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ ۔ یا حی یا قیوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَعِتْرَتِهٖ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِىْ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ
يَا حَىُّ يَا قَيُّوْمُ

یہ دُرود شریف اور استغفار حضرت خواجۂ خواجگان سیّدنا **اویس قرنی** رضی اللہ عنہ کا عمل اور اِس سلسلۂ عالیہ کا موروثہ درود شریف ہے

دارُ الاِحسان کا ہر عقیدت مند اور طالب اِکی مداومت کو اپنے اوپر لازم قرار دے۔ حسبِ قوت اور گنجائشِ وقت اسکے پڑھنے کی تعداد خود ہی مقرر کرلیں۔ مثلاً ہر نماز کے بعد کم از کم گیارہ بار ضرور پڑھیں۔ عشاء کی نماز کے بعد یا تہجد و فجر کے بعد کثرت سے پڑھیں مثلاً ایک سو بار، یا تین سو بار، یا پانسو بار یا اِس سے بھی زیادہ بار، صرف ایک بات یاد رکھیں کہ جو تعداد ایک بار مقرر کریں، اُس پر مداومت رکھیں!

فرمانِ تاجدارِ دارالاحسانؒ
حضرت ابوانیس **محمد برکت علی** لودھیانوی
قدس سرہ العزیز

فیصل آباد پاکستان